بسم الله الرحمن الرحيم

فریقین کے عقائد کا تحلیلی جائزہ

(ترجمہ فی رحاب العقیدۃ)

مولف

آیت اللہ العظمی سید محمد سعید طباطبائی حکیم (مد ظلہ العالی)

ترجمہ: مولانا شاہ مظاہر حسین

پہلی جلد

نام کتاب: فریقین کے عقائد کا تحلیلی جائزہ

مولف : آیت اللہ سید محمد سعید الحکیم طباطبائی(مد ظلہ العالی)

مترجم: مولانا شاہ مظاہر حسین

ناشر: انتشارات مرکزجہانی علوم اسلامی (قم ایران)

پہلا ایڈیشن :سنہ 1428 ھ مطابق سنہ 2007 ء سنہ 1386 ھ شمسی

عرض ناشر

خدا وند متعال کی لامتناہی عنایتوں اور ائمہ معصومین کی لاتعداد توجہات کے سہارے آج ہم دنیا میں انقلاب تغیر مشاہدہ کر رہے ہیں وہ بھی ایسا بے نظیر انقلاب اور تغیر جو تمام آسمانی ادیان میں صرف دین " اسلام" میں پایا جاتا ہے

گویا عصر حاضر میں اسلام نے اپنا ایک نیا رخ پیش کیا ہے یعنی دنیا کے تمام مسلمان بیدار ہوکر اپنی اصل ،(اسلام)کی طرف واپس ہورہے ہیں اور اپنے اصول وفروع ی تلاش کر رہے ہیں-

آخر ایسے انقلاب وتغیر کی وجہ کیا ہوسکتی ہے ؟ سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ اس وقت اس کے آثار تمام اسلامی ممالک تی مغربی دنیا میں بھی رونما ہوچکے ہے ۔اور دنیا کے آزاد فکر انسان تیزی کے ساتھ اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیں اور اسلامی معارف اور اصول سے واقف اور آگاہ ہونے کے طالب ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا والوں کو ہرروز کونسا جدید پیغام دے رہا ہے ؟

ایسے حساس اور نازک موقعوں پر ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کوکسی قسم کی کمی اور زیادتی کے بغیر واضح الفاظ، قابل درک ، سادہ عبارتوں اورآسان انداز مین عوام بلکہ دنیا والوں کے سامنے پیش کریں اور جو حضرات اسلام اور دیگر مذاہب سے آشنا ہونا چاہتے ہیں ہم اسلام کی حقیقت بیانی سے ان کی صدیوں ی پیاس بجھادیں اور کسی کو اپنی جگہ کوئی بات کہنے یا فیصلہ لینے کا موقع نہ دیں۔

لیکن اس فرق کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ان سے تال میل نہ رکھا جائے یا ان کا نزدیک سے تعاون نہ کیا جائے ہونا تو یہ چاہئے کہ تمام مسلمان ایک ہوکر ایک دوسرے کی مدد کریں اور اپنے اس آپسی تعاون اور تال میل کے سہارے مغرب کی ثقافتی حملوں کا جواب دیں اور اپنی حیثیت اور وجود کا اظہار کریں نیز اپنے مخالفین کو ان کے منصوبوں مین بھی کامیاب ہونے نہ دیں

سچ تو یہ ہے کہ ایسی مفاہمت ، تال میل ،مضبوطی اور گہرائی اسی وقت آسکتی ہے جب ہم اصول وضوابط کی رعایت کریں اس سے بھی اہم یہ ہے کہ تمام اسلامی فرقے ایک دوسرے کی معرفت اور شناخت حاصل کریں تاکہ ہر ایک کی خصوصیت دوسرے پر واضح ہو ، کیونکہ صرف معرفت سے ہی سوئے تفاہم ،غلط فہمی اور بدگمانی دورہوجائے گی اور امداد ،تعاون کا راستہ بھی خودبخود کھل جائے گا۔

آپ کے سامنے موجودہ " فی رحاب العقیدہ: نامی کتاب حضرت آیت اللہ العظمی سید محمد سعید حکیم دام ظلہ کی انتھک اور بے لوث کوششوں کا نتیجہ ہے جسے اپنی مصروفیتوں کے باوجود کافی عرق ریزی کے ساتھ ، حوزہ علمیہ کے گوہربار کے افاضل جناب مولانا مظاہر حسین صاحب نے ترجمہ سے آراستہ کیا اور حوزہ علمیہ کے ہونہار طالب افاضل نے اپنی بے مثال کوششوں سے نوک پلک سنوارتے ہوئے اس کتاب کی نشر واشاعت میں تعاول کیا ہے لہذا ہم اپنے تمام معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خداوند منان سے دعا گو ہیں کہ ہو ان تمام حضرات کو اپنے سایہ لطف وکرم میں رکھتے ہوئے روز افزوں ان کی توفیقات میں اضافہ کرے اور لغزشوں کو اپنی عفو وبخشش سے درگزر فرمائے ۔ آمین

مرکز جہانی علوم اسلامی

معاونت تحقیق

فہرست

عرض ناشر.......... 4

پیش لفظ.......... 13

سوال نمبر۔۱.......... 15

سوال نمبر۔۲.......... 16

سوال نمبر۔۳.......... 16

سوال نمبر۔۴.......... 16

سوال نمبر۔۵.......... 16

سوال نمبر۔۶.......... 17

سوال نمبر۔۷.......... 17

سوال نمبر۔۸.......... 17

سوال نمبر۔۹.......... 18

سوال نمبر۔۱۰.......... 18

شریعت لڑنے جھگڑنے سے روکتی ہے.......... 20

نتیجہ خیز گفتگو کے لئے مناسب ماحول کا ہونا ضروری ہے.......... 22

سوال نمبر۔۱.......... 25

جواب: 25

علم حدیث میں شیعوں کی کتابیں.......... 26

شیعوں کی فقہ کی کتابیں.......... 30

فقہ کی استدلالی کتابیں: 31

سیرت کے موضوع پر شیعہ تالیفات.......... 33

عقائد شیعوں کی کتابیں 35

فرقہ شیعہ کی طرف سے لکھی ہوئی ہر کتاب متفق علیہ نہیں ہے 38

سوال نمبر۔۲.......... 41

شیعوں کے نزدیک کفر و اسلام کا معیار 41

مسئلہ نمبرا: 44

کتاب و سنت اور مسلمانوں کی بول چال میں کفر کا ا لاق زید پ افراد پر ہوتا ہے 46

ا بہ خود اپنی ز ر میں قابٌ احترام نہیں تھے 49

عثمان کے معاملے میں ابہ کے کارنامے.......... 50

قت عثمان کے بعد ابہ کے درمیان کیا ہوا؟.......... 58

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابہ کے درمیان کیا ہوا؟.......... 61

ابہ کی سیرت میں وہ انسانی خامیاں جو عام طور سے سب میں پائی جاتی ہیں.......... 64

ابہ کا انفرادی اور غیر مناسب کردار بھی ان کی تقدیس کی نفی کرتا ہے.......... 82

ابہ کے بارے میں تابعین اور تبع تابعین کے خیالات اور ز ریئے.......... 122

ابہ کرام کے بارے میں قرآن مجید کا ز ریہ.......... 129

عام ا اب کے بارے میں نبی کریم کا ز ریہ.......... 148

ایک تنبیہ اس بات کے لئے کہ ابہ طبیعت بشری پر تھے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے پر مجبور تھے.......... 159

گذشتہ بیانات کی روشنی میں شیعوں کا ابہ کے بارے میں ز ریہ.......... 161

خدا کی راہ میں محبت خدا کی راہ میں روشنی.......... 163

حبت کا اثر اور اس کی اہمیت.......... 166

غیر شیعہ افراد کا شیعوں کے بارے میں مناسب ز ریہ.......... 169

دوسرے فرقوں سے شیعوں کا حسن معاشرت.......... 170

سوال نمبر۔۳.......... 173

اہ سنت اور شیعوں کا عدم تحریف قرآن پر عملی اجماع.......... 174

شیعہ علما عدم تحریف کے قائ ہیں 175

ہم نے اس گفتگو کو طویۃ دیا اس لئے کہ اس میں دو خاص باتیں ہیں.......... 178

قائلین تحریف کے سات کیا کیا جائے؟.......... 185

عدم تحریف کی تاکید.......... 186

تحریف قرآن کا موضوع ایک خ رناک موضوع.......... 189

سوال نمبر۔۴.......... 193

دونوں فرقوں(شیعہ اور سنی)کے علاوہ درمیان نظام حکومت کی تعریف 195

سرکار حجۃ بن الحسن العسکری المہدیؑ کے سلسلے میں مذہب شیعہ کی حقانیت پر چند دلیلیں.......... 203

امام کی معرفت واجب ہے اور اس کے حکم کو بھی ماننا واجب ہے 204

بارہ امام قریش سے ہیں 206

سوال نمبر۔۵.......... 209

لطف الہی کے قاعد کی شرح اور اس کی تعریف.......... 209

لطف الٰہی کا اصول صرف مذہب امامیہ کا نظریہ ماننے پر ن ہو 213

سوال نمبر۔٦.. 217

حدیث ثقلین کے پ متن حاضر ہیں.. 217

حدیث ثقلین دلا ت کرتی ہے کہ عترتؑ کی اطا ت واجب ہے 219

عترتؑ کی اطا ت واجب ہونے کا مطلب ان کی امامت ہے.. 222

سوال نمبر۔٧.. 225

واقعہ غدیر کے موقع پر آیت کا نازل ہونا 226

آیہ بلغ کا نزول غدیرخم میں.. 228

غدیر میں نبیؐ کا نماز جما ت کے لئے پکارنا.. 230

غدیر کے دن حضور اکرمؐ کا خطبہ... 231

واقعہ غدیر میں اکمال کا نزول 243

ہادی اعظم نے علیؑ کے سر پر عمامہ باندھا... 246

حاضرین نے غدیرخم میں علیؑ کو مبارک باد دی 246

واقعہ غدیر کے دن حسان بن ثابت کا معرکۃ ا آراء قصیدہ 248

غدیر کا روزہ.......... 249

حارث بن نعمان فہری کا واقعہ((سئل سائل بعذاب واقع)).......... 251

حدیث غدیر مقام احتجاج میں.......... 252

رحبہ(کوفہ)میں امیرالمومنین کا حدیث غدیر کے حوالہ سے مناظرہ اور مناشدہ.......... 253

جس نے غدیر کی گواہی دینے سے منع کیا اس لئے امیرالمومنین حضرت علی کی بددعا.......... 256

حدیث غدیر کی شہرت اور اشا ت پر اس مناشدہ کا اثر.......... 257

سنت نبوی کو جامد کرنے اور اس کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کے شواہد.......... 258

سوال نمبر۔۸.......... 265

سوال نمبر۔۹.......... 271

اسلام کی خدمت کے لئے مشترکہ کوشش کرنا ائمہ اہل بیت کی تعلیم ہے.......... 273

خدمت اسلام کے لئے متحدہ جد و جہد کے بارے میں شیعہ اور ان کے علما کا نظریہ.......... 275

حقیقت تک پہونچنے کے لئے میں عملی گفتگو کو خوش آمدید کہتا ہوں.......... 277

شیعہ اور اہل سنت کے درمیان عقیدے کے اعتبار سے اتحاد نہیں پیدا ہوسکتا.......... 278

غالیوں کے بارے میں شیعوں کا نظریہ.......... 281

سوال نمبر۔۱۰............283
حق لاتخدع جیسی کتابوں کے بارے میں ہمارا نظریہ............284
آج کے دور میں شیعوں پر حملے............286
شیعوں کو اپنے خلاف حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟............287
سلفیوں کے واقعات اور ان کے مقاصد............289
جو آدمی حقیقت پر بحث کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ایک اہم نصیحت............293

پیش لفظ

الحمد للہ علی رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین وخاتم النبیین و علی آلہ المعصومین

بے شک خالق کائنات کی معرفت اور دین کی تبلیغ و ترویج انسان کا پہلا فریضہ ہے اور دین اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت عقیدہ کی ہے جس پر انسان کی سعادت و کامیابی اور نجات کا انحصار ہے جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث پیغمبر اعظمؐ سے صاف واضح ہے کہ جنت عقیدہ ہی کی بنیاد پر ملے گی عمل کے ذریعہ نہیں اور ویسے بھی خود عمل کا دار و مدار عقیدہ ہی پر ہے، اسی وجہ سے دین میں عقیدہ اور عمل کی مثال درخت کی جڑ اور شاخوں سے دی جاتی ہے اور یہ بات ہر ذی عقل و شعور پر واضح ہے کہ اگر جڑ میں خرابی آجائے تو شاخیں خودبخود خشک ہوجاتی ہیں اسی بنا پر جڑ کی اہمیت زیادہ ہے اور اس کا تحفظ اور خیال زیادہ رکھا جاتا ہے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکز تحقیقات نشر علوم اسلامی امام حسن عسکری علیہ السلام نے جس کی بنیاد ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء کو رکھی گئی، خدمت دین اور انسانی عقیدہ کی صحت اور پختگی کے لئے عالم جلیل و فاضل و کامل بحرالشریعہ آیۃ اللہ حسن العالمین علامہ تشیع کے عظیم الشان مرجع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید

محمد سعید حکیم طباطبائی گراں بہا تالیف کا اردو ترجمہ کرایا جسے مرکز جہانی علوم اسلامی نے زیور طبع سے آراستہ کیا تاکہ ہر ایک کے لئے عقیدہ کی اصلاح و پختگی و تکمیل آسان ہوجائے، آیۃ اللہ العظمی سید محمد سعید حکیم طباطبائی دنیائے عالم کے عظیم المرتبت مرجع تشیع سید محسن حکیم طاب ثراہ کے نواسے ہیں جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے موصوف کی اس کے علاوہ بھی دیگر کتابیں زیر طبع ہیں جو انشااللہ عنقریب خدا کی توفیق و مدد اور آپ حضرات کی دعا سے منظر عام پر آجائیں گی،ادارہ بر خلوص شکر گزار ہے آیۃ اللہ کا جنہوں نے اس گراں بہا تالیف کے ذریعہ سے قوم کی بے لوث خدمت کی اور ان محترم و کرم علماء و فضلاء مولانا مظاہر شاہ صاحب و مولانا کوثر مظہری صاحب مولانا سید نسیم رضا صاحب کا جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ و تصحیح کے ذریعہ ادارہ کا تعاون فرمایا ہم اس خدمت دین میں آپ حضرات کے نیک مشوروں کے خواہاں ہیں۔

آخر کلام میں خدائے مہربان سے دعاگو ہیں کہ ہمیں خلوص اور صدق نیت کے ساتھ خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

سید نسیم رضا زیدی

۱۹-۹-۸۵ھ ش،۱۷-ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ

مرکز تحقیقات نشر علوم اسلامی امام حسن عسکری قم المقدسہ ایران

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے اور دورود و سلام ہو خدا کی سب سے بلند مخلوق سیدالانبیاء اور ان کی پاک آل پر اور سلام کا سلسلہ تا قیامت مرکز اصحاب پر جاری رہے۔

اما بعد: مرجع دینی عظیم اور بزرگ علامہ سید محمد سعید الحکیم محترم کی خدمت میں سلام عرض ہو پاک و پاکیزہ اور صاحب کرم آپ پر سلام ہو اللہ کا اور اس کی رحمت و برکت ہو۔

جناب عالی سے امید ہے کہ اس خط میں میں نے جو سوالات کئے ہیں اور جو وضاحتیں مانگی ہیں ان کے جوابات عنایت فرمائیں گے۔انشاءاللہ

سوال نمبر۔۱

میرا خیال ہے کہ تمام عالم اسلام کو(اس میں شیعہ اور سنی کی قید نہیں ہے)ان باتوں سے واقف ہونا بہت ضروری ہے جو ہماری اسلامی میراث ہیں۔

خصوصاً ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہل سنت پہلے تو خود اپنی علمی میراث سے ناواقف ہیں پھر شیعوں

کی علمی میراث سے بھی انہیں کوئی واقفیت نہیں ہے۔

گزارش ہے کہ ان کتابوں کا ایک تعارف پیش کریں جو آپ کی نظر میں عقائد، فقہ، حدیث اور سیرت کے سلسلے میں قابل اعتماد ہوں، خداوند عالم آپ کے فضل و کرم کو ہمیشہ باقی رکھے۔

سوال نمبر۔۲

صحابہ کو گالیاں دینے اور نہیں کافر قرار دینے کے فعل کو شیعوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، خاص طور سے شیعہ ابوبکر ،عمر عثمان کو کافر قرار دیتے ہیں،کیا واقعی شیعہ اس بات کے قائل ہیں؟اس طرح عائشہ کو بھی شیعہ کافر قرار دیتے ہیں،کیا یہ بات صحیح ہے؟

سوال نمبر۔۳

پھر اہل سنت حضرات یہ الزام لگاتے ہیں کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں کیا شیعوں پر یہ الزام صحیح ہے؟حالانکہ میں نے شیخ محمد ابوزہرہ کی کتاب(الامام جعفر الصادقؑ)میں پڑھا ہے کہ محقق طوسی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے، آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟خداوند عالم آپ کی عمر میں اضافہ کرے.

سوال نمبر۔۴

اہل سنت کے امام مہدیؑ کوئی دوسرے ہیں اور شیعوں کے امام مہدیؑ دوسرے، کیا دونوں باتیں ایک ساتھ صحیح ہونا ممکن ہیں یا نہیں؟اور صحیح نظریہ کس کا ہے سنی یا شیعہ کا۔

سوال نمبر۔۵

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے بندوں پر لطف و کرم کرنے کو اپنے اوپر واجب قرار دیا ہے، اس

لئے واجب ہے کہ وہی امام کو منصوب و معین کرے، اس نظریہ کے تحت امام عادل کا لوگوں کے درمیان ہمیشہ رہنا واجب ہے، کیا یہ نظریہ آج کے دور میں غلط دکھائی نہیں دیتا کیونکہ آج لوگوں کے درمیان امام عادل نہیں ہے جو لوگوں کی نظارت کرے،پھر لطف الٰہی کے ذریعہ نصب امام پر استدلال خودبخود ساقط ہوجاتا ہے۔

سوال نمبر۔٦

ہمارے آقا و مولا و سردار حضرت علی علیہ الاسلام کی امامت پر حدیث غدیر سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے؟کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ حدیث غدیر کے ذریعہ سرکار دو عالم اپنے صحابہ کو اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کررہے ہوں اور انہیں اہل بیت علیہم السلام کی طرف متوجہ کررہے ہوں۔

سوال نمبر۔٧

واقعہ غدیر کے سلسلے میں شیعوں کا خیال ہے کہ اس حدیث کو تواتر حاصل ہے لیکن اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نہیں لکھا ہے پھر یہ حدیث متواتر کیسے ہوسکتی ہے جبکہ اہل سنت نے تو اس کا شمار خبر احاد اور ضعیف میں بھی نہیں کیا ہے۔

سوال نمبر۔٨

کیا آپ کے علم میں علامہ ابن تیمیہ کی کتاب((منهاج السنة)) کا جواب کسی شیعہ نے لکھا ہے، یہ کتاب ابن تیمیہ نے علامہ حلی کی کتاب کے جواب میں لکھی تھی، علماء اہل سنت نے بھی اس کتاب کا جواب دیا ہے جن میں ایک شیخ ابوحامد بن مرزوق ہیں پس انہوں نے اپنی کتاب ((براءة الاشریین اس کے جواب میں لکھی ہے۔

سوال نمبر۔۹

کیا آپ کی رائے میں شیعہ سنی اتحاد کی کوئی گنجائش ہے؟میرا خیال ہے کہ اہل سنت میں خصوصاً اشعری اور ماتریدی فرقے شیعوں کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں بلکہ شیعوں کے عقائد کو اپنی کتابوں میں لکھتے بھی ہیں، ان پر بحث بھی کرتے ہیں اگرچہ یہ حضرات کچھ شیعوں کے غلو کی وجہ سے ان کی گمراہی کے قائل ہیں اور اسی طرح کچھ غالی سنیوں کے بھی گمراہ ہونے کےقائل ہیں۔

سوال نمبر۔۱۰

جناب عالی سے امید کرتا ہوں کہ طلاب علم کو فائدہ پہنچانے کے لئے عبداللہ موصلی کی کتاب((حتی لانخدع))(ہم منزل سے بھٹک نہ جائیں)کا جواب تحریر فرمائیں گے۔

جس میں شیعہ اور ان کے علمائے حضرات اہل سنت کو کافر سمجھتے ہیں اور ان کی جان اور مال کو مباح جانتے ہیں، مجھے معلوم ہے کہ بے حد مصروفیت کی بنا پر آپ کے پاس وقت نہیں ہے، اسی لئے میں نے جناب کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے ورنہ آپ ان معالات سے زیادہ واقف ہیں۔

مذکورہ کتاب مصر میں چھپی ہے چھاپنے والے ادارہ کا نام((دارالسلام للنشر و التوزیع))ہے خاص طور سے مبلغین حضرات اس کتاب کے نشر کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اور اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔

آخر کلام میں امید کرتا ہوں کہ طول کلام کو اور اگر کوئی بے ادبی ہو تو درگزر فرمائیں گے،میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو مسلمانوں کی خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے جس میں اس کی رضا و خشنودی ہے اور امید ہے کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں گے۔

(۳۔۱۲۔۱۹۹۹)

اردن عمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر تعریف کا مستحق عالمین کا پروردگار ہے،درود و سلام ہو اس کی اشرف مخلوقات ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور آپ کی پاک و پاکیزہ آل پر اور اسلام کا سلسلہ معزز اصحاب پر روز قیامت تک جاری رہے۔آمین

اما بعد:بحرمت محترم و معزز،عالم و مرجع دینی علامہ السید الحکیم،خداوند عالم کا سلام ہو اور اس کی رحمتیں و برکتیں آپ پر نازل ہوں۔

جناب عالی سے امید ہے کہ میرے ان چند سوالوں کا جواب جو میرے اس خط میں موجود ہیں مرحمت فرما کے مجھے عزت بخشیں گے۔

جواب عرض ہے:

ساری تعریفوں کا مستحق عالمین کا پروردگار ہے،درود و سلام ہو سید المرسلین اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور آپ کی آل پاک پر اور ان کے دشمنوں پر قیامت تک لعنت ہو۔آمین

میرے معزز بھائی کی خدمت میں، خدا اپنی رضا کی توفیق عنایت فرمائے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب عالی! آپ کا خط ملا،آپ نے جن سوالوں کا جواب مانگا ہے،وہ سوالات ایسے اہم موضوعات سے متعلق ہیں جن پر کافی بحث و نظر کی ضرورت ہے،موضوع گفتگو بہت نفع بخش ہے اور

اس بحث سے بہت سے علمی فائدے حاصل ہوسکتے ہیں مگر یہ کہ موضوعات بہت حساس بھی ہیں،ان پر بحث کرنے کے لئے کامل موضوعیت کے ساتھ وسعت صدر کی بھی ضرورت ہے،اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان موروثی عقائد و مسلمات کی سطح سے کچھ بلند ہو کے سوچے یا غور کرے تا کہ ان حقائق تک پہنچے جن کے بارے میں ہم بحث کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن وسعت صدر اور وسعت نظر کے ساتھ اگر بحث نہیں کی گئی تو پھر بحث برائے بحث ہو کے رہ جائے گی اس لئے کہ موروثی مسلمات و عقائد سے چپکے رہنا سچائی تک پہنچنے سے محروم کر دیتا ہے،جس کو حاصل کرنا ہمارا ہدف ہے بلکہ معاملہ بڑھ اور الجھ جائے گا اس لئے کہ موروثی عقائد مسلمات کے خلاف گفتگو انسان کے دل میں کینوں کو جنم دیتی ہے، انسان اس طرح کی باتوں کو فوراً اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیتا ہے پھر ہمدردی اور محبت کے جذبات بزرگوں کی حفاظت کے لئے بڑھتے ہیں،بحث جزباتیت کا رخ اپنا لیتی ہے پھر تو آپس میں بغض و حسد اور کینہ پروری جیسی بہت سی برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور فرقہ واریت کی بنیاد پڑتی ہے۔

جبکہ ہم اس طرح کا فساد مناسب نہیں سمجھتے ہیں خصوصاً آج عالم اسلام جس دور سے گزر رہا ہے ایسے دور میں ہمیں نفاق اور فرقہ پردازی سے پرہیز کی سخت ضرورت ہے بلکہ سب سے بہتر یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے عقیدے کی حفاظت کرے اور تمام فرقے آپس میں حسن معاشرت رکھیں اور مل جل کے رہیں جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا:

(قل کل یعمل علی شاکلته فربّکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا)[1]

شریعت لڑنے جھگڑنے سے روکتی ہے

یہی سبب ہے کہ سرور کائنات اور آپ کی آل پاک سے لڑنے جھگڑنے کی نہی وارد ہوئی ہے،مسعدہ ابن صدقہ کی حدیث میں جو امام صادق علیہ السلام سے وارد ہے،سرکار دو عالم نے فرمایا:تین باتیں ایسی ہیں کہ جو ان صفتوں کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے گا:

1:- سورہ اسراء آیت 84

۱۔اپ اخلاق۔ ۲۔عیب و حضور میں اللہ سے ڈرنا۔

۳۔ ڑائی جھگڑے سے پرہیز اگر چہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔[1]

اسماعیل بن ابی زیاد کی حدیث میں امام صادق علیہ السلام اپنے آباء طاہرین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ سردار دو عالمؐ نے فرمایا:جو ڑائی جھگڑے کو ترک کر دیتا ہے اس کے لئے میں جنت کے بلندترین درجے میں،درمیانی درجے میں اور جنت کے باغ میں ایک گھر دینے کا وعدہ کرتا ہوں[2]

یہی حدیث جبلہ سے بھی وارد ہے مگر اس اضافے کے ساتھ کہ جو جھوٹ کو چھوڑدے اگر چہ وہ جھوٹ مزاحاً بولتا ہو اور جس کے اخلاق اپ ہوں۔[3]

ابوامامہ کی حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا جو جھگڑا چھوڑ دے اگر چہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو تو میں جنت میں اس کو ایک گھر دوں گا اور جو جھوٹ چھوڑ دے چاہے وہ مزاحاً بولتا ہو اس کو میں جنت کے وسط میں ایک گھر دوں گا اور جو اپے اخلاق کا ہے اس کو میں جنت کے سب سے بلند درجہ میں ایک گھر دوں گا۔[4]

ابوہریرہ کی حدیث میں ہے،کہتے ہیں سرکار دو عالمؐ نے فرمایا:بندہ اس وقت تک کلّی طور پر مؤمن نہیں ہوتا جب تک وہ جھوٹ بولنا چھوڑدے،اگر چہ مزاحاً ہی کیوں نہ ہو اور جھگڑا نہ چھوڑے

۱۔الوسائل ج:۸ص:۵۶۷۔باب۱۳۵۔دسویں احکام کے ابواب میں۔حدیث۲۔

۲۔ الوسائل ج:۸ص:۵۶۷۔باب۱۳۵۔دسویں احکام کے ابواب میں۔حدیث۷۔

۳۔ الوسائل ج:۸ص:۵۶۷۔باب۱۳۵۔دسویں احکام کے ابواب میں۔حدیث۸۔

۴۔ سنن ابی داؤدج:۴ص:۲۵۳،کتاب الادب،حسن خلق کے باب میں۔اور اسی طرح سنن ابن ماجہ ج:۱ص:۱۹،بدعت اور جدل کے اجتناب کے باب میں، سنن الکبری بیہقی ج:۱۰ص:۲۴۹،کتاب الشھادات باب المزاح، سنن ترمذی ج:۴ص:۳۵۸،کتاب البر والصلۃ

چاہے وہ سچائی پر ہی کیوں نہ ہو۔[1]

مسعدہ ابن صدقہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:لڑائی جھگڑے اور دشمنی سے بچو یہ دونوں چیزیں برائیوں کے خلاف دلوں میں بغض اور نفاق پیدا کرتی ہیں۔[2]

لیکن چونکہ آپ کے خط سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ خواہ مخواہ کی بحث اور جھگڑا کرنا نہیں چاہتے بلکہ آپ حقیقت کی تلاش میں مخلص ہیں اس لئے سوالوں کا جواب نہ دینا اور آپ سے سلسلہ منقطع کرنا بہتر نہیں سمجھتا بلکہ آپ کے سوالوں کے جواب میں خاموشی آپ پر ظلم اور حقیقت پر پردہ پوشی ہے،میں نے سوچا کہ آپ کا جواب دینا مجھ پر لازم ہے،خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو حقیقت تک پہنچنے کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین

نتیجہ خیز گفتگو کے لئے مناسب ماحول کا ہونا ضروری ہے

یہ بات آپ کو مان کے چلنا چاہئے کہ کوئی حق ایسا نہیں ہے جس میں شبہ نہ پیدا کیا گیا ہو بلکہ حق ہی کا انکار کیا جاتا ہے حق ہی کے بارے میں جھگڑے اٹھائے جاتے ہیں اسی طرح کوئی دلیل اشکال سے خالی نہیں اور دلیل کے خلاف ہی جواب دلیل دیا جاتا ہے،مثال کے لئے وجود باری تعالیٰ کا موضوع کافی ہے۔

ہر صاحب عقل کے سامنے یہ بات واضح ہے کہ کائنات کی ہر شۓ میں علت بہرحال موجود ہے اور ہر موجود اپنے وجود میں ایجاد کرنے والے کا محتاج ہے،اس بدیہی دلیل کے باوجود ذات

---

(۱)مسند احمدج:۲ص:۳۵۲،مسند ابوہریرہ میں۔اسی طرح مجمع ازوائد ج:۱ص:۹۲،کتاب الایمان،سچائی ایمان سے ہے کے باب میں،المعجم الاوسط ج:۵ص:۲۰۸۔

(۲) الوسائل ج:۸ص:۵۶۷۔باب۱۳۵۔دس احکام کے باب میں حدیث۱۔

باری تعالی کا وجود ہر دور میں شک و انکار اور جنگ و جدل کا موضوع رہا،حد تو یہ ہے کہ ہمارا یہ دور جسے روشن اور ترقی یافتہ دور کہا جاتا ہے،اس دور میں بھی اللہ کو سب لوگ نہیں مانتے،ان تمام برائیوں کا سبب صرف یہ ہے کہ خواہشات نفسانی،جذبات اور میراث میں ملے ہوئے مسلمات اور انہی مسلمات کی پیروی کرتے ہوئے مفروضے صداقت کو دیکھنے سے روکتے ہیں اور انسان کو حقیقت کا اقرار و یقین نہیں کرنے دیتے،کسی دلیل کو قبول نہیں کرنے دیتے،ہر محکم دلیل کی تردید کے لئے تیار رہتے ہیں اور اس کے برخلاف شیعہ باتوں اور موضوعات کو حقیقی دلیلوں کے مقابلے میں ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

چونکہ آپ نے حقیقت تک پہنچنے کا ارادہ کیا ہے اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ خدا پر توکل اور اس سے مدد و نصرت مانگنے کے بعد پہلے اپنے فکر کے ماحول کو مفروضات و مسلمات موروثی سے آزاد کر لیں اور پھر مفروضات پر غیر جانب دارانہ نظر ڈالیں جو آپ کو حقیقت تک پہنچانے میں معاون ہو،پھر ہمارے درمیان جو گفتگو ہو رہی ہے اسے آپ اپنے ضمیر کی عدالت میں پیش کریں اگر آپ کے مفروضوں کے خلاف میری طرف سے کوئی دلیل دی جائے اور آپ کا نفس اس کو نہیں مانتا ہو تو آپ فرض کر لیں کہ آپ کے پاس اس دلیل کا جواب موجود ہے اور جب آپ کا وجدان ایسا جواب دے جو آپ کے لئے حجت بن جائے تو آپ سمجھ لیں کہ میرے لئے بھی وہی حجت ہے اور آپ پر اس کا یقین کرنا واجب ہے اور یہ کہ میں نے آپ کو حقیقت تک پہنچا دیا ہے اور حجت آپ پر لازم ہوگئی ہے۔

اور اگر آپ کا وجدان کوئی ایسی دلیل نہیں پیش کرے جو آپ کے لئے حجت ہو تو برائے مہربانی آپ مجھے بتادیں کہ اس دلیل میں کیا کمزوری ہے اور کون سی بات قابل

گرفت ہے پھر ہم آپ کے اعتراضات پر غور کریں گے اور آپ کے زاویہ نظر سے واقف ہونے کے بعد اس کی کمزوری کا ازالہ کریں گے، اس طرح اگر ہم بحث کریں تو انشاء اللہ یہ بحث نتیجہ خیز ہوگی اور ہمارا قیمتی وقت ضائع نہیں ہوگا۔

میں خداوند عالم سے مدد کا خواستگار ہوں اور اس کی توفیق کا طالب ہوں کہ وہ ہمارے لئے کافی ہے اور ہمارا بہترین وکیل ہے۔

سوال نمبر۔۱

ہم مسلمانوں کے لئے جن میں شیعہ سنی دونوں ہی شامل ہیں،ضروری ہے کہ ہم اسلامی میراث سے واقف ہوں کہ دونوں فرقوں کی میراث علمی کیا ہے؟خاص طور سے اہل سنت اپنی میراث سے غافل ہیں اور شیعوں کے بھی قلمی کارناموں سے غافل ہیں؛ ازراہ مہربانی تحریر فرمائیں کہ آپ شیعہ حضرات کے نزدیک وہ کونسی کتابیں ہیں جن پر آپ عقائد،فقہ،حدیث اور سیرت کے سلسلے میں اعتماد کرتے ہیں؟خداوند عالم آپ کے فضل کو ہمیشگی عنایت فرمائے۔

جواب:

شیعہ علماء اور ذوق تجسّس رکھنے والے شیعہ شروع سے اب تک ان کتابوں سے باخبر ہیں یہ حضرات اپنی علمی میراث اور اہل سنت کے علمی کارناموں سے بھی بخوبی واقف ہین یہ لوگ اہل سنت کی کتابوں ان کے علمی میراث ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھتے بلکہ ان کتابوں سے باخبر ہونا وہ اپنی ثقافت کی تکمیل سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ اہل سنت کی کتابوں میں انہیں اپنے مذہب کی حمایت میں بہت سی دلیلیں ملتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں شیعہ فرقے کی حمایت میں دلیل اہل سنت کے لئے بہترین حجت ہے چونکہ شیعہ،صاحب حجت و استدلال ہوتے ہیں اور حجت اُس وقت تک تمام نہیں ہوسکتی

جب تک کہ ذخیروں کی کتابوں میں کیا کچھ لکھا ہے،صاحبان حجت کو معلوم نہ ہوجائے۔

شیوں کے اس سے باخبر ہونے کا ثبوت،دو باتیں ہیں:شیعوں کے کتب خانے چاہے عمومی ہوں یا ذاتی،سنی کتابوں سے بھر پڑے ہیں کتب خانوں کی فہرست میں ان تمام کتابوں کے نام ہیں جو طلب کرنے والا طلب کرتا ہے۔

شیعوں کے اکثر صاحبان تصنیف و تالیف،ان حوالوں کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جہاں سے انہوں نے حدیثیں لی ہیں اور ان کے زیادہ تر حوالے سنی کتابوں سے ہوتے ہیں بلکہ اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ وہ شیعہ کتابوں کے حوالے کم دیتے ہیں اور سنی کتابوں کے حوالے زیادہ دیتے ہیں۔

علم حدیث میں شیعوں کی کتابیں

مذکورہ بالا مفروضات کے بعد عرض ہے کہ شیعوں کی تالیف کردہ کتابیں بہت زیادہ ہیں ان کے پاس کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے فی الحال آپ کی خدمت میں حدیث کی کتابوں کے نام پیش کئے جارہے ہیں:

اکافی:یہ ثقۃ الاسلام ابوجعفر جناب شیخ محمد بن یعقوب ابن اسحاق کلینی رازی کی تالیف ہے،آپکی وفات ۳۲۸ھ یا ۳۲۹ھ میں ہوئی،یہ کتاب حضورسرور کائنات اورائمہ اہلبیت علیہم السلام کی حدیثوں پر مشتمل ہے،عمدہ طریقہ سے ابواب قائم کیے گئے ہیں،پہلے اصول عقائد،اخلاق اور آداب کے باب ہیں پھر فروع دین کا بیان کتابوں کی شکل میں ہے کتاب الفقہ کے بہت ابواب ہیں اوریہ کتاب کتاب روضہ پر ختم ہوتی ہے جس میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہے۔

اصول و فروع میں اس کتاب کو تو جامعیت حاصل ہی ہے اس کے علاوہ بھی اس کی دو خصوصیات ہیں:

صرف یہ کتاب جو کمل اور وسیع معلومات پر مشتمل ہے،ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بہت قریبی دور میں لکھی گئی ہے،یہ کتاب غیبت صغریٰ کے آخری دور میں لکھی گئی ہے،غیبت صغریٰ کی تعبیر ائمہ علیہم

السلام کے دور سے کی گئی ہے،اس لئے کہ اس دور میں امام کی طرف آپ کے نواب خاص کے ذریعہ رجوع ممکن تھا،نواب کا سلسلہ دور غیبت صغریٰ میں امام سے ملا ہوا تھا گویا کہ وہ دور ایسا تھا جس میں شیعوں کے عقائد و فقہ کی تکمیل ہو رہی تھی اور دینی ثقافت کو مکمل کیا جا رہا تھا۔ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ایک طویل مدت سیاست کے شکنجے میں قید و بند کی حالت میں گزاری لیکن اس پر آشوب دور میں بھی اپنی تعلیمات کے قافلے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھاتے رہے تا کہ علوم اہل بیت علیہم السلام کو ایک ارتکاز حاصل ہوجائے اور غیبت کے بعد علمی مراکز اس کے نشر و اشاعت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لیں۔

اس لئے حضرات ائمہ علیہم السلام نے اس میراث کو ضائع ہونے اور تحریف سے بچایا ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس میراث کو حوزہ علمیہ تک پہنچا دیا تو پھر ان کی غیبت کبریٰ ممکن ہوئی ۳۲۹ھ میں شیعوں کا اپنے امام سے ظاہری رابطہ منقطع ہو گیا،اس لئے کہ یہ کتاب ان کے لئے کافی تھی جو ان کے ائمہ علیہم السلام کی تعلیم پر مشتمل تھی یہ کتاب شیعوں کے لئے حجت بھی ہے اور شیعوں کے مخالفین پر بھی حجت ہے تا کہ جو ہلاک ہو دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کےساتھ زندہ رہے۔

لیهلک من هلک عن بینة و یحیی من حیّ عن بینة(۱)

اس کتاب کی دوسری خصوصیت مؤلف نے مقدمہ میں بیان کی ہے کہ ہم نے اس کتاب میں معصومین علیہم السلام سے جو صحیح خبریں لی ہیں،انہیں جمع کر دیا ہے۔اخبار صحیحہ سے مؤلف کی مراد طرق نہیں ہے اس صحیحہ سے مراد یہ ہے کہ مؤلف نے اس کتاب میں ان کتابوں سے روایت لی ہے جو ائمہ علیہم السلام کے دور میں مشہور تھے اور اس دور کے اس کتاب میں ان کتابوں سے روایت لی ہے جو ائمہ علیہم السلام کے دور میں مشہور تھے اور اس دور کے شیعوں کے نزدیک قابل اعتبار تھے اس لئے کہ ائمہ علیہم السلام انہیں دیکھ چکے تھے اور سن چکے تھے بلکہ بعض کتابوں کے بارے میں یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ لوگوں نے انہیں امام کے سامنے پیش کیا اور امام نے ان کی تصحیح فرمائی۔

---

(۱)سورہ انفال: آیت:۴۲۔

مؤلف کے دعویٰ کی صداقت کا ثبوت خود مؤلف کا حسن انتخاب ہے،اس کے علاوہ بعد کے علماء کی اس کتاب اور مؤلف کی مدح و ثنا بھی ہے،بعد کے علما نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مؤلف ایک جلیل القدر عالم اور حدیثوں کے عارف ہیں،حدیث میں سب سے زیادہ قابل اعتماد اور صحیح ترین ہیں،یہاں تک کہ علما شیعہ کے درمیاں آپ ثقۃ الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ مؤلف نے کافی میں جتنی حدیثیں لکھی ہیں،سب بالکل صحیح ہیں،اس لئے کہ یہ امر مشکل ہے،زمانہ گزر گیا صحت کے قرینے مخفی ہیں،شواہد ہمارے سامنے نہیں،انسان سے غلطیاں اور بھول چوک بھی ہوتی ہے لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ اصول کافی اہل بیت علیہم السلام کے مفاہیم اور ان کی تعلیمات کا ایک اجمالی عکس ضرور پیش کرتی ہے اور اس راستے پر نظر اٹھا کے دیکھنے کی دعوت دیتی ہے جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے۔

البتہ ہم اس کتاب میں وارد شدہ ان خبروں پر اعتبار نہیں کریں گے جو کسی علت کی وجہ سے صادر ہوئیں مثلاً تقیہ یا وجود معارض وغیرہ جس کو اہل نظر جانتے ہیں،چاہے ان کا صدور قابل اعتبار طریقوں سے ہوا ہو۔

من لایحضر الفقیہ: یہ تالیف جناب ابوجعفر محمد بن علی ابن الحسین بابویہ القمی کی ہے،شیعوں کے نزدیک آپ صدوق کے نام سے مشہور ہیں،آپ کی وفات ۳۸۱ ہجری میں ہوئی ہے،اس کتاب میں بھی سرکار دو عالم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں یہ حدیثیں فقہ کے ابواب کا احاطہ کرتی ہیں اور مؤلف نے اکثر ان حدیثوں کو لیا ہے جو آپ کے فقہی مختارات کی دلیل ہیں۔

تہذیب الاحکام: یہ تالیف جناب شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی کی ہے،آپ کی وفات ۴۶۰ ہجری میں ہوئی، اس کتاب میں بھی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے حدیثیں لی گئی ہیں اور فقہ کے مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

الاستبصار: یہ کتاب بھی جناب شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی کی ہے اس کتاب میں بھی

حدیثوں سے فقہ کے ابواب کا احاطہ کیا گیا ہے اور شیخ نے جگہ جگہ متعارض حدیثوں میں جمع کی صورت نکالنے کی کوشش کی ہے، کہیں کہیں اس سلسلے میں تکلف سے بھی کام لیا ہے،اس لئے کہ آپ کا مذہب ہے کہ متعارض حدیثوں کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے کہ حتی الامکان جمع کی صورت نکال لی جائے،اس کتاب کو آپ نے اپنی کتاب تہذیب ہی سےاستخراج کیا ہے اس لئے یہ کتاب تہذیب سے مختصر ہے۔مندرجہ بالا کتابیں وہ ہیں جو شیعوں کے نزدیک بہت اہم ہیں اور ان کی بڑی حیثیت ہے ان کتابوں کو اصول اربعہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ: جناب محمد بن حسن الحر عالی کی تالیف ہے،آپ کی وفات ۱۱۰۴ھ میں ہوئی،مؤلف نے اس کتاب میں سابق کتابوں کی حدیثیں بھی جمع کی ہیں اور بہت سی حدیثیں ان دوسری کتابوں سے بھی لی ہیں جو مذکورہ بالا کتابوں تک درجہ شہرت نہیں پاسکتی ہیں،مؤلف نے اس کتاب میں فقہ کے ابواب کا احاطہ کیا ہے۔

بحارالانوار: شیخ محمد باقر بن شیخ محمد تقی مجلسی کی تالیف ہے،آپ کی وفات ۱۱۱۱ھ میں ہوئی،آپ نے بہت سی کتابوں سے اس میں حدیثیں جمع کی ہیں،آپ نے اس کتاب میں عقیدہ کے اصول آسمان،عالم،معاد،قصص انبیاء،انبیاء کی سیرت،سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی سریت،فقہ،دعائیں،اخلاق اور دوسری بہت سی چیزوں کا احاطہ کیا ہے،اس کتاب میں شیخ ہر باب کی ابتدا اس باب کی مناسبت سے قرآن مجید کی آیت سے کرتے ہیں پھر آیت پر بحث کرتے ہیں،اس باب کی مناسبت سے حدیثیں پیش کرتے ہیں اور جہاں شرح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں شرح بھی کرتے ہیں۔شیخ نے اس کتاب میں صرف معتبر حدیثوں ہی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ شاذ روایتوں کو یہاں تک کہ غریب واقعات کو بھی بیان کیا ہے اور عجیب و غریب واقعات کی غرابت پر متوجہ بھی کیا ہے،یہ بہت بڑی کتاب ہے ماضی قریب میں دوسری بار چھپی ہے اور اس کی تقریباً ۱۱۰ جلدیں ہیں،ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں ہیں جن کا احصا ممکن نہیں ہے یہ کتابیں مختلف علوم و فن میں لکھی گئی ہیں مثلاً عقائد،فقہ، سیرت،علل احکام اور حالات ائمہ علیہم السلام وغیرہ کے سلسلے میں۔

شیعوں کی فقہ کی کتابیں

فقہ کی کتابوں کی دو قسمیں ہیں: فقہی متون: ان کتابوں میں صاحبان کتب کے فتوؤں پر اختصار کیا گیا ہے اور مسائل کے بارے میں مختلف لوگوں کی رائیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے بعض کے نام رقم کر رہے ہیں۔

۱۔ مقنع۔

۲۔ ہدایہ: دونوں کتابیں جناب شیخ صدوق کی ہیں، جن کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔

۳۔ مقنعہ: شیخ مفید کی کتاب ہے، شیخ مفید کا نام محمد بن محمد بن نعمان ہے، آپ کی وفات ۴۱۳ھ میں ہوئی۔

۴۔ نہایہ: جناب شیخ طوسی کی کتاب ہے جن کا تذکرہ پہلے بھی آچکا ہے۔

۵۔ مراسم: حمزہ عبدالعزیز دیلمی کی کتاب ہے، آپ سلار کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی وفات ۴۴۸ھ یا ۴۶۳ھ ہوئی۔

۶۔ وسیلہ: ابن حمزہ کی کتاب ہے، جو پانچویں صدی ہجری کے علماء میں ہیں۔

شرائع الاسلام: ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن الحسن حلی کی کتاب ہے، آپ علماء کے درمیان محقق کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کی وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی، آپ کی اس کتاب پر بہت سے فقہا نے شرحیں اور تعلیقات لکھی ہیں، یہ وہ کتاب ہے جو حوزات علمیہ میں پڑھائی جاتی رہی ہے یہاں تک کہ دور حاضر میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔

۸۔ مختصر نافع: یہ بھی محقق حلی کی کتاب ہے، بعض فقہاء نے اس کو بھی شرح کی ہے اور تعلیقات بھی لکھی ہیں یہ وہی کتاب ہے جسے مصر میں التقریب بین المذاہب الاسلامیہ، نام کے ادارے نے ۱۳۷۶ھ میں چھپوایا ہے۔

۹۔ قواعد الاحکام: شیخ جمال الدین حسن ابن علی ابن مطہر حلی کی کتاب ہے، آپ علامہ کے

نام سے مشہور ہے،آپ کی وفات ۷۲۶ ہجری میں ہوئی،اس کی بھی بہت سے فقہاء نے شرح و تعلیق لکھی ہیں۔

۱۰۔الدروس الشرعیہ،۱۱۔اللمعۃ الدمشقیہ: یہ دونوں کتابیں شیخ ابوعبداللہ محمد بن مکی کی ہیں،آپ شہید اول کے نام سے مشہور ہیں،آپ کو ۷۸۶ ہجری میں شہید کیا گیا۔اس کے علاوہ بھی متقدمین و متاخرین علماء کے فقہی متون ہیں جنہوں نے ہر دور کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہمارے اس دور میں بھی مسلسل فقہی کتابیں تالیف ہو رہی ہیں،اس لئے کہ فقہاء کے درمیان رسالہ عملیہ لکھنے کا چلن ہے جس میں وہ اپنے فتاویٰ لکھتے ہیں تا کہ اپنے مقلدین کو اپنے فتوے سے آگاہ کر سکیں،مقلدین دینی مسائل میں ان ہی حضرات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے عملیہ پر عمل کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

فقہ کی استدلالی کتابیں:

یہ وہ کتابیں ہیں جن میں مؤلفین اپنے فتوے پر دلیلیں قائم کرتے ہیں اور کتاب و سنت کے مآخذ کی وضاحت کرتے ہیں،ساتھ میں ان طریقوں کی بھی وضاحت کرتے ہیں جو کتاب و سنت کے علاوہ مقام استدلال میں برتے جاتے ہیں چونکہ قدیم و جدید علمائے شیعہ باب اجتہاد کو کھولنا ضروری سمجھتے ہیں یعنی کوئی شخص اس وقت تک فقیہ نہیں ہوسکتا جب تک فقہ میں اپنے تلاش کے وہ مسائل کو اختیار نہ کرے اور ان مسائل پر استدلال کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یہ الگ بات ہے کہ وہ دلائل و ماخذ کو اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں ہم جن میں سے بعض کو ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔من لایحضر الفقیہ: اس کتاب کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے،اس میں شیخ نے ان حدیثوں کو بیان کیا ہے جو ان کے فقہی مختارات پر دلالت کرتی ہیں۔

۲۔کتاب المبسوط: شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی کی کتاب ہے۔ان کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے،اس کتاب میں شیخ نے فقہی فروع کے مختلف شعبوں پر توجہ دی ہے اور کثرت سے انہیں بیان

کیا ہے،اس کے علاوہ دوسرے مذ ہبوں کے بھی پچھ نظریات بیان کئے ہیں۔

۳۔الخلاف:یہ بھی شیخ وسی کی کتاب ہے یہ بھی فقہ میں ہے اور عالم اسلام کے مذاہب سے ملتے جلتے مسائل اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

۴۔کتاب الغنیہ فی اصول الفقہ و فروعہ: یہ جناب ابوالمکارم عزالدین حمزہ بن علی ابن زہرہ الحلبی کی تالیف،آپ کی وفات ۵۸۵ھ میں ہوئی۔

۵۔المعتبر: محقق حلی کی کتاب ہے،محقق نے اپنی کتاب مختصر نافع کی شرح میں لکھی ہے لیکن کمل نہیں کر پائے۔

۶۔تذکرۃ الفقہاء ۷۔منتھی المطلب ۸۔مختلف الشیعہ:

یہ تینوں کتابیں شیعہ فقہ میں اور علامہ حلی کے مقارن ہیں۔

۹۔جامع المقاصد فی شرح کتاب قواعد:کتاب قواعد،علامہ حلی کی ہے،جامع المقاصد اسی کی شرح ہے جو محقق ثانی شیخ علی ابن الحسین بن عبدالعالی الکرکی نے تالیف کی ہے،آپ کی وفات قول مشہور کی بنا پر ۹۴۰ھ میں ہوئی۔

۱۰۔مالک الافہام فی شرح شرائع الاسلام۔

۱۱۔کتاب الروضۃ البھیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ:دونوں کتابیں شیخ زین الدین بن نور الدین علی کی ہیں آپ شہید ثانی کے نام سے مشہور ہیں،آپ کو ۹۶۵ھ یا ۹۶۶ھ میں شہید کیا گیا۔

۱۲۔کتاب مدارک الاحکام فی شرح الشرائع الاسلام:یہ جناب السید محمد بن علی الموسوی العالی کی تالیف ہے،آپ کی وفات ۱۰۰۹ھ میں ہوئی۔

۱۳۔کشف اللثام:قواعد کی شرح میں لکھی گئی یہ شیخ محمد بن حسن اصفہانی کی تالیف ہے،آپ ۱۱۳۷ھ میں وفات پاگئے،آپ فاضل ہندی کے نام سے مشہور ہیں۔

۱۴۔مفتاح الکرامہ ن شرح قوا ر العلامہ:سید محمد جواد الحسینی العالی کی تالیف ہے،آپ کی وفات ۱۲۲۶ھ کے آس پاس ہوئی،یہ کتاب ئی . روں میں چ پی ہے،اس کتاب میں مولف نے علماء امامیہ فقہی مسائل پر اقوال بیان کئے ہیں،بُ موقعوں پر مختصر استدلال بھی کیا ہے۔

۱۵۔ریاض المسائل:یہ کتاب محقق کی مختصر نافع کی شرح میں لکھی گئی ہے،جناب سید علی طباطبائی کی تالیف ہے،آپ کی وفات ۱۲۳۱ھ میں ہوئی۔

۱۶۔جواھر الکلام:جو شرائع الاسلام کی شرح ہے،اپنے دور کے مرجع جناب شیخ محمد حسن الشیخ باقر کی تالیف ہے،آپ کی وفات ۱۲۲۶ھ میں ہوئی،اس کتاب میں بڑے پیمانے پر فقہی استدلال پیش کئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ علماء کی توجہ کا مرکز رہی ہے یہاں تک کہ ہمارے دور میں بھی یہ کتاب بہت مقبول ہے،پہلے یہ چھ . روں میں چ پی تھی لیکن دوسری بار ۴۳ . روں میں چ پی ہے۔

۱۷۔مستمسک العروۃ الوثقیٰ:ہمارے سید استاد اور جد امجد جناب سید محسن الحکیم طباطبائی کی تالیف ہے،آپ نے اپنے دور میں ملت شیعہ کے مرجع تے،آپ کی وفات ۱۳۹۰ھ میں ہوئی۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی ہر دور میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور ہمارے دور میں بھی لکھی جارہی ہیں۔

سیرت کے موضوع پر شیعہ تالیفات

یرت کی اکثر کتابیں شیعوں کے نزدیک عقائد کی کتابوں کی حیثیت رکھتی ہیں،اس لئے کہ شیعہ حضرات نے یہ کتابیں یرۃ النبی یا یرت ائمہ کے عنوان سے لکھی ہیں،ان کتابوں میں نبوت و امامت کی دلیلیں اور ان کے شواہد کے ساتھ نبی و آل نبی علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں ہم جن میں سے بُ کتابوں کے نام بطور مثال ذکر کر رہے ہیں:

۱۔الارشاد: شیخ مفید علیہ الرحمہ کی تالیف ہے،اس کا تذکرہ ہوچکا ہے،آپ نے اس کتاب میں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی سوانح حیات کے ساتھ ان حضرات کے فضائل اور ان کی امامت کے شواہد بیان کئے ہیں۔

۲۔اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ: جناب ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کی تالیف ہے آپ کی وفات ۵۴۸ ھ میں ہوئی،آپ نے اس کتاب میں چودہ معصومین علیہم السلام یعنی بارہ امام اور جناب صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے ساتھ سرکار نبی اعظم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی سیرت لکھی ہے،اس کتاب میں معصومین کی عصمت پر دلیلوں کے ساتھ سرکار دو عالم کی نبوت اور ہر امام کی امامت ثابت کی گئی ہے۔

۳۔اثبات الوصیۃ: ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی الہدیٰ کی تالیف ہے آپ کی ایک تالیف مروج الذہب بھی ہے،آپ چوتھی صدی ہجری کے علما میں ہیں۔

۴۔کفایۃ الاثر فی نص الائمۃ الاثنا عشر: علی بن محمد بن علی خزاز رازی کی تالیف ہے آپ چوتھی ہجری کے علماء میں ہیں۔

۵۔مناقب آل ابی طالب: حافظ رشید الدین بن علی بن ابوعبداللہ محمد بن علی بن علی شہر آشوب السروی المازندرانی کی تالیف ہے،آپ کی وفات ۵۸۸ ھ میں ہوئی،اس کتاب میں سیرت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور سیرت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت کے ثبوت دیئے گئے ہیں،نیز ان حضرات کے فضائل و مناقب بھی بیان کئے گئے ہیں۔

۶۔کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ: ابوالحسن علی بن عیسی ابن ابوالفتح الاردبلی کی کتاب ہے،آپ ساتویں صدی ہجری کے علماء میں ہیں،اس کتاب ہے،آپ ساتویں صدی ہجری کے علما میں ہیں،اس کتاب میں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے علاوہ صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی سیرت کے ساتھ ان حضرات کی نبوت و امامت کے متعلق بھی بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں،اس کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں ہیں جن کے تذکرہ کی گنجائش نہیں ہے۔

عقائد شیعوں کی کتابیں

عقائد کی کتابوں کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:جن کتابوں میں عقائد کا بغیر استدلال کے محض اجمالی تذکرہ ہے یا مختصر دلیلیں دی گئی ہیں،ہم ان میں سے بعض کتابوں کے نام رقم کر رہے ہیں۔

۱۔الاعتقاد:شیخ صدوق کی تالیف ہے۔

۲۔تصحیح الاعتقاد:شیخ صدوق کی تالیف ہے،اس کتاب میں شیخ صدوق کی کتاب الاعتقاد کی شرح کے ساتھ اس پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔اوائل المقالات فی المذاہب و المختارات:شیخ مفید کی تالیف ہے۔

۴۔جمل العلم و العمل:شریف المرتضی علی بن الحسین الموسوی کی تالیف ہے،آپ کا انتقال ۴۳۶ ہجری میں ہوا۔

۵۔الاقتصاد:شیخ طوسی کی کتاب ہے۔

۶۔العقائد الجعفریہ:شیخ طوسی کی کتاب ہے۔

۷۔عقائد الامامیہ:شیخ محمد رضا مظفر کی کتاب ہے،آپ کی وفات ۱۳۸۴ ہجری میں ہوئی،اس کتاب میں آپ نے عقائد امامیہ کو مختصر طور پر جمع کر دیا ہے،اندر تحریر بالکل نیا ہے یہ کتاب ہمارے دور میں بہت رائج اور مشہور ہے۔دوسری قسم:وہ کتابیں ہیں جن میں عقائد پر استدلال کیا گیا ہے اس طرح کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔الشافی:سید مرتضی کی تالیف ہے۔

۲۔تلخیص الشافی:شیخ طوسی کی تالیف ہے،آپ نے کتاب کافی کی تلخیص کی ہے

۳۔کتاب الالفین:علامہ حلی کی تالیف ہے،آپ نے اس کتاب میں امامت پر کثرت سے

دلیلیں بیان کی ہیں۔

۴۔نہج الحق:علامہ حلی کی کتاب ہے جس پر فضل بن روز بیان نے اعتراضات کئے تھے اور اس کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ابطال الباطل ہے۔

۵۔منہاج الکرامۃ:قاضی نوراللہ بن شریف الدین الحسینی المرعشی کی کتاب ہے،آپ کو گیارہویں صدی ہجری میں آگرہ میں شہید کیا گیا،یہ کتاب فضل بن روز بیان کی کتاب ابطال الباطل کے جواب میں ہے اس سے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ ابطال الباطل علامہ حلی کی کتاب((نہج الحق))کے جواب میں لکھی گئی تھی،احقاق الحق کو تتمات اور اضافوں کے ساتھ دوبارہ چھاپا ہے یہ کارنامہ سید شہاب الدین المرعشی نے انجما دیا،ان کی وفات ۱۴۱۰ھ میں ہوئی۔

۷۔دلائل الصدق:شیخ محمد حسن مظفر کی تالیف ہے،یہ((ابطال الباطل))کے جواب میں لکھی گئی ہے،بلکہ مناسب موقعوں پر ابن تیمیہ کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

۸۔حق الیقین فی معرفۃ اصول الدین:سید عبداللہ کی تالیف ہے،آپ تیرہویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے۔

۹۔صراط الحق فی اصول الدین:صراط الحق فی اصول الدین:شیخ محمد آصف محسنی کی کتاب ہے جو ہمارے معاصر ہیں۔

۱۰۔التوحید:شیخ صدوقؒ کی کتاب ہے،یہ کتاب یوں تو حدیث میں ہے،لیکن مؤلف نے اس کتاب میں باری تعالیٰ کی تجسیم،تشبیہ اور جبر سے تنزیہ کی ہے ظاہر ہے کہ اس موضوع کا تعلق عقیدہ سے ہے۔

۱۱۔تنزیہ الانبیاء:شریف المرتضی کی تالیف ہے،آپ نے اس میں عصمت انبیا کو ثابت کرتے ہوئے انبیائے کرام کو گناہوں سے پاک ثابت کیا ہے۔

۱۲۔الغدیر فی الکتاب و السنتہ و الادب: شیخ عبدالحسین کی شاندار کتاب ہے آپ کی وفات ۱۳۹۰ھ میں ہوئی، آپ نے اس کتاب میں حدیث غدیر کے بارے میں لکھا ہے، ان طریقوں پر جن سے غدیر کی روایت آئی ہے بحث کی گئی ہے، ان شعراء کے حالات لکھے گئے ہیں جنوں نے اپنے کلام میں غدیر کا تذکرہ کیا ہے، مناقب کے ساتھ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، مذہب اہل بیت علیہم السلام کے متعلق بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں، مذہب اہل بیت علیہم السلام پر حملوں کا جواب دیا گیا ہے اور کثرت سے حوالے بیان کئے گئے ہیں، عقیدہ اور تاریخ میں یہ کتاب بڑی اہمیت رکھتی ہے اور اپنی ضخامت کے اعتبار سے بہت وسیع ہے (اس کا اردو ترجمہ فاضل ہندی السید علی اختر گوپال پوری نے فرمایا ہے، آپ کی وفات ۱۴۲۳ھ میں ہوئی ہے) مترجم

۱۳۔اکمال الدین و اتمام النعمۃ: شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے، حضرت حجت بن الحسن الہدی علیہ السلام کی غیبت کو اس کتاب میں موضوع بنایا گیا، غیبت پر بہت سی دلیلیں دی گئی ہیں اور غیبت پر اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں جو جناب شیخ مفید اور جناب شیخ طوسی نے تحریر فرمائے ہیں دونوں حضرات نے اسی فقیہ غیبت کو موضوع بنایا ہے اور بھی بہت سے علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں جن کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۴۔المراجعات: سید عبدالحسین شرف الدین الموسوی کی کتاب ہے۔

اس کتاب میں کچھ اعتقادی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے یعنی شیخ سلیم البشری جو جامعہ از ہر مصر کے شیخ تھے اور سید عبدالحسین کے در میان ایک نتیجہ خیز بحث کا بیان ہے، یہ کتاب بہت فائدہ مند اور مشہور ہے۔

۱۵۔الفصول المہمہ فی تالیف الامہ: سید عبدالحسین شرف الدین موسوی کی کتاب ہے

اس میں شیعہ سنی اتحاد کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک ضروری گزارش یہ بھی ہے کہ جو مصادر شیعہ کے جاننا چا تا ہے اس کو دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

فرقہ شیعہ کی طرف سے لکھی ہوئی ہر کتاب متفق علیہ نہیں ہے

شیعہ تصنیفات میں ہر کتاب متفق علیہ نہیں ہے،شیعہ علماء کے درمیان صرف اصول اور عقیدہ پر اتفاق ہے،جیسے توحید اور متعلقات توحید یعنی ذات باری کو ظلم و جبر و تشبیہ اور مکان و زمان سے منزہ ماننا،نبوت اور پھر ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کو امام برحق سمجھنا اور امامت کے سلسلے میں جو باتیں ضروری ہیں جیسے انبیاءاور ائمہ کی عصمت اور معاد جسمانی،اس طرح شیعہ علماء کچھ دوسرے معاملات میں بھی متفق ہیں،جیسے نصوص متواترہ،اجماع اور عقل کو دلیل قرار دینا،مذکورہ باتوں کا تعلق و عقیدہ، سیرت اور مابعد الموت سے ہے لیکن بہت سے امور میں شیعوں کے درمیان اختلاف ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور مجتہد اپنے استنباط کر دہ مسائل کا مکلف ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں فرعی مسائل میں اختلاف اب بھی جاری ہے یہاں تک کہ احادیث میں بھی وہ ہر حدیث پر اتفاق نہیں کرتے نہ ہر حدیث کے مضمون پر یقین کرتے ہیں بلکہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جنہیں متروک قرار دیا گیا ہے۔

حدیثوں کے قابل عمل ہونے کے لئے بھی انہیں پرکھنے کا اپنا ایک معیار اور ضابطہ ہے جس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے، کچھ حدیثیں اختلافی ہیں اور معیار اور ضابطے کے اعتبار سے بھی مختلف فیہ ہیں۔

اہم ترین یہ بات ہے کہ مذکورہ کتابوں کے مندرجات کو مان لینے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے خواہ وہ حدیث کی باتیں ہوں یا علماء کے اقوال،یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ تمام شیعوں کا یہی مسلک ہے جب تک اس بات کی تحقیق نہ ہوجائے کہ کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں

شیعوں کے نزدیک متفق علیہ ہیں اور تمام شیعوں کا اس پہ اجماع ہے ورنہ پھر تمام شیعوں پہ کسی ایک کے لکھے ہوئے مندرجات کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی البتہ مذکورہ بالا کتابیں عام شیعہ نظریات و مسلمات کی نمائندگی کرتی ہیں اور ان کی طرز زندگی اور ثقافت کی آئینہ دار ضرور ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس نے اب تک کسی شیعہ کتاب کا مطالعہ نہیں کیا ہے اور سنی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا ہے د کا تو سے گا خصوصاً مذہب کے حساس پہلوؤں پہ جب اس کی نظر پڑے گی نہیں اب تک وہ اپنے دل میں محترم اور مقدس سمجھتا رہا ہے لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ شیعہ کتابوں میں جو بھی لکھا یا ہے اگر چہ وہ متفرق جگہوں سے لیا یا ہے لیکن وہ سب اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے یا کم سے کم سنی کتابیں ان مندرجات کی شہادت دیتی ہیں یہ الگ بات ہے کہ ایک سنی مسلمان اپنے عظیم ذخیرے کا مطالعہ کرنے کے وقت ان حقائق کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لئے شیعہ کتابوں کو پڑھتے وقت ضروری ہے کہ آدمی حوصلہ سے کام لے انکار میں جلدی نہ کرے اور وہ بھی کسی انکشاف کے وقت اس لئے کہ کتابوں میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ بے بنیاد نہیں ہوتا شیعوں نے ان دلیلوں کو تلاش کرنے میں زحمتیں اٹھائی ہیں اس لئے کہ غیروں کی کتاب میں سے اپنی حمایت میں دلیلیں پیدا کرنا بہت محنت طلب کام ہے جو مذکورہ بالا مشورہ پہ عمل کرے گا اور مصنفین کی زحمتوں پہ نظر کرے گا اس کے لئے اپنی ہی کتابوں میں اپنے مفروضات و مسلمات کے خلاف بیانات پڑھنا آسان ہوجائے گا اور وہ اس صدمہ کو آسانی سے جھیل جائے گا۔

میری مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ شیعوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب کچھ صحیح ہے اس لئے کہ وقت سے پہلے فیصلہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فیصلہ میں جلدی نہ کی جائے اور بدمزگی سے اس وقت تک گریز کیا جائے جب تک شیعوں کے اصول و عقائد کا بغور مطالعہ نہ کر لیا جائے اور ان کی دلیلوں پہ غائرانہ نظر نہ ڈال لی جائے اس کے بعد صاحب انصاف خود یہ دیکھے کہ اس کا وجدان کیا کہتا ہے اور اللہ کے

سامنے خود کو مُ مئن پاتا ہے یا نہیں،اللہ کے سامنے اس کے پاس کوئی زر ہے یا نہیں؟یعنی اپنی دلیلوں سے وہ خ-را ک-و را ن-ی کر ے گا یا نہیں اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوے گا یا نہیں؟اس لئے کہ خدا ہی بہت-رین نگ- اں ہے اور بہت-رین حس-اب لین-ے والا،انسان کی رضا حاصل کر نا اور انہیں لاجواب کر نا کوئی اہمیت نہیں رکھتا جس طرح اپنے خواہشات کو تسکین دینا اور اپنے ج-زبات ک-و ٹھن ا کر نے کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس لئے کہ خدا کے علاوہ جو کچھ ہے چاہے تنا ہی زیادہ اور کم ہے س-ب پ-تھ زوال پ-انے والا ہے اور اس کے بعد انسان سخت حساب سے گزرتا ہے جنت میں جائے یا جہنم میں جہاں بھی رکھا جائے ہمیش-ہ ر نا ہے۔

سوال نمبر۔۲

صحابہ کو گالیاں دینا یا ان کی تکفیر کرنا کیا شیعہ حضرات کی طرف مذکورہ بالا عمل کو منسوب کرنا صحیح ہے؟خصوصاً ابوبکر،عمر اور عثمان کی تکفیر،کیا شیعہ ان حضرات کی تکفیر کے قائل ہیں اور اسی طرح عائشہ کے بارے مین بھی مشہور ہے کہ شیعہ انہیں مسلمان نہیں سمجھتے،کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: آپ کے سوال میں دو باتوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔

اول تکفیر:(یعنی کافر قرار دینا)عرض ہے کہ شیعہ صحابہ کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ تو عام مسلمانوں کی تکفیر کے بھی قائل نہیں ہیں اگرچہ ان کے فرقے الگ الگ ہیں اور ان کا نظریہ اسلام کی حقیقت اور اس کے ارکان کی حدوں کی بنیاد پر ہے پھر ان کے علما کے فتوے اور ان کی تصریحات بھی ایک سبب ہے۔

شیعوں کے نزدیک کفر و اسلام کا معیار

سماعہ کی موثق حدیث لاحظہ ہو،کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ(جعفر صادق علیہ السلام)سے پوچھا کہ آپ مجھے اسلام اور ایمان کے بارے میں بتائیں کیا یہ دونوں چیزیں مختلف ہیں؟حضرتؑ نے فرمایا ایمان میں اسلام شریک ہے لیکن اسلام میں ایمان کی مشارکت نہیں ہے میں نے کہا ان کی تعریف کر دیں۔

فرمایا:وحدانیت پروردگار اور تصدیق رسالت اسلام ہے اسی بنیاد پر خون حرام ہوتا ہے اور نکاح و میراث جاری ہوتے ہیں اور لوگوں کی جماعت اسی ظاہری طرح پر عامل ہے اور ایمان ہدایت ہے....)[۱]

سفیان بن سمط کی حدیث لاحظہ ہو:ایک شخص نے ابوعبداللہ سے اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:اسلام وہ ظاہری رخ ہے جس پر عام لوگ ہیں یعنی لا الہ الا اللہ کی شہادت اور حضور سرور کائنات کی عبدیت اور رسالت،نماز کا قائم کرنا،زکوۃ دینا حج کرنا،رمضان کے روزے رکھنا بس یہی سب اسلام ہے۔[۲]

حمران بن اعین کی حدیث میں منقول ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب ابوجعفر یعنی امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ ایمان وہ ہے جو دل میں جگہ بنائے اور بندے کو خدا تک پہنچائے اور بندے کا عمل خدا کی اطاعت اور اس کی ذات کے لیے سپردگی کے ذریعہ ایمان کی تصدیق کرتا ہو اور اسلام وہ ہے جو قول اور فعل سے ظاہر ہو،اسلام ہی کی بنیاد پر خون کا تحفظ،نکاح و میراث کا جریان اور نکاح کا جواز حاصل ہوتا ہے جولوگ نماز،زکوۃ،روزہ اور حج کی بنیاد پر جمع ہوئے ہیں اور کفر کے دائرے سے اسی بنیاد پر الگ سمجھے جاتے ہیں۔[۳]اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے اقرار توحید و رسالت اور ضروریات دین کا اعتراف کافی ہے اور یہ بھی کہ مسلمانوں کے دوسرے فرقے جو شیعہ نہیں ہیں وہ اسلام سے خارج نہیں ہیں،ان کا خون اور مال حرام ہے مگر یہ کہ وہ حق کے ذریعہ ہو۔البتہ نواصب کی بات دوسری ہے،وہ لوگ ہیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کے دشمن ہیں،ان کا تفصیلی تعارف ہم اس کتاب میں نہیں پیش کرسکتے اور ضرورت بھی نہیں سمجھتے اس لئے کہ موضوع گفتگو وہ نہیں دوسرے لوگ ہیں بہرحال تمام علمائے شیعہ کفر و اسلام کے مذکورہ بیان پر متفق ہیں ہر دور

---

(۱)اصول کافی ج:۲ص:۲۵۔کتاب ایمان و کفر،باب ایمان اسلام میں شریک ہے۔

(۲) اصول کافی ج:۲ص:۲۴۔کتاب ایمان و کفر،باب ایمان اسلام میں شریک ہے۔

(۳) اصول کافی ج:۲ص:۲۶۔کتاب ایمان و کفر،باب ایمان اسلام میں شریک ہے۔

میں علمائے شیعہ اسی نظریہ کے قائل رہے تے اور ہیں اگر کوئی شخص اس سلسلے میں شیعوں کی رائے جاننا چا تا ہے تو ا سے چاہئے کہ وہ علماء شیعہ کے فتووں کی کتابیں اور عملیہ دیکھے،اس کو یہ اصول ہر کتاب میں جاری و ساری ملے گا،طہارت،نکاح،ذباحۃ،میراث اور قصاص،غرض ہر جگہ مندرجہ بالا معیار کو سامنے رکھ کر فتوے دیئےگئے ہیں اور چونکہ علماء شیعہ اس معاملے میں تقیہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اس لئے انہوں نے اسلام کے ساتھ کہیں کہیں ایمان کی بھی شرط رکھی ہے جس کو دیکھا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا کفر اسلام کے معیار کو ثابت کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں شرائع الاسلام کی ایک عبارت آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔

شرایع اسلام شیعوں کی مشہورترین فقہی کتاب ہے جو حوزات علمیہ میں پڑھائی جاتی ہے اور بہت سے فقہا نے اس کی شرح لکھی ہے،اس کتاب کی عبارت پر بقیہ مصادر کا قیاس کیا جاسکتا ہے،لاحظہ ہو،غسل میت کی بحث میں علامہ فرماتے ہیں:

ہر وہ آدمی جو کلمہ شہادتین کا اظہار کرے اسے غسل دینا جائز ہے،سوائے خوارج،غلاۃ اور شہید کے۔[۱]

دوسری جگہ کتاب الحدود میں مرتد کی حد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،اسلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور اگر اس کلمہ کے ساتھ کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ میں اسلام کے علاوہ ہر دین سے بری ہوں تو اس کا اسلام مزید موکد ہوجاتا ہے۔[۲]

نماز میت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:ہر اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے جو کلمہ شہادتین کا اظہار کرتا ہو اور اس بچے کی بھی نماز ہوسکتی ہے جو چھ سال کا ہوا اور حکم اسلام میں داخل ہو[۳]

نجاسات کے سلسلے میں فرماتے ہیں:دسویں نجاست کافر ہے۔

---

(۱)شرایع الاسلام ج:۱ص:۳۷۔

(۲)شرایع الاسلام ج:۴ص:۱۸۵۔۱۸۶۔

(۳)شرایع الاسلام ج:۱ص:۱۰۴۔۱۰۵۔

اصول یہ ہے کہ کافر وہ ہے جو اسلام سے خارج ہو یا جو خود کو مسلمان تو کہتا ہو لیکن ضروریات دین کا منکر ہو جیسے خوارج اور غلاۃ۔کتاب نکاح میں عقد کے لواحق کے بارے میں فرماتے ہیں:

مسئلہ نمبرا:

نکاح میں دونوں کا کفو ہونا شرط ہے،کفو سے مراد یہ ہے کہ دونوں مسلمان ہوں اور نکاح میں ایمان کی شرط ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں،اظہر یہ ہے کہ محض اسلام پر اکتفا کیا جائے اگرچہ ایمان کا لحاظ رکھنا مستحب مو ر ہے خصوصاً زوجہ کی طرف سے ایمان کی شرط زیادہ ضروری ہے اس لئے کہ عورت اپنے شوہر کے مذہب کو اختیار کر لیتی ہے البتہ نکاح ناصبی سے صحیح نہیں ہے۔[۱]جو اعلانیہ اہل بیت علیہم السلام کے دشمن ہیں اس لئے کہ راوت اہل بیت علیہم السلام کا ارتکاب دین اسلام کو باطل کر دیتا ہے۔[۲]ذباحۃ کے بارے میں فرماتے ہیں:ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے،بت پرست کا ذبیحہ قبول نہیں ہے،لیکن ایمان کی شرط نہیں ہے ایک قول بعید میں ایمان کی بھی شرط ہے البتہ جو اہل بیت اطہار علیہم السلام سے اعلانیہ دشمنی رکھتا ہو اس کا ذبیحہ صحیح نہیں ہے،جیسے خارجی اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کرے۔[۳]

مسائل اللواحق میں فرماتے ہیں:مسلمان بازاروں میں جو ذبیحہ یا گوشت بکتا ہے اس کا خرید ناجائز ہے اور تفحص ضروری نہیں کہ بیچنے والا مسلمان ہو۔[۴]

----

(۱)شرائع الاسلام ج:۱ص:۵۳۔

(۲)شرائع الاسلام ج:۲ص:۲۹۹۔

(۳)شرائع الاسلام ج:۳ص:۲۰۶۔

(4) شرائع الاسلام ج:۳ص:۲۰۶۔

کتاب الفرائض میں فرماتے ہیں:(فرائض سے مراد مواریث ہے یعنی میراث کو روکنے والی چیزیں)تیسری بات یہ ہے کہ مسلمان وارث ہوگا چاہے اس کے مذہب میں اختلاف ہو اور کفار،وارث ہوں گے چاہے ان کے گروہوں میں اختلاف ہو۔(۱)

کتاب القصاص میں قصاص کی شرطیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:دوسری شرط دین میں برابر ہونا،مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا چاہے وہ کافر ذمی ہو،مستامن ہو یا کافر حربی۔(۲)

جواز قصاص میں مسلمان اور آزاد ہونا ضروری ہے اور یہ کہ مقتول کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو یعنی خون ناحق بہایا گیا ہو۔(۳)

مذکورہ بیانات کی بنیاد پر شیعوں کا نقطہ نظر سمجھ لینا چاہئے،عام صحابہ کے ساتھ بھی شیعوں کا یہی معاملہ ہے لیکن جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سوال کیا گیا اور حضرت نے ان کے بارے میں حدیث فرمائی تو شیعہ اس حدیث کے مطابق عمل کرتے ہیں ورنہ صحابہ اور عام مسلمانوں کے درمیان اسلام کے معاملے میں شیعوں کی نظر میں کوئی فرق نہیں ہے،شیعہ اس کو مسلمان سمجھتے ہیں جو شہادتین کی گواہی دے، اسلام کا پابند ہو،اعلانیہ اسلام کی دعوت دیتا ہو اور اسلامی فرائض کو پورا کرتا ہو،ان کے درمیان جن بنیادوں پر فرقہ بندی یا اختلاف ہے وہ اسلام کے علاوہ ہیں اور شیعہ ان کا خیال نہیں کرتے بلکہ ان کے دل کے اندر کیا ہے اور پر بھی غور نہیں کرتے بلکہ آپسی معاملات کی بنیاد وہ ان کے ظواہر کو بناتے ہیں اور ظاہر پر عمل کرتے ہیں،اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کا بھی یہ کردار رہا تھا اور ہر دور میں اسی معیار کو مانا گیا ہے،چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں جو آپ سے جنگ کرنے آئے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا:وہ ہمارے بھائی

---

(۱)شرائع الاسلام ج:۴ ص:۱۳

(۲)شرائع الاسلام ج:۴ ص:۲۱۱

(۳)شرائع الاسلام ج:۴ ص:۲۳۴

ہیں ۰ نہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے،آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہیں،آپ نے ان کی عورتوں کو کنیز نہیں بنایا، ان کے مال کو حلال کیا اس لئے کہ وہ اہل قبلہ یعنی مسلمان تے،بس یَں شیعوں کا بھی طریۃ ہے وہ ظاہر پہ اعتبار کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اکثر اسلامی فرقے بھی یَں کرتے ہیں۔

کتاب و سنت اور مسلمانوں کی بول چال میں کفر کا ا لاق زید پہ افراد پر ہوتا ہے

بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں کتاب و سنت اور مسلمانوں کی گفتگو میں کفر کا ا لاق ان افراد پہ بھی ہوتا ہے جو کلمہ شہادتین کے قائل ہیں، جھی ساب کے ور پہ تو جھی اس کے با ن کا لحاظ کرتے ہوئے کہ وہ آدمی اسلام کے کسی تقاضے کو پورا ہس نہیں کرتا صرف کلمہ کا شاہد ہے لیکن عقیدہ اور عمل میں استقامت نہیں رکھتایا اور بندوں سے اللہ نے جن عبادات اور وفائے عہد کا مطالبہ کیا ہے اس کو انجام نہیں دیتا اور جھی ایسا ہوتا کہ اس کا با نی عقیدہ اسلام کی دعوت سے مطابقت نہیں رکھتا، ایسے شخص کو نفاق سے م عون کیا جاتا ہے، ان صورتوں میں قرآن مجید ایک رخ کی وضاحت کرتا ہے کہ

((و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکٰفرون))(۱)

جو اللہ کے نازل کئے ہوئے فیصلہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں۔

اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

((وللہ علی الناس حج البیت من الستطاع الیہ سبیلا و من کفر فانّ اللہ غنی عن العالمین))(۲)

ترجمہ آیت:((اور لوگوں پہ واجب ہے کہ محض خدا کے لئے خانہ کعبہ کا ج کریں، ۰ نہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے استطاعت کے با وجود ج سے انکار کیا تو

---

(۱)سورہ مائدہ آیت:۴۴

(۲)سورہ:آل عمران،آیت:۹۷

(یاد رکھئے کہ)خدا سارے سے بےنیاز ہے۔

اس سلسلے میں سرکار دو عالمؐ کا قول بھی شاہد ہے جو بہت سے راویوں سے مروی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا:دیکھو میرے بعد کفر کی طرف نہ پلٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگو[۱]

اور جناب عائشہ کا قول، عثمان کے لئے کہ اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے[۲]

عمر بن خطاب کا حاطب ابن ابی بلتعہ کے بارے میں سرکار سے یہ کہنا کہ اے خدا کے رسول! ان کی گردن ماردینی چاہئے یہ کافر ہو گیا ہے۔[۳]

حذیفہ یمانی کا قول کہ نفاق عہد نبیؐ میں تھا آج تو دو ہی چیزیں ہیں یا کفر ہے یا ایمان ہے۔[۴]

ابوشعیب کا یہ جملہ کہ حفص نامی شخص نے شافعی سے مناظرہ کیا،حفص نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے،شافعی نے جواب دیا:تم نے خدا سے کفر کر دیا۔[۵]

اور یاسر کی حدیث حضرت ابوالحسن علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:جو اللہ کی تشبیہ دے وہ مشرک ہے اور جو اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جنہیں اس نے منع کیا ہے وہ کافر ہے۔[۶]

---

(۱) صحیح بخاری ج:۱،ص:۵۶،کتاب علم باب الانصات للعلماء،ج:۲،ص:۶۱۹،کتاب الحج ایام منیٰ کے خطبہ کے سلسلے میں

(۲)تاریخ طبری،ج:۳،ص:۱۲،اس باب میں کہ جس میں عائشہ نے کہا تھا کہ خدا کی قسم میں عثمان کے خون کا بدلہ ضرور لوں گی۔

(۳)الاحادیث المختارہ ج:۱ص:۲۸۶،جس میں عبداللہ بن عباس نے عمر سے روایت کی اور کہتے ہیں کہ اس کی سند بھی صحیح ہے،مسند عمر بن خطاب،ج:۱،ص:۵۵۔

(۴) صحیح بخاری ج:۶ص:۲۶۰۶،کتاب الفتن،قسم کے باب میں، سیر اعلام النبلا،ج:۱۰،ص:۳۰،امام شافعی کے حالات میں۔

(۵) سنن کبریٰ بیہقی ج:۱۰،ص:۴۳،کتاب الایمان

(۶)عیون اخبار رضا ج:۱،ص:۹۳

ابا لت ہروی کی ایک حدیث حضرت امام رضا علیہ السلام سے ہے،آپ نے حضرت سے پوچھا:اے فرزند رسول خدا لی اللہ علیہ و آ ہ و سم اس حدیث کا کیا مطلب ہے لا ا ہ الا اللہ کا ثواب خدا کے چہرے پہ نظر کر نے کے ثواب کے ب ابر ہے،آپ نے فرمایا اے ابا لت! جو اللہ کی ت ریف کسی چہرے سے کرتا ہے وہ کافر ہے بلکہ اس کا چہرہ اس کے انبیا،اس کے مرسین ع م السلام اور اس کی حجتیں ہیں،یہ وہ حضرات ہیں جن کہ وجہ سے لوگ خدا اور اس کے دین اور اس کی معفت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو انبیا و مرسین اور خدا کی حجتوں کو قیامت کے دن ان کے درجات پہ نظر کرنا ثواب عظیم کا سبب ہے،اسی لئے سرکار دو عالم لی اللہ علیہ و آ ہ و سم نے فرمایا کہ جو ہمارے اہل بیتؑ سے ب رکھتا ہے قیامت کے دن مجے نہیں دیکے گا۔(۱)

اور آپ نے فرمایا:تم میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو مجھ سے جدا ہونے کے بعد پھر مجے نہیں دیکیں گے اور اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

لیکن مذکورہ وضاحت اسلام کے اس معنی کے منافی ہے جو اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے اور نہ احکام کی ترتیب کو رو تی ہیں(یعنی اسلام کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کلمہ شہاتین اور ضروریات دین کا قائل ہے وہ مسلمان ہے)جیسا کہ مسلمانوں کہ فتہ عموی سے ظاہر ہوتا ہے،مسلمانوں کے تمام فرقے آپس میں معالات کرتے رہے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مسلمان ہونے کا برتاؤ کرتے رہے ہیں سوائے ب خوارج کے یا اسی طرح کے دوسرے فرقوں کے جو شاذ ہیں اور مسلمانوں نے ان سے ہمیشہ سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے،عام شیعہ صحابہ یا عام مسلمانوں کو اسلام کے مذکورہ بالا معنی سے خارج نہیں سجھتے گر یہ کہ ب شیعوں کا یہ مسلک بھی رہا ہے لیکن ی الحال میں ان کو نہیں جانتا اور ان کے بارے میں معلومات کرنا میرے لئے آسان بھی نہیں ہے، اگر کہیں ایسا پایا بھی جاتا ہے تو ایسا شیعہ اپنے نظریہ میں تنہا اور وہ اپنے قول اور موقف کا خود ہی جواب دہ ہے،ظاہر ہے کہ شیعہ عوام یا شیعہ قوم پہ اس کا ایک کے نظریہ کا جواب دینے کی ذمہ داری عائد

---

(۱)توحید(صدوقؒ)ص:۱۱۸۔۱۱۷

نہیں ہوتی چہ جائیکہ یہ خطرناک قول تمام شیعوں پہ لاددیا جائے اور ان کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

سوال:۲۔مجھ سے دو باتوں کے بارے میں پوچھا یا تھا، ایک تنیر صحابہ اور دوسرے صحابہ کو گالیاں بنا۔

آپ کا دوسرا سوال گالی اور ن سے متق ق ہے۔

اس معاملے میں شیعوں کا طرز عمل بیان کرنا اور کوئی کوس بات کہنا تو بہت مشکل ہے، شیعوں میں بہت سے شعبے پائے جاتے ہیں اور یہ لوگ بھی بہرحال تمام لوگوں کی طرح انسان ہیں، ان کی قوت جذبات کے برداشت کی طاقت عمومی رن ن اور دینی ثقافت کسی ایک صحابی یا تمام اصحاب کے بارے میں ان کا مبلغ علم،ان کی اخلاق اور دینی ضرورتیں،ان کی گھریلو اور سماجی تربیت اور ان کے اپنے دلی جذبات پہ حملہ ہونے کے وقت مذاہب کا طریقہ۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں انسانوں کی مختلف مقدار اور مختلف امکانات میں پائی جاتی ہیں اور شیعہ انسان ہیں مقام عمل میں ان تمام باتوں سے متاثر ہوتے ہیں، اس لئے ا تمام ور پہ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ شیعوں کا اس سلسلے میں کیا نظریہ ہے،البتہ صحابی کے بارے میں شیعہ یہ نظریہ رکھتے ہیں جس کی انہیں تعلیم دی گئی ہے اور جس پہ دلیلیں ان کے پاس موجود ہیں اور صرف صحابہ ہی نہیں بلکہ تابعین اور عام مسلمانوں کے بارے میں بھی ان کا یہی نظریہ ہے۔

ا خود اپنی نظر میں قابل احترام نہیں تھے

اگر جو آدمی صحابہ کی تاریخ کو پڑھے اور بنظر غائر ان حرکات کو دیکھے جو ان سے سرزد ہوئیں ہیں تو یہ بات ثابت ہوجائے گی کہ تمام صحابہ قابل احترام نہیں ہیں اور ان کے تقدس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی ہے جب کہ کچھ لوگوں نے تمام صحابہ کے گرد تقدس کا ایک بے بنیاد دائرہ کھینچ رکھا ہے۔

بلکہ صحابہ کے حالات پہ نظر کرنے سے یہ بات بہرحال ثابت ہوجاتی ہے کہ صحبت پیغمبرؐ انہیں ناہوں سے نہیں بچاسکی،ان کے عیب کو دور نہیں کرسکی یہاں تک کہ صحابہ آپس میں ایک دوسرے کو

گالی دینے اور لعن و طعن کرنے سے پرہیز کرتے تے بلکہ خود صحابہ نے تو خود صحابہ کو اتنی گالیاں دیں اتنی لعن و لعن کس کہ۔ ان کا یہ کارنامہ مشہور ہو یا اور صحبت پیغمبر انہیں گالی لوج سے باز نہیں رکھ سکی۔

عثمان کے معاملے میں ابر کے کارنامے

ثمان کے معاملے میں صحابہ کے درمیان کیا پھ نہیں ہوا تاریخ سے پوشیدہ نہیں ہے،صحابہ آپس میں دشنام طرازی کرتے رہے اور قول ع عمل سے اپنے تہذیبی دیوانے پن کا ثبوت پیش کرتے رہے۔

ثمان کو گالی دینے میں اور ان پر لعن کرنے میں سب سے زیادہ سخت یہ تین نام آتے ہیں،طلحہ،زبیر اور عائشہ،روایت تو یہاں تک ہے کہ طلحہ صاحب نے ثمان پر پانی بند کر دیا تھا[1]اور ان کے پاس لوگوں کی آمد و رفت پر بھی پابندی عائد کر دی تھی۔[2]

ابن ابی الحدید نے مقتل ثمان نام کی کتاب میں مدائنی سے نقل کیا ہے کہ طلحہ نے تین دن تک ثمان کی میت کو دفن نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ حکیم بن حزام جو بنی اس ابن عبدالعزی کا تھا اور جبیر ابن مطعم ابن حارث بن نوفل نے امیرالمومنین علی علیہ السلام سے گزارش کی کہ ثمان کو دفن کرنے کی اجازت دی جائے تو طلحہ نے قبرستان کے راستے میں کچھ لوگوں کو پتھر دے کر بٹھا دیا جو ثمان کی میت لیجانے والوں کو پتھر سے مارتے تے، واقدی کہتے ہیں:جب ثمان قتل ہوئے تو ان کے دفن کے بارے میں بات ہونے لگی طلحہ نے صاف کہہ دیا انہیں دیر سلع یعنی یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔[3]

واقدی کہتے ہیں کہ ثمان کے گھر پر جب حملہ ہوا تھا اس وقت جو لوگ موجود تے ان سے روایت ہے کہ طلحہ نے اپنا چہرہ نقاب سے چھپائے ہوئے تھا اور ثمان کے گھر پر پتھر برسا رہے تے یہ اس دن

---

(۱)الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۳۸۔انساب الاشراف ج:۵ص:۷۱۔

(۲)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۶۸۔۲۶۹۔

(۳)شرح نہج البلاغہ ج:۱۰ص:۶۔۷۔

کی بات ہے جس دن عثمان قتل ہوئے،روایت تو یہاں تک ہے کہ جب محاصرہ کرنے والے عثمان کے گھر میں کود گئے اور انہیں قتل کر دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ زبیر فرما رہے تھے عثمان کو قتل کر دو انہوں نے تمہارا دین بدل دیا ہے ان سے کہا گیا کہ آپ قتل کا فتوی دے رہے ہیں اور آپ کے بیٹے عثمان کے دروازے پر کھڑے ہوئے عثمان کی حمایت کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے میں اس بات کو ناگوار نہیں سمجھتا کہ عثمان قتل ہوجائیں اگر چہ قتل کی ابتدا میرے بیٹے ہی سے ہو، عثمان کل کڑک پر پڑا ہو ایک مردار ہوگا[۱]یہ بات پہلے بھی عرض کی جاچکی ہے کہ عائشہ عثمان کے بارے میں کہتی تھیں اس داڑھی والے کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے ایک دن عثمان منبر نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے اور عائشہ اور حفصہ لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکار رہی تھیں جب عثمان نے سلام پھیرا تو فرمایا یہ دونوں فتنہ پرداز عورتیں لوگوں کی نماز میں رخنہ ڈال رہی ہیں پھر خطاب کرکے فرمایا اگر تم دونوں گالیاں دینے سے باز نہیں آئیں تو میں تمہیں حلال گالیاں دوں گا اور میں تم دونوں کی اصل سے واقف ہوں[۲]اور جب سعد نے عثمان کی مخالفت کی تو عثمان انہیں تکلیف پہنچانے کے ارادے سے جارہے تھے امام علیؑ منبر میں آرہے تھے عثمان امام سے منبر کے دروازے پر ٹکرا گئے،سعد عثمان کو حضرت علیؑ کے سامنے ہی گالیاں دینے لگے۔[۳]

ایک جماعت نے جس میں عثمان بھی شامل ہیں طلحہ،زبیر،اور عائشہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکایا انہیں گالیاں دیں اور ان کے قتل پر آمادہ کیا۔[۴]

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:میں چار افراد کے ذریعہ گرفتار بلا ہوا ہوں لکارتہ ین اور پ ت

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۹ص:۳۵۔۳۶،طلحہ و زبیر کے بارے میں کلام امامؑ۔

(۲)الجامع(ازدی)ج:۱۱ص:۳۳۵۔۳۵۶،باب فتن میں۔

(۳)الجامع(ازدی)ج:۱۱ص:۳۵۶،باب فتن میں۔

(۴)تاریخ طبری ج:۴ ص:۲۶۸۔۲۶۹،قتل عثمان کے بارے میں۔

تین شخص یعنی طلحہ،سب سے بہادر یعنی زبیر،لوگوں کے لئے سب سے زیادہ مرکز اطاعت یعنی عائشہ اور سب سے ۔ سر فتنہ پیدا کرنے والا یعنی ابن امیہ،فرمایا یہ لوگ مجھ سے وہ حق مانگ رہے ہیں جن کو خود ترک کر چکے ہیں،اس خون کا بدلہ مانگ رہے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے اور انہوں نے مجھے چھوڑ کے دوسرے کو ولی بنایا ہے اگر میں انکار میں ان کا ساتھ دیتا تو وہ انکار نہیں کرتے اور عثمان کا قصاص سوائے ان کے کسی پر نہیں ہے یہ لوگ باغی گروہ ہیں خدا کی قسم طلحہ و زبیر اور عائشہ یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ لوگ باطل پرست ہیں[1]دوسری جگہ ارشاد فرمایا لیکن انہیں خدا کی قسم ہرگز دعوت نہیں دی گئی تھی وہ خود خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے نکلے ہیں اور وہی لوگ عثمان کے قاتل ہیں۔[2]

محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ عثمان کا خون تین تہائیوں میں تقسیم ہے ایک تہائی صحاب ہودج یعنی عائشہ کے ذمہ ہے ایک تہائی سرخ اونٹ والے کے ذمہ ہے یعنی طلحہ اور ایک تہائی علی بن ابی طالب کے ذمہ ہے۔[3]

سعد بن ابی وقاص سے کسی نے پوچھا کہ عثمان کا قاتل کون ہے انہوں نے کہا میں تمہیں بتاتا ہوں تلوار عائشہ نے کھینچی اس پر صیقل طلحہ نے کی اور اس کو زہر آلودہ علی بن ابی طالب نے کیا زبیر خاموش رہے لیکن ہاتھ سے اشارہ کیا میں روکنا چاہتا تو ان کی مدافعت کرتا لیکن عثمان نے دین میں بہت سی تبدیلیاں کر دی تھیں۔[4]

اسرائیل بن موسی کہتے ہیں کہ میں نے حسن کو یہ کہتے سنا کہ طلحہ اور زبیر بصرہ پہنچے لوگوں نے پوچھا تم لوگ کیوں آئے ہو کہنے لگے عثمان کا خون طلب کرنے آئے ہیں حسن نے کہا سبحان اللہ

---

(۱)الاستیعاب ج:۲ ص: ۲۱۳۔۲۱۴،طلحہ بن عبیداللہ کے بارے میں۔

(۲)تاریخ طبری ج: ۳ ص: ۲،بیعت علیؑ کے ذکر میں۔

(۳)تاریخ طبری ج: ۳ ص: ۱۲ ۔

(۴)الامامۃ و السیاسۃ ج: ۱ص: ۴۸،اور اسی طرح العقد الفرید،ج:۴ص:۲۹۵،کتاب العسجدۃ الثانیہ۔

کیا اس قوم کے پاس بالکل ہی ںچھ نہیں ہوتی تو یہ کہتے کہ ثمان کو تمہارے علاوہ علاوہ کسی اور نے قتل کیا۔[1]

یہ کہانی بھی بہت مشہور ہے کہ مروان نے ثمان کے بدے میں طلحہ کو قتل کر دیا[2]بلکہ استعیاب کا مولف لکھتا ہے قابل اعتبار علما کا اس معاملے میں بالکل اختلاف نہیں کہ جنگ جمل میں مروان نے طلحہ کو قتل کیا حالانکہ طلحہ اسی کی فوج میں تھا۔[3]

اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ طلحہ اور ثمان کے درمیان جو چھ ہوا اس پر نادم تے لوگ کہتے ہین کہ طلحہ کے ناہوں کا کفارہ یہی تھا کہ وہ قتل کر دیئے جائیں۔[4] ثمان کا اکار کرنے واے اور ان پر عنہ کرنے والوں میں عمار یاسر بھی تے عمار اور محمد بن ابی بکر کہا کرتے تے کہ ثمان ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے ہیں اور انہوں نے منافقت کی ہے(۵)اور عمار خون ثمان کو اتنا محترم نہیں سمجھتے تے کہ اس کا قصاص لیا جائے۔[6]

بالانی کہتے ہیں کہ عمار ثمان کے بارے میں صاف کہتے تے کہ وہ کافر ہوگئے ہیں اور ثمان کے قتل کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم نے ثمان کو قتل کر دیا اور جس دن ہم نے قتل کیا وہ کافر ہوچے تے شاید کہ ثمان نے عمار کوڑ انا تھا،ان کی تادیب کی تھی ان کے اس قول کی بنا پر جو اکثر کہتے تے کہ ہم نے ثمان کو ما دیا اور ہم اس سے بری ہیں۔[7]

---

(۱)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۲۸،کتاب مرفۃ الصحابہ

(۲)الطبقات الکبری ج:۳ص:۲۲۲۔۲۲۳،ج:۵ص:۳۸،مستدرک صحیحین،ج:۳ص:۴۱۷۔۴۱۸،کتاب مرفت صحابہ،المعجم الکبیر،ج:۱ص:۱۱۳(اور اس میں ہے کہ مروان نے طلحہ کو قتل کیا)الاستیعاب ج:۲ص:۲۱۴،۲۱۳،طلحہ بن عبیداللہ کے حالات میں

(۳)الاستیعاب ج:۲ص:۷۹

(۴)الطبقات الکبری ج:۳ص:۲۲۲،الاستیعاب،ج:۲ص:۲۱۳،مستدرک علی صحیحین،ج:۳ص:۴۱۹،کتاب مرفۃ الصحابہ

(۵) معجم الکبیر،ج:۱ص:۷۹

(۶) مجمع الزوائد ج:۹ص:۹۷۔۹۸،باب امر ثمان اور ان کی وفات کے سلسلہ میں المعجم الکبیر،ج:۱ص:۸۱

(۷)التمہید ص:۲۲۰

کلثوم ابن جبر ابو زریہ جہنی سے روایت کرتا ہے الغادیۃ جو عمار کا قاتل ہے الغویۃ کہتا ہے کہ ہم نے وادی عقبہ میں رسول کی بیعت کی اس دن آپ نے فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ اے لوگوں کہ تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام قرار دیا یا اس دن تک کے لئے کہ تم اپنے پروردگار سے اسی حرمت کے ساتھ لاقات کرو یہ حکم اسی دن اسی مہینہ اور اسی شہر میں دیا یا کیا میں نے حکم خدا پہنچادیا؟ہم نے کہا ہاں تو پھر فرمایا دیکھو ہمارے بعد کا فرمت ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

کلثوم کہتا ہے کہ الغادیۃ جہنی نے کہا ہم عمار یاسر کو شریف آدمی سمجھتے تھے لیکن میں نے ایک دن مسجد قبا میں عمار کو کہتے سنا کہ یہ لمبی داڑھی والا یہودی عثمان اگر میں اس کے خلاف اپنا مددگار پاتا تو اب تک اسے قتل کر چکا ہوتا الغاویہ نے کہا کے پالنے والے اگر تو چاہے تو مجھے عمار پر تمکن دیدے جب صفین کا دن آیا تو وہ فوج کے اگلے دستے میں پیدل آگے بڑھا اتنے میں ایک مرد دکھائی دیا جو نقاب پوش تھا پس اس نے اس مرد کے سینے میں نیزہ مارا جب وہ گر گیا تو اس نے آگے بڑھ کے اس کی پنی کو ہٹایا پتہ چلا یہ عمار یاسر ہیں اس نے عمارت کا سر کاٹ لیا۔

کلثوم کہتا ہے کہ میں نے اس الغاویہ سے زیادہ گمراہ کسی کو نہیں پایا اس لئے کہ عمار کے قتل کے بارے میں اس نے سرکار دو عالم سے اپنے کانوں سے سنا تھا کہ عمار کا قاتل اور ان کا سامان لوٹنے والے دونوں جہنمی ہیں[1]

ابھی عرض کیا جاچکا ہے کہ عثمان عمار کو بہت گالیاں دیتے تھے کبھی کہتے اے بہت زیادہ پیشاب کرنے والی کے بیٹے[2] کبھی کہتے تو جھوٹا ہے اے سمیہ کے بیٹے(۳) کبھی کہتے کہ یا عاض ابیہ(۴)اور کبھی فرماتے کہ میری طرف اس کلوٹی کے بیٹے پر وائے ہو۔[5]

(ا)الطبقات الکبری ج:۳ص:۲۶۰۔ (۲)انساب الاشراف ج: ۵ ص: ۴۸۔

(۳)انساب الاشراف ج: ۵ ص: ۴۹۔

(۴)انساب الشراف:ج: ۵ ص: 54۔

(۵)تاریخ یعقوبی،ج:۲ص:۱۷۱

(صحابی تو ثمان بھی تے اور جناب عمار یاسر بھی لیکن دونوں کی آپس میں مار پیٹ مشہور ہے)جیسے کہ ثمان نے کم دیا کو عمار کو پیٹا جائے اس غریب پہ اتنی مار پڑی کہ وہ بے ہوش ہوگئے اور تنی نمازیں چھوٹ ئیں[1] یا ان کے پیر پہ مار پڑی یہاں تک کہ چوٹ ان کے خصیوں پہ پڑی اور وہ چھسک[2] یا پھر انہیں کھینچتے ہوئے لائے اور دروازہ پہ ڈال دیا یا[3] ثمان ان کے پیٹ پہ کھڑے ہو کے ان کے پیٹ کو لتے یہاں تک کہ وہ بیہوش ہوگئے[4] بلکہ انہوں نے تو عمار کے قتل کا بھی اردہ کر لیا تھا گ بنی مخزوم نے ثمان سے بات کی اور ان کو اس اقدام سے باز رکھا۔[5] پھر ثمان اور عبدالرحمن بن عوف کے درمیان جو معالات ہوئے وہ بھی قابل غور ہیں عبدالرحمن بن عوف ثمان پہ بہت سختی کرتے تے اور انہوں نے امیرالمومنینؑ سے کہا کہ آپ اپنی تلوار لیں اور میں اپنی تلوار اٹھاتا ہوں، بیشک ثمان نے مجھ سے بدعہدی کی ہے[6] اور عبدالرحمن بن عوف نے یہ قسم بھی کھائی کہ تا حیات ثمان سے نہیں بولیں گے[7] جب وہ بیمار پڑے تو ثمان عیادت کو گئے لیکن عبدالرحمن نے کوئی توجہ نہیں دی[8] اور ناراضی کی حالت میں مر گئے[9] یہ وصیت بھی کر کے گئے کہ ثمان ان کے جنازے کی نماز نہیں پڑھیں گے۔[10]

---

(۱)انساب الاشراف،ج۵ص:۴۸۔

(۲)انساب الاشراف،ج:۵ص:۴۹۔

(۳)الامۃ و السیاسۃ،ج:اص:۳۳۔

(۴)مصنف ابن ابی شیبہ،ج:۴ص:۱۹۹،کتاب الامراء،العقد الفرید،ج:۴ص:۳۰۷،ا برۃ الثانیہ۔

(۵)انساب الاشراف،ج:۵ص:۵۴۔۵۵،تاریخ یعقوبی،ج:۲ص:۷۳۔

(۶)انساب الاشراف،ج:۵ص:۵۷۔

(۷)انساب الاشراف،ج:۵ص:۵۷،تاریخ ابی الفداء،ج:ا،ص:۱۶۶،العقد الفید،ج:۴،کتاب ا برۃ الثانیہ،ص:۳۰۵،۲۸۰۔

(۸)تاریخ ابی الفداء،ج:اص:۱۴۴،شرح نہج البلاغہ،ج:اص:۱۹۶،العقد الفرید،ج:۴ص:۲۸۰،کتاب ا برۃ الثانیۃ۔

(۹)تاریخ ابی الفداء،ج:اص:۱۴۴،شرح نہج البلاغہ،ج:اص:۱۹۶،العقد الفرید،ج:۴ص:۲۸۰،کتاب ا برۃ الثانیۃ۔

(۱۰)انساب الاشراف،ج:۵ص:۵۷۔

ثمان نے ایک بڑا محل بنایا تھا اس میں جب ولیمہ کیا تو بہت سے لوگوں کے ساتھ عبدا لرحمن کو بھی بلایا عبدالرحمن نے اس محل میں صاف کہہ دیا کہ اے عفان کے بیٹے لوگ تمہارے بارے میں جن باتوں کو جھوٹ سمجھ رہے تھے اسے تم نے سچ کر دکھایا میں تمہاری بیعت سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں یہ سنتے ہی ثمان غضبناک ہوگئے اور نے میں ایک غلام سے کہا عبدالرحمن کو ابھی میری محفل سے نکال دو اور فرمایا کہ خبردار عبدالرحمن کے پاس کوئی نہیں بیٹھے[1]

عبدالرحمن کے سامنے ثمان کا تذکرہ کیا یا جب وہ مرض موت میں مبتلا تھے تو عبدالرحمن نے کہا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں کلافت کے کنویں تک پہنچ چکا ہوں اور اس کا پانی بھی پی لیا ہے لیکن عبدالرحمن اس پانی سے محروم رہ گئے[2]یہی نہیں بلکہ عبدالرحمن پر ثمان،نفاق کا الزام رکھتے تھے بلکہ انہیں منافق شمار کرتے تھے[3]یہاں تک روایت ہے عبدالرحمن نے فرمایا کے مجھے جینے کی اب کوئی خواہش نہیں کہ ثمان مجھے منافق کہتے ہیں۔[4]

ثمان اور ابوذر کے درمیان بھی جو کچھ ہوا وہ کافی مشہور ہے یہاں تک کہ ابوذر کو ثمان نے ربزہ جانے پر مجبور کیا اور ربزہ ہی میں ان کا انتقال بھی ہو گیا۔[5]

ابواسحاق لکھتے ہیں کہ ایک دن ابوذر ثمان کے دربار پہنچے اور ان کے کسی عیب کی نشاندہی

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۱۹۶۔

(۲)انساب الشراف ج:۵ص:۵۷۔

(۳)صواعق المحرقہ،ص:۱۱۲،السیرۃ الحلبیۃ،ج:۲ص:۲۷۳،باب مدینہ کی طرف ہجرت۔

(۴)شرح نہج البلاغہ ج:۲۰ص:۲۵۔

(۵)المستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۵۲،کتاب المغازی والسرایا ص:۳۸۷،کتاب معرفۃ الصحابۃ،مسند احمد،ج:۵ص:۱۴۴،طبقات الکبری،ج:۴ص:۲۳۴،۲۲۷،السنۃ لابن ابی عاصم،ج:۲ص:۵۰۱،شرح ابن ماجہ،للسیوطی،ص:۱۵،باب سننے اور اطاعت کے باب میں،استیعاب، ج:۱ ص:۲۱۵،حالات ابوذر میں، سیر اعلام النبلاء،ج:۲ص:۵۷۔۷۱۔۷۷،حالات ابوذر میں، سیرۃ النبویۃ،ج:۵ص:۲۰۵،جنگ تبوک،تاریخ طبری،ج:۲ص:۱۸۴۔

کی پھر ابوذر کھڑے ہوگے مولائے کائناتؑ اپنے عصا کا سہارالیتے ہوئے عثمان کے پاس آئے عثمان نے ان سے پوچھا کہ اس آدمی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو اللہ کے رسول کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے امام نے فرمایا اس کو مومن آل فرعون کی منزل میں رکھئے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کو جھوٹ کی سزا ملے گی اور اگر سچا ہے تو آپ کو جس بات سے ڈرا رہا ہے وہ آپ کے سامنے مصیبت بن کے آئے عثمان کو مولا علیؑ کی یہ بات بڑی بری لگی،آپؑ غصہ میں فرمایا تیرے منھ میں خاک پڑے جب امام نے فرمایا خاک تمہارے منہ میں پڑے کیا تم ہر کام ہماری رائے سے کرتے ہو جو مجھ سے مشورہ کر رہے ہو۔[۱]

سعید ابن مسیّب کہتے ہیں کہ عثمان نے سرکار دو عالمؐ کے وقف کئے ہوئے کسی کوئیں کو خرید لیا تھا مولائے کائنات نے انہیں روکنا چاہا تو دونوں کے درمیان بات بڑھ گئی یہاں تک کہ عباس آگئے انہوں نے دیکھا کہ عثمان نے مولائے کائناتؑ کو مارنے کے لیے اپنا تازیانہ اٹھایا ہوا ہے اور مولاؑ نے عثمان کو مارنے کے لئے اپنا ڈنڈا اٹھایا ہوا ہے تو عباس نے دونوں کو سمجھا بجھا کے ٹھنڈا کیا۔[۲]

عثمان کے سامنے عبداللہ بن مسعود لائے گئے تو عثمان نے کہا:اب تمہارے سامنے وہ چوپایہ آیا ہے جو اپنے کھانے پر پلتا ہے،پھر قے کرتا ہے اورلید کرتا ہے اور یہ کہ عثمان نے حکم دیا کہ عبداللہ بن مسعود کو زمین پر گرا کر مارا جائے،پس اتنا مارا کہ یہاں تک کہ ان کی پسلی ٹوٹ گئی عثمان عبداللہ بن مسعود پر یہ الزام رکھتے تے کہ وہ عثمان کا خون حلال سمجھتے ہیں[۳] عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کے وظیفہ کو روک دیا[۴]یہاں تک عبداللہ ابن مسعود مرگئے اور عثمان کو خبر تک نہیں ہوئی۔[۵]

---

(۱)الجامع(ازدی) ج:۱۱ص:۳۴۹،باب الامراء۔

(۲) مجمع الزوائدج:۷ص:۲۲۶،اور اسی طرح المعجم الاوسط،ج:۷ص:۳۶۷۔

(۳)انساب الاشراف ج:۵ص:۳۶۔

(۴)تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۴۷،انساب الاشراف،ج:۵ص:۳۷،تاریخ الخمیس،ج:۲ص:۲۶۸۔

(۵)تاریخ الخمیس ج:۲ص:۲۶۸،انساب الاشراف،ج:۵ص:۳۷۔

محمد ابن ابوخدیجہ اور محمد ابن ابی بکر مصر میں عثمان کا عیب لوگوں کے بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عثمان کا خون حلال ہے۔[1]

مختصر یہ کہ عثمان اور صحابہ کے درمیان منافرت، گالم گلوج اور اختلافات کے اتنے شواہد تاریخ میں موجود ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا ہے اور اتنے روشن واقعات ہیں جن کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے حد یہ ہوگئی کہ دور عثمان میں ایک صحابی جو مدینہ میں مقیم تھا ایک دوسرے صحابی کو جو مدینہ میں نہیں تھا لکھا کہ تم لوگ مدینہ سے باہر جہاد کے لئے گئے اور چاہتے ہو کہ دین محمدیؐ برباد ہوچکا ہے اور لوگ اس کو چھوڑ چکے ہیں جلدی آگے دین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو یہاں قائم کرو، اس خط کا اثر یہ ہوا کہ لوگ چاروں طرف سے مدینہ میں آکے جمع ہوگئے اور عثمان کو قتل کر ڈالا۔[2]

قتل عثمان کے بعد صحابہ کے درمیان کیا ہوا؟

قتل عثمان کے بعد صحابہ اور بری حالت ہوگئی صحابہ ایک دوسرے پر گناہ کبیرہ کا الزام لگانے لگے ہر ایک سامنے والے کو دنیا کی محبت میں فتنہ پرور کہنے لگے۔اور انہوں نے سارے عہد و پیمان توڑ ڈالے مولا کائناتؑ نے صاف کر دیا کہ طلحہ زبیر اور عائشہ بیبی اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پرست لوگ ہیں۔

مولائے کائناتؑ کا کلام ایک جگہ تو گزشتہ بیان سے زیادہ سخت ہے جب آپ نے صحابہ اور تابعین کی جماعت کے سامنے ان کی اور معاویہ کی پول کھولی ہے آپ فرماتے ہیں میں نے فتنہ کی آنکھیں کھول دی ہیں اگر میں نہیں ہوتا تو فلاں فلاں اور فلاں سے جنگ نہیں ہوتی اور نہ اہل نہروان سے جنگ کرنی پڑتی اگر تم اس کام کے ذمہ دار نہیں بنتے اور عمل کرنا چھوڑ دیتے تو

---

(۱)تاریخ طبری ج:۴ص:۶۴۰

(۲)تاریخ طبری ج:۴ص:۶۶۲

تمہارے درمیان وہ خرابی پیدا ہوجاتی جس کی تمہارے نبی نے پیش گوئی کی تھی اس شخص کے لئے جو کسی کو گمراہ دیکھ کے اس سے قتال کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ ہم حق پر ہیں۔(۱)

اور دوسرے خطبہ میں ارشاد رفرمایا کہ محمد بن ابی بکر کی آواز آرہی ہے وہ مدد کے لئے پکار رہے ہیں اس لئے کہ نابغہ کا بیٹا خدا کا دشمن اور دشمنان خدا کا سرپرست ان کی طرف چل پڑا ہے دیکھو ایسا نہ ہو کہ گمراہ لوگ اپنے باطل کے لئے طاغوت کے راستے پر بھروسہ کرتے ہوئے تم سے زیادہ جمع ہوجائیں جب کہ تم حق پر ہو۔(۲)

سب کو معلوم ہے کہ مولائے کائناتؑ اور عمرو بن عاص کے درمیان تحکیم کا صلح نامہ لکھنے کے وقت کیا پیش نہیں ہوا جب اہل شام نے صاف انکار کیا کہ علی کو امیرالمومنین نہ لکھا جائے حضرت نے فرمایا اللہ اکبر،اللہ اکبر،تاریخ اپنے کو دہرا رہی ہے اور ایک مرتبہ یہ واقعہ دوسری صورت میں پیش آچکا ہے خدا کی قسم مجھے صلح حدیبیہ کا صلح نامہ یاد آرہا ہے جب میں ہادی اعظم کے سامنے خود آپ کی ہدایت پر لکھ رہا تھا میں نے جب ہادی اعظم کو رسول لکھا تو کفار قریش بگڑ گئے اور کہنے لگے ہم انہیں خدا کا رسول مانتے تو پھر جھگڑا کس بات کا تھا ہم تو ان کی گواہی نہیں دیتے آپ صرف اپنے نبی کا نام اور ان کے باپ کا نام لکھیں اللہ آپ ہماری کس سے مثال دے رہے ہیں وہ لوگ تو کفار تھے آپ ہمیں کفار سے مشابہ قرار دے رہے ہیں جب کہ ہمارا اور مسلمانوں کا دشمن نہیں رہا تیری مثال تو صرف تیری ماں سے دی جاسکتی ہے جس نے تجھے پیدا کیا عمروعاص یہ سن کے اٹھ گیا اور بولا ہم آج کے بعد آپ کے ساتھ کسی مجلس میں ایک جگہ نہیں ہوں گے امیرالمومنینؑ نے جواب دیا کہ میں بھی خدا سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ میری مجلس مجھ سے بلکہ تیری جیسے لوگوں سے پاک رکھے گا۔(۳)

---

(۱)مصنف بن ابی شیبہ ج:۷،ص:۵۴۸،کتاب السنة،لعبداللہ بن احمد،ج:۲،ص:۶۳۷،کتاب الفقن، لیۃ الاولیاء،ج:۴،ص:۱۸۶

(۲)تاریخ طبری ج:۳،ص:۱۳۴

(۳)تاریخ طبری ج: ۳ ص: ۱۳۴

جنگ   ﻏﻔین میں آپ نے عمار کے حادثہ کے بعد ایک خطبہ دیا آپ نے فرمایا:اے لوگو!ہمارے ساتھ ان کی طرف چلو جو خون ﺜﻤﺎن کو طلب ر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ   ﺜﻤﺎن مظلوم مارے گئے(سب نہیں)بلکہ انہوں نے دینا کو چکھا اور اس سے محبت کرنے ے اور اپنا ہدف دنیا ہی کو بنالیا یہ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر حق پر چلیں گے تو حق ان کے اور دنیا کے درمیان حائل ہوجائے گا جس کے یہ لوگ عادی ہوچکے ہیں اس قوم کا اسلام کی سابقہ تاریخ میں کوئی کارنامہ بھی تو نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ لوگوں سے طلب اطاعت کا حق رکھتے یا ان کے ولی ہوتے اس لئے انہوں نے اپنے پیچھے چلنے والوں کو یہ کہہ کے دھوکا دیا کہ ہمارا رہبر مظلوم مارا یا تا کہ خون   ﺜﻤﺎن کے طلب کرنے کے بہانے سے جابر بادشاہ بن سکیں پھر آپ خطاب فرما رہے تے یہاں تک کہ آپ عمروعاص کے پاس پہنچے اور فرمایا تو نے اپنے دین کو لک مصر کے بدے میں بیچ دیا ہے خدا تجھے ہلاک کرے پھر ہلاک کرے تو بہت دنوں سے اسلام میں   بی پیدا کرتا چلا آرہا ہے۔

امیرالمومنین ہی نے عبیداللہ بن عمر بن خطاب سے فرمایا خدا تجھے غارت کرے تو نے اپنے دین کو دشمن اسلام اور دشمن اسلام کے بیٹے سے بیچ دیا ہے ابن عمر کہنے ے میں تو   ﺜﻤﺎن بن عفان کا خون طلب کرنے نکلا ہوں آپ نے فرمایا:جہاں تک میرا علم گواہی دے رہا ہے تو خدا کو طلب کرنے ہرگز نہیں نکلا ہے۔(۱)

معاویہ اور اہل معاویہ بھی امیرالمومنین علیہم السلام اور آپ کے اصحاب کو برا کہنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

یہ ﻦ صحابہ ہیں   وں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا حلال سمجھ لیا تھا جس کے نتیجے میں   ﻏﻔین کی جنگ ہوئی اور دس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو کھا گئی یہاں تک کہ بات تحکیم تک پہنچی پھر بھی

----

(۱)تاریخ طبری ج:۳ص:۹۸

امیرالمومنینؑ کی صحابیت میں تو کسی کو شک نہیں سب مانتے ہیں کہ آپ صحابہ میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں لیکن طبری لکھتا ہے کہ نماز صبح کے قنوت میں امیرالمومنینؑ فرماتے تھے پالنے والے لعنت کر معاویہ، عمر وعاص اور عور سلمی، حبیب، عبدالرحمن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید پر، معاویہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ قنوت میں علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، ابن عباسؑ اور اشترؑ پر لعنت بھیجتا تھا[1] یہاں تک کہ مسلمانوں کے منبروں سے امیرالمومنین علیؑ پر لعنت بھیجنے کا سلسلہ اور آپ کے اہل بیتؑ کے قتل کرنے کا اور آپ کے شیعوں کے قتل کرنے کا سلسلہ بہت دنوں تک اموی بادشاہوں کی سنت بنا رہا جس کی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اصحاب کے درمیان کیا ہوا؟

حق تو یہ ہے کہ صحابہ کے درمیان خلافت کا مسئلہ ہے کہ وفات پیغمبرؐ کے بعد ہی اختلاف کی ابتدا ہوگئی تھی ایک گروہ قریش کا تھا تو دوسرا انصار کا پھر یہ اختلافات قریش اور اہل بیتؑ کے درمیان بھی پیدا ہوئے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے، ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر الزام تراشی کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ اس میں شدت آتی گئی۔

تاریخی شواہد ملاحظہ ہوں، عمر کہتے ہیں خدا سعد بن عبادہ کو قتل کرے[2] یا سعد بن عبادہ کو قتل کر دو، خدا اسے قتل کرے[3] یا سعد کو قتل کر دو وہ منافق ہے۔[4]

اہل بیتؑ اور قریش میں جو اختلاف ہوا وہ سب کو معلوم ہے میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا

---

(۱) تاریخ طبری ج:۳ص:۱۱۳۔

(۲) صحیح بخاری، ج:۲ص:۲۵۰۶، کتاب المحاربین، باب رجم الحبلی۔

(۳) منصف بن ابی شیبۃ، ج:۷ص:۴۳۲، کتاب المغازی، فتح الباری، ج:۷ص:۳۲، ریاض النضرۃ، ج:۲ص:۲۰۸، تیرہویں فصل، تاریخ طبری، ج:۲ص:۲۴۴۔

(۴) تاریخ طبری، ج:۲ص:۲۴۴۔

البتہ امیرالمومنینؑ کے کچھ خطبے جو آپ نےمناسب مقامات پر ارشاد فرمائے ہیں صورت حال کی سختی اور ماحول کی تنگی کی عکاسی کرتے ہیں کچھ باتیں صدیقہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا کے دو خطبوں سے بھی واضح ہوتی ہیں جن کی روایت بلاغات النساء[1]اور اعلام النساء[2]جیسی کتابوں میں ہے اس کے علاوہ مورخین نے بھی ماحول کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے لکھتے ہیں کہ فتنہ خلافت کے فرو ہونے کی دو وجہ تھی ایک تو یہ کہ انصار کا معاملہ ٹھنڈا پڑ یا اور انہوں نے اپنے نفس پر جبر کیا دوسرے اہل بیت نبیؐ کے قائد سرکار مولائے کائناتؑ نے یہ دیکھا کہ اگر وہ غاصبان خلافت سے بالکل الگ ہوجاتے ہیں اور سخت موقف اختیار کرتے ہیں تو اسلام کو بہت بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہ نقصان اس نقصان سے بڑا ہوگا جو آپ کے حق کے فوت ہونے سے آپ کو پہنچا ہے،اس لئے آپ نے محض اتمام حجت کے لئے اپنے مطالبوں کو نرم انداز میں پیش کیا تا کہ لوگ متوجہ ہوجائیں کہ حقدار خلافت کوئی اور ہے جیسا کہ آپ نے ایک عملی نمونہ اس وقت پیش کیا جب لوگ شوری میں عثمان کی بیعت کر رہے تھے اور آپ کا احتجاج اسی نرمی کے ساتھ مناسب مقامات پر جاری رہا مقصد صرف اتمام حجت تھا۔

جو یہ سمجھتا ہے کہ حقائق کو جاننا بہت ضروری ہے اس کو چاہئے کہ وہ اپنے دل کی قوت فیصلہ کو آواز دے اور اپنے جذبات و عقائد سے دل کو آزاد کر کے کتابوں کا مطالعہ کرے تو اس کے سامنے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتے گی اور شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی اس لئے کہ اللہ کی حجت واضح ہے۔

و مان کان اللہ لیضل قوماً بع اذھداھم حتی یبیّن لھم ما یتقون[3]

ترجمہ:اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا یہاں تک کہ ان چیزوں کو

---

(۱)تاریخ طبری،ج:۲،ص:۲۳۳۔

(۲)تاریخ طبری،ج:۴،ص:۱۲۶۔۱۲۸۔

(۳)سورہ توبہ آیت:۱۱۵۔

جتادے جس سے وہ پرہیز کریں۔

جب انسان مذکورہ بالا باتوں کا وقت نظر اور اخلاص سےمطالعہ کرے گا تو پھر وہ حصول حق کی ذمہ داری کو ادا کرے گا اور خدا کے سامنے اس کو جوابدہ نہیں ہونا پڑے گا قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

یوم لا یغنی مولی عن مّولی شیئاً و لا هم ینصرون[۱]

ترجمہ:اس دن کسی بھی انسان کو اس کا دوست کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا ے گا نہ ان کی کوئی مدد کی جاے گی۔

یوم ندعو کل اناس بامامهم فمن اوتی کتٰبه بیمینه فاولئک یقرئون کتٰبهم و لا یظلمون فتیلا[۲]

ترجمہ:اس دن ہم ہر انسان کو اس کے امام کے حواے سے پکاریں گے اور جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ لوگ خوشی خوشی اپنے نامہ اعمال کو پڑھتے ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

و من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاخرة اعمیٰ و اضلُّ سبیلا[۳]

ترجمہ:اور جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور گمراہ کن راستے پر چلنے والا ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بُرے صحابہ کوئی بہت بڑی چیز یا عام انسانوں سے اوپر کوئی چیز نہیں تے بُرے صحابہ کی زبان خراب تھی،اخلاق اصولوں سے نابلد تے اور ان سے گالی گلوچ سرزد ہوتی تھی جو کسی خاص اختلاف یا موقع کا انتظار نہیں کرتا تھا بلکہ یہ بداخلاق، بدتمیزی اور بدگوئی

----

(۱)سورہ دخان آیت:۴۱۔

(۲)سورہ اسراء : آیت:۷۱۔

(۳)سورہ اسراء : آیت:۷۲۔

ان کی تہذیب کا تقاضا بھی اور ان کی ثقافت کا حصہ تھی اور ان کا مزاج عام انسانوں سے مختلف نہیں تھا۔

اپنے زشتہ بیان کی ت ریق کے لئے میں چھ مثالین پیش کر رہا ہوں تا کہ آپ کی سمجھ میں آجائے کہ صحابہ پر کچھ لوگوں نے تقدس کا جو ایک خول چڑ ا رکھا ہے وہ ان حضرات پر کسی طرح فٹ نہیں ہوتا آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ صحابہ کے کردار کیسے تھے، نمونے ان کے کردار کا ضعف انہیں سمجھتے ہیں بلکہ ان کے معاشرے میں ایک صحابی دوسرے صحابی کے ساتھ نامناسب سلوک کرتا رہتا اور ان کا ضمیر انہیں لامت۔

ا۔ کی سیرت میں وہ انسانی خامیاں جو عام طور سے سب میں پائی جاتی ہیں

پہلی قسم:وہ کمزوریاں جو عام صحابی میں تھیں اور کسی کی شخصی کمزوری نہیں تھی اس سلسلے میں نمونے کے طور پر چند واقعات حاضر ہیں۔

ا۔فدک کا مشہور و معروف واقعہ جس میں ان حضرات نے نبی کی عزت پر براہ راست حملہ کیا تھا اور سرکار کو کافی اذیت پہنچائی تھی،نبی کی عزت سے کھیلا تو یا چاہے وہ عائشہ کے سلسلے میں ہو،جن میں بڑے صحابہ یہاں تک کہ وہ صاحب بھی تھے جو بدری سپاہی تھے اور حسان بن ثابت و غیرہ کا بھی نام آتا ہے اور چاہے جناب ماریہ کے چچازاد بھائی کی غلطی کا نتیجہ ہیں اور نہیں کیسے بیتے نہیں ہیں(معاذ اللہ عن ذلک)جیسا کہ عائشہ سے روایت کی گئی ہے بہرحال ماریہ اور عائشہ دونوں نبی کی بیویاں تھیں اور ان پر جنسی بے راہ روی کا الزام خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی عزت پر حملہ تھا، استعمال کیا ان سے نبی کی تشفی بھی ہوگی اور الزام تراشی کرنے والے کی تہدید بھی کر دی گئی،لاحظہ فرمائیں تنے سخت الفاظ ہیں۔

ان الذین جاؤو بالافک عصبه------------------(۱)

ٰوں نے جھوٹی تہمت ئی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے،تم اپنے حق میں اس تہمت کو برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے جس شخص نے جتنا ناہ سمیٹا اس کی سزا کو وہ خود بھگتے گا اور ان میں سے جس شخص نے اس تہمت میں بڑا حصہ لیا اس کو بڑی سزا ملے گی۔

و لو لا فضل اللہ علیکم و رحمته------------------(۲)

دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ:اگر خدا کا فضل و کرم دنیا و آخرت میں تمہارے شامل نہ ہوتا تو جس بات کی تم نے چرچا کی تھی اس کی وجہ سے تم پر کوئی سخت عتاب آتا اس لئے کہ تم اس ندی بات کو ایک دوسرے سے بیان کئے جارہے تے اور ایسی بات کہتے تے جس کا تمہیں علم بھی نہیں تھا اور تم اس بات کو آسان سمجھتے تے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی سخت بات تھی۔

۲۔اس طرح صحابہ سرکار نبوت کی خاندانی شرافت اور نجابت پر بھی حملہ کرنے سے نہیں چوکتے تے اور بنی ہاشم جو سرکار لی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا قبیلہ تھا اس کو برا بھلا کہہ کے آپ کو تکلیف پہنچاتے تے یہاں تک کہ انہوں نے سرکار کو غضب ناک کر دیا اور ان کی باتوں کا جواب دینے کے لئے آپ کو منبر پر آنا پڑا،صحابہ کہتے تے کہ محمدؐ کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ کوڑے پر جیسے کھجور کا درخت نکل آئے(۳)

----

(۱)سورہ نور:آیت:۱۱۔

(۲)سورہ نور:آیت:۱۴،۱۵

(۳)المستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۲۷۵

بھی کہتے کہ محمدؐ تو بنوہاشم میں یوں ہیں جیسے بدبودار کوڑے پہ کوئی پھول کھل جائے[۱] یا زمین کیچڑ میں گلاب یا کوڑے پہ کجور کا درخت۔[۲]

عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگ حضور کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ آپ کی قوم کے لوگ کہہ رہے ہیں کہ محمد تو کوڑے پہ کجور کا درخت ہیں۔

عبدالمطلب بن ربیعہ کہتے ہیں سرکار نے جب اپنے خاندان کے بارے میں یہ خیالات سنے تو آپ نے صحابہ کی جماعت سے پوچھا اے لوگوں میں کون ہوں؟جواب ملا آپ خدا کے رسول ہیں فرمایا میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں میں ایسی باتیں سنتا ہوں جو پہلے نہیں سنی گئیں،سنو!اللہ نے اپنی مخلوقات کو پیدا کر کے دو حصوں میں تقسیم کیا پھر ان کے قبائل بنائے اور مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا گھروں میں سب سے بہتر گھرانے میں مجھے قرار دیا دگھرانے اور نفس کے اعتبار سے تم سب لوگوں سے بہتر ہوں۔[۳]

بعض روایتوں میں ہے کہ سارے خرافات کچھ صحابہ خود سرکار کی صاحب زادی سے کہتے تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو خبر دی(۴)اور بعض روایتوں میں ہے کہ جناب عباس نے نبیؐ سے شکایت کی تھی کہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ عمر نے نبی کریمؐ سے کہا:[۵]

---

(۱) معجم الکبیر،ج:۱۲ص:۴۵۵،مجمع الزوائدج:۸ص:۲۱۵ ،کتاب علامات النبوۃ ، باب کرامۃ اصلہ،معرفت علوم الحدیث،ص:۱۶۶،الکامل فی الضعفاء،ج:۶ص:۲۰۰۔

(۲)فضائل الصحابہ،ج:۲ص:۹۳۷۔

(۳)مسند احمد،ج:۴ص:۱۶۵،اور اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ،ج:۶ص:۳۰۳،کتاب فضائل،باب اعطی اللہ محمداً،السنۃ لابن ابی عاصم،ج:۲ص:۶۳۲۔۶۳۳،باب من ذکر قریش،ج:۲۰ص:۲۸۶،مجمع الزوائد،ج:۸ص:۲۱۵۔۲۱۶،کتاب علامات النبوۃ،فی کرامات اصلہ۔

(۴)معرفت علوم حدیث:ص:۱۶۶،الکامل فی الضعفاء،ج:۶ص:۲۰۰،معجم الکبیر،ج:۱۲،ص:۴۵۵،مجمع الزوائد،ج:۸،ص:۲۱۵،کتاب علامات النبوۃ،باب کرامات اصلہ۔

(۵) مجمع الزوائد،ج:۸ص:۲۱۶،علامات النبوۃ،باب کرامات اصلہ۔

۳۔افک کے واقعات کا تتمہ بھی پڑھ لیجئے۔

روایت ہے کہ جب یہ بات نبی تک پہنچی تو آپ منبر پر گئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:اے لوگو!تم میں سے کون سزا دے جو مجھے تکلیف پہنچا رہا ہے،سعد بن معاذ نے تلوار نکالی اور کہنے لگے خدا کے رسولؐ اگر وہ قبیلہ اوس سے ہے تو میں ابھی اس کا سر آپ کی خدمت میں پیش کروں اور اگر قبیلہ خزرج کا ہے تو آپ جو حکم دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا یہ سن کے عبادہ کھڑے ہوئے اور بولے کہ تم جھوٹے ہو خدا کی قسم تم اس کے قتل پر قدرت نہیں رکھتے تم تو محض ایام جاہلیت کا کینہ نکالنے کے لئے ہمارے قبیلہ کے بارے میں ایسی بات بول رہے ہو پھر دونوں جلال میں آگئے سعد بن معاذ نے آواز دی اے اوس والو!اور سعد بن عبادہ نے پکارا اے خزرج والو!پھر اس کے بعد اینٹ پتھر چلنے لگے اس پر جنگ مغلوبہ شروع ہوگئی بات ختم کرنے کی نیت سے اسید بن حضیر کھڑے ہوئے انہوں نے پوچھا یہ جھگڑا بیکار ہے یہ پیغمبر خداؐ خدا کے حکم سے ہمیں حکم دینے کا حق رکھتے ہیں چاہے کسی کو اچھا لگے یا برا۔(۱)اس واقعہ کو امام بخاری نے عائشہ کے لفظوں میں بیان کیا ہے،عائشہ کہتی ہیں کہ اس درمیان ایک شخص کھڑا ہوا ام احسان،اس کی بنت عم اس کے قبیلہ سے تھی،کھڑا ہونے والا شخص سعد بن عبادہ تھا جو قبیلہ خزرج کاسردار تھا عائشہ کہتی ہیں پہلے سعد بن عبادہ بہت شریف آدمی تھے لیکن اس وقت قبیلہ کا تعصب ان پر غالب تھا انہوں نے سعد بن معاذ سے کہا تم خدا کی قسم جھوٹے ہو تم اس کو نہیں قتل کرسکتے اگر وہ تمارے قبیلہ سے ہوتا تو تم اس کا قتل ہرگز نہیں چاہتے،اس وقت اسید بن حضیر جو سعد کے چچا تھے کھڑے ہوئے اور بولے خدا کی قسم اب تو اسے ضرور قتل کریں گے،تم منافق ہو اور منافقوں کی حمایت میں لڑ رہے ہو،یہ سنتے ہی قبیلہ اوس و خزرج جمع ہوگئے اور جنگ پر آمادہ نظر آنے لگے سرکار منبر پر کھڑے تھے اور انہیں ٹھنڈا کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ چپ ہوئے۔(۲)

---

(۱) مجمع الزوائد،ج:۹ص:۲۳۸،کتاب المناقب،باب حدیث الافک، معجم الکبیر،ج:۲۳،ص:۱۲۷۔

(۲) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۵۲۰۔کتاب مغازی، باب حدیث افک۔

۴۔ حدیثوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مدینہ کے کچھ لوگ نماز جمعہ کو اہمیت نہیں دیتے تھے اور اس میں شرکت سے پہلو تہی کرتے تھے نبی کو یہ بات ناگوار گزری آپ نے انھیں متوجہ کیا اور ڈرایا۔

کعب بن مالک کی حدیث ملاحظہ ہو حضرت ہادی اعظم نے فرمایا: جو لوگ نماز جمعہ کی اذان سنتے ہیں اور جمعہ میں شریک نہیں ہوتے وہ ایسا کرنا چھوڑ دیں ورنہ خدا ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ لوگ غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔[1]

۵۔ سرکار جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ شہر میں ایک قافلہ خوراک لادے ہوئے آیا، مجمع اس قافلے کا شہرہ سنتے ہی نبی کا خطبہ چھوڑ کے چل پڑا اور خطبہ میں صرف بارہ آدمی رہ گئے[2]

حدیث میں ہے کہ جس وقت نبی جمعہ کو چھوڑ کے قافلے کی طرف دوڑا خطبہ میں فقط بارہ آدمی رہ گئے حضرت نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم سب چلے جاتے تو وادی مدینہ آگ سے بھر جاتی اس واقعہ کے بارے میں سورہ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

و اذا راو تجارة او لهواً انفضّوا اليها و تركوک قائماً[3]

ترجمہ: جن انہوں نے مال تجارت یا ڈھول باجا دیکھا تو اس کی طرف بھاگ گئے۔

۶۔ جب پہلی بار روزہ واجب ہوا تھا تو روزہ دار پر افطار کے بعد کھانا پینا اور مباشرت کرنا

---

(۱) مجمع الزوائد ج:۲ص:۱۹۳، اسی طرح کتاب الصلوة، باب فی من ترک الجمعة، مسند الشامیین، ج:۲ص:۲۸۵، معجم کبیر، ج:۱۹ص:۹۹، الترغیب و الترہیب، ج:۱ص:۲۹۵،

(۲) صحیح بخاری ج:۱ص:۳۱۶، کتاب جمعہ، باب الساعة......، صحیح بخاری، ج:۲ص:۵۹۰، کتاب الجمعة، باب فی قولہ تعالی، ((واذا راوا تجارة....))

(۳) سورہ جمعہ: آیت:۱۱، صحیح بن حبان، ج:۱۵ص:۲۹۹، مسند ابی یعلی، ج:۳ص:۴۸۶، تفسیر طبری، ج:۲۸ص:۱۰۴

حرام تھا لیکن بعض لوگ مباشرت کرتے جب کہ وہ حرام تھی باری تعالیٰ نے اس حرکت پر عتاب فرمایا پھر حکم میں تخفیف کردی قرآن مجید میں اس آیت کا ارشارہ مسلمانوں کی اسی نازیبا حرکت کی طرف ہے۔

أُحل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم ھنّ لباس لکم و انتم لباس لھن علم الله انّکم-------------- --[1]

ترجمہ:روزے کی راتوں میں عورتوں سے مباشرت تمہارے لئے حلال کردی گئی ہے وہ تمہارے لئے پردہ ہے اور تم ان کے لئے پردہ ہو،خدا کو معلوم ہوا کہ تم اپنے نفس میں جنابت کرتے ہو تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کردیا پس تم ان سے مباشرت کرو اور اپنی روزی تلاش کرو،کھاؤ،پیئو ،یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو۔

ے۔بدر کے غزوہ کا مال غنیمت تقسیم ہونے اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ اسلامی فوج کے تین حصے تھے ایک تہائی دشمن سے جنگ کر رہا تھا اور دشمن کو قید کر رہا تھا اور دشمن کے حملے سے آپ کو بچا رہا تھا اب جب مال غنیمت جمع ہو گیا تو اس کی تقسیم میں اختلاف ہوا جمع کرنے والوں نے کہا یہ سب ہمارا ہے،جنگ کرنے والوں اور اسیر کرنے والوں نے کہا تم سے زیادہ ہم حقدار ہیں ہم نے دشمن کا دھیان تمہاری طرف سے ہٹا دیا تھا اس لئے تم ہم سے زیادہ حقدار نہیں ہو اور جو نبی کی حفاظت کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ ہم دشمن کو قتل بھی کرسکتے تھے اور مال غنیمت بھی لوٹ سکتے تھے ہمیں کوئی روکنے والا نہیں تھا لیکن ہم نے صرف پیغمبرؐ کی حفاظت کی اسی لئے اس کے اصل مستحق ہم ہیں۔[2]

----

(۱)سورہ بقرہ آیت:۱۸۷، صحیح بخاری،ج:۴ص:۱۶۳۹،کتاب التفسیر،کتاب احل لکم لیلة الصیام،تفسیر بن کثیر،ج:۱ص:۲۲۱۔

(۲) سنن کبریٰ بیہقی ج:۶ص:۲۹۲،کتاب قسم الفیء والغنیمة،باب بیان مصرف الغنیمة،ثقات لابن حبان،ج:۱ص:۱۷۹۔

عبادہ ابن صامت کہتے ہیں ہمارے درمیان اختلاف ہو یا اور ہماری کج خلقی کی وجہ سے خدا نے وہ دولت ہم سے لے لی اور اس کا مالک تنہا کو بنادیا پھر حضرت نے برابری کی بنیاد پر اس مال کو تقسیم کر دیا اس میں تقویٰ اور اطاعت خدا کے ساتھ اطاعت رسول اللہ ؐ اور آپس کی اصلاح پوشیدہ تھی۔

((یسألونک عن الانفال قل الانفال للہ و الرسول فاتقوااللہ و اصلحوا ذات بینکم))(۱)

ترجمہ:خدا نے کہا ہے،لوگ آپ سے انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ ان سے کہہ دیں انفال تو اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کا حق ہے تم لوگ آپس میں سدھار پیدا کرو۔

۸۔صحابہ کو مال غنیمت کی بڑی فکر رہتی تھی بلکہ سب سے زیادہ فکر مال غنیمت ہی کی رہتی تھی،لاحظہ ہو!حارث بن مسلم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ ایک قریہ میں ہم نے کافروں کے ایک قبیلہ پر حملہ کیا تو ہمارے اصحاب نے ہمیں آگے بڑھا دیا ہم نے دیکھا اس کافر قبیلے کے بچے اور عورتیں فریاد کر رہی ہیں ہم نے پوچھا کیا تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو وہ بولے بالکل جان بچ جائے تو کیا کہنا ہم نے کہا جلدی سے کلمہ طیبہ پڑھ لو وہ سب کے سب کلمہ پڑھنے لگے اتنے میں ہمارے ساتھی پہونچنے اور(چونکہ وہ لوٹنے کی نیت سے آئے تھے)پورا واقعہ جان کے ہمیں لامت کرنے لگے کہ ہمیں تو بہت سا مال غنیمت ملنے والا تھا اس بدھوکی وجہ سے ہم مال غنیمت سے محروم رہ گئے بہرحال ہم لوگ ہادی برحق کی خدمت میں پہنچے آپ نے پوری تفصیل سننے کے بعد فرمایا کہ جس نے بھی سریہ میں شرکت کی ہے قیامت میں اسے اجر ملے گا۔

---

(۱)سورہ انفال:آیت:۱، سنن الکبری للبیہقی،ج:۶،ص:۲۹۲،کتاب الفیء والغنیمة،باب بیان مصرف الغنیمة،حدیث عبادة بن صامت،فی ذکر بدر، مجمع الزوائد،ج:۷،ص:۲۶،کتاب تفسیر سورہ انفال،مسند احمد،ج:۵،ص:۳۲۲،تاریخ طبری،ج:۲،ص:۳۸، سیرة نبویة،ج:۳،ص:۲۱۹۔

(۲)المعجم الکبیرج:۱۹،ص:۴۳۳،مجمع الزوائد،ج:۱،ص:۲۶،کتاب الایمان،باب فی ماتحرم دم المرء و مالہ۔

لاحظہ فرمائیے اس واقعہ میں مسلمانوں کی اخلاق پستی اور ضمیر کی خ ابی یہ لوگ اس کا فر قبیلہ کے اسلام پ خوش نہیں ہوئے بلکہ۔ اس بات پ ناراض ہیں کہ انہیں مال نہیں لا اپنے ساتھی کی لامت بھی اسی وجہ سے کر رہے ہیں۔

۹۔ابن عباس کہتے ہیں کہ بدر کے مال غنیمت میں ایک مخملی چادر تھی جو تقسیم کے وقت نہیں مل رہی تھی اصحاب کے دل میں فوراً یہ خیال آیا کہ لگتا ہے ہادی ب حق نے دبالی ہے خدا کو یہ بات اتنی ب ی لگی کہ اس نے اپنے نبی کی ﷺفائی میں آیت نازل کی:

((و ما كان لنبى ان يغلّ و من يغلل يات بما غل يوم القيامة))[1]

ت جمہ:نبی مال نہیں دباتا اور جو مال دبائے گا قیامت میں اسے اسی مال معضوب کے ساتھ لایا جائے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اصحاب نے کہنے لگتا ہے نبی نے وہ چادر رکھ لی ہے[2]اور یہ بات مشہور ہوگئی طبری ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اصحاب کہنے ے کہ نبی نے وہ چادر کہیں دبادی ہے[3]ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ابن عباس کہتے تے کہ جب کوئی چیز گم ہوجاتی تھی تو منافقین اس کی چوری کا ازام ہادی ب حق پ تے تے۔[4]

۱۰۔ب ا ابن عاذب کہتے ہیں احد کے دن حضور نے پچاس تیرا انداز کو ایک درہ پ م ین

---

(۱)آل عمران آیت:۱۶۱تفسیر ابن کثیر ج:اص:۴۲۲،تفسیر طبری،ج:۴،ص:۱۵۵،اس آیت کی تفسیر میں، نن ابن داؤود،ج:۴ص:۳۱، نن ت مزی،ج:۵ص:۲۳۰،کتاب تفسیر القرآن،عن رسول اللہ،مسند ابی یعلی،ج:۴ص:۳۲۷،مسند بن عباس،ج:۵ص:۶۰، معجم کبیر،ج:۱۱ص:۳۶۴۔

(۲)تفسیر ابن کثیر ج:اص:۴۲۲ تفسیر آیت،((و مان کان لنبی ان یغل))کے ضمن میں،تفسیر طبری،ج:۴ص:۱۵۴،تفسیر سورہ آل عمران میں۔

(۳)تفسیر طبری،ج:۴ص:۱۵۵،تفسیر آیت،آل عمران۔

(۴)تفسیر ابن کثیر ج:اص:۴۲۲تفسیر آیت،سورہ آل عمران میں((و ما کان لنبی ان یغل))کے ضمن میں۔

کیا فرمایا:اور کہ دیا کہ جب تک میرا پیغام نہ پہونچے خبردار یہاں سے مت ہٹنا چاہے ہماری ہار ہو یا جیت اور تھوڑی ہی دیر میں جنگ شروع ہوئی پس کفار پسپا ہوگئے اور ہم خدا کی قسم ان کی عورتوں کی پہاڑوں پر بھاگتے ہوئے دیکھ رہے تھے ان کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں اور ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں وہ اپنے لباس کو اٹھا کے بھاگے جارہی تھیں یہ دیکھ کر اس مورچہ مین درے کے اصحاب اپنے امیر عبداللہ بن جبیر سے کہنے لگے کہ کفار تو بھاگ رہے ہیں اے میری قوم والو مال غنیمت لوٹنے کا موقعہ بھی تو ہاتھ سے نکلا جارہا ہے ہمیں ضرور مال غنیمت لوٹنا ہے قصہ مختصر یہ کہ ۳۸ آدمی وہاں سے ہٹ کے مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے اور صرف چھ آدمی مورچہ پر رہ گئے بھاگا ہوا لشکر واپس آیا اور انہیں آدمیوں کو ریلتا ہوا مسلمانوں کے لشکر پر پشت سے حملہ کر دیا پیغمبرؐ کے پاس صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی مسلمان پیغمبر کو چھوڑ کے بھاگ گئے اس دن ستر مسلمان شہید ہوئے۔[1]

خداوند عالم نے مسلمان کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا:

((ولقس صدقکم اللہ وعدہ ا-----))

ترجمہ:خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا جب تم اس کی اجازت سے فتحیاب ہونے ہی والے تھے کہ تم

---

(۱)مسند احمد،ج:۴،ص:۲۹۳،حدیث:البراء بن عازب، سنن کبری(نسائی)ج:۶،ص:۳۱۵،کتاب تفسیر:قولہ تعالیٰ:(والرسول یدعوکم فی اخراکم) سنن ابی داؤود،ج:۳،ص:۵۱،کتاب الجہاد،باب فی کمناء،مسند ابن الجعد،ص:۳۷۵،تفسیر ابن کثیر،ج:۱،ص:۴۱۵،معرکہ احد، صحیح بخاری،ج:۳،ص:۱۱۰۵،کتاب الجہاد و السیر،باب ما یکرہ من من التنازع و اختلاف،نیز مختصر طور پہ روایت کی گئی ہے صحیح بخاری،ج:۴،ص:۱۴۶۸،کتاب المغازی باب غزوہ احد صحیح بن حبان،ج:۱۱،ص:۴۰،باب خروج و کیفیت جہاد،تفسیر ابن کثیر،ج:۱،ص:۴۱۴

(۲)سورہ آل عمران آیت:۱۵۲،تفسیر طبری،ج:۴،ص:۱۲۸،تفسیر قرطبی،ج:۴،ص:۲۳۶۔

پھیل گئے اور تم میں اختلاف پیدا ہو یا مال غنیمت دیکھ کے تم نبی کی نافرمانی کرنے لگے تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے مرید تھے کہ تمہیں آزمائے۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہمیں یقین نہیں تھا کہ کہ اصحاب پیغمبر بھی دنیا کے مرید ہوسکتے ہیں لیکن اس آیت نے آگے پردہ اٹھایا:

((منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرة))[1]

ترجمہ: تم میں سے کچھ وہ ہیں جو آخرت کےعاشق ہیں اور کچھ دنیا کے شیدا ہیں۔

کہتے ہیں کہ جنگ احد میں انس بن نضر نے سنا کچھ مسلمان کہہ رہے تھے جب انہیں قتل پیغمبر کی خبر لی کہ کاش ہمارے پاس کوئی پیغمبر ،ہوتا جو عبداللہ ابن ابی تک ہماری بات پہونچا دیتا تو وہ ہمیں ابوسفیان سے پناہ دلا دیتا لوگو! محمد تو قتل ہوگئے تم اپنے پہلے مذہب پر پلٹ جاتے قبل اس کے کہ وہ لوگ تمہیں پالیں اور قتل کر دیں،انس نے جواب دیا اے قوم! اگر محمد قتل ہوگئے تو محمد کا پروردگار تو قتل نہیں ہوا تم اسی عقیدہ پر جنگ کرو جس پر محمد جنگ کر رہے تھے پالنے والے یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں مجھے اس سے دور رکھنا میں ان کے قول و فعل سے بری ہوں پھر انہوں نے مضبوطی سے اپنی تلوار پکڑ لی اور جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔[2]

۱۱۔جب حدیبیہ کے عمرہ میں کفار قریش نے ہادی اعظم کو کہ میں داخل ہونے سے روکا اور یہ بات طے ہوگئی کہ پیغمبر اپنےاصحاب کے ساتھ مدینہ واپس جائیں گے اور اپنا عمرہ اگلے سال پورا کریں گے پھر صلح نامہ تیار ہونے لگا تو مسلمانوں میں زبردست اختلاف پیدا ہو یا اور انہوں نے صلح سے انکار کر دیا،حدیث میں ہے عمر بن خطاب کہتے ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا اتنا بڑا شک کبھی نہیں

---

(۱)تفسیر ابن کثیر ج:۱ص:۴۱۴،سورہ آل عمران کی تفسیر میں معرکہ احد، مجمع الزوائد،ج:۶ص:۳۲۷۔۳۲۸،کتاب تفسیر قول تعالی((منکم من یرید الدنیا))تفسیر طبری،ج:۴ص:۱۳۰،تفسیر قرطبی،ج:۴ص:۲۳۷۔

(۲)تاریخ طبری ج:۲ص:۶۷،غزوہ احد،تفسیر طبری،ج:۴ص:۱۱۲،((و ما محمد الا رسول))کی تفسیر میں فتح الباری،ج:۷ص:۳۵۱،دوسرے الفاظ میں

ہوا تھا،پھر میں حضور کی خدمت میں آیا اور پوچھا کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں آپ نے فرمایا بیشک ہوں،پوچھا کیا ہم لوگ حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ہم حق پر ہیں، میں نے کہا پھر اتنا جھک کے آپ نے صلح کیوں کی اس اپنے دین میں اتنی پستی کیوں قبول کی؟سرکار نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اور اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کرسکتا ہوں وہی میرا مددگار ہے میں نے کہا آپ نے کہا نہیں تھا کہ ہم . ر ہی کعبہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا کہا تھا لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال کریں گے،میں نے کہا نہیں یہ تو نہیں کہا تھا آپ نے فرمایا پھر تم کہ بھی آؤگے اور طواف بھی کروگے میں اپنے وعدہ پر قائم ہوں،عمر کہتے ہیں پھر میں ابوبکر کے پاس آیا اور پوچھا ابوبکر کیا یہ شخص نبی برحق نہیں ہے انہوں نے کہا ہیں،کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہین ہیں ابوبکر نے کہا بالکل ہیں میں نے کہا پھر اس شخص نے ہمیں دین کے معاملے اور اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرنے کا کر . دیا وہی ان کا مددگار ہے۔تم ان کے ہم رکاب رہو یہاں تک کہ مرجاؤ،میں نے کہا کیا انہوں نے ہم سے نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب کعبہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف بھی کریں گے ابوبکر نے کہا کہ سرکار نے کہا تو تھا لیکن آج کی قید تو نہیں لگائی تھی میں نے کہا نہیں آج کی شرط نہیں تھی ابوبکر نے کہا پھر وقت آئے گا اور مستقبل میں تم طواف بھی کروگے عمر کہتے ہیں کہ اس دن میں نے اپنی بے آبروئی کے بہت سے کام کئے۔[1]

جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو سرکار اٹھے اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اٹھو قربانی اور تحلیق کرڈالو لیکن مسلمانوں کے کان پر جوں نہ رینگی،سرکار نے تین بار حکم دیا گر مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوئے،بیٹھے رہے آپ شکستہ ہوکے ام المومنین ام سلمہ کے پاس آئے اور مسلمانوں کی نافرمانی کے بارے میں بتایا ام المومنین(ام سلمہؑ)نے عرض کیا خدا کے رسول اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کا حکم مانیں تو

---

(۱)۔صحیح بن حبان،ج:۱۱ص:۲۲۴۔۲۲۵،کتاب السیر اباب الموادعہ و المہادنہ(مصنف عبدالرزاق)،ج:۵ص:۳۳۰،کتاب المغازی،غزوۃ حدیبیہ، صحیح بخاری،ج:۲ص:۹۷۷،کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد و المصالحۃ۔

آپ باہر نہ یں کسی سے کچھ نہ کہیں اپنے تحلیق کرنے والے کو بلا کے تحلیق کر لیں اور قربانی کا جانور ذبح کر دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ام سلمہؑ کے کہنے کے مطابق باہر نکلے کسی سے کچھ نہیں فرمایا اپنا جانور ذبح کر کے اپنے حالق کو بلایا اور تحلیق کر لی جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبرؐ کی پیروی میں قربانی ذبح کر کے ایک دوسرے کی تحلیق کرنے لگے۔[1]

واقدی کہتا ہے ابوسعید کہتے تھے کہ عمر نے کہا حدیبیہ کے دن میرے دل میں امر عظیم واقع ہو یا اور میں نے پیغمبر سے ایسی کج بحثی کی جیسی پہلے کبھی نہیں کی تھی۔[2]

دوسری حدیث میں عمر کہتے ہیں رائے کو دین پر لادیا گیا تھا،میں پیغمبرؐ کی رائے کو رد کر رہا تھا اور حق سے ہٹا نہیں تھا،اس حدیث میں ہے کہ پیغمبر صلح پر راضی ہوگئے میں نے انکار کیا آخر پیغمبرؐ نے مجھ سے فرمایا عمر میں دیکھتا ہوں کہ میں راضی ہوں اور تم انکار کر رہے ہو۔[3]

سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ عمر کہتے تھے اے لوگو!اپنی رائے کو دین پر اہمیت دو میں نے صلح حدیبیہ کے دن ابوجندل کو دیکھنے کے بعد یہ سوچا کہ اگر میں پیغمبرؐ کے خلاف کچھ مددگار پاتا تو پیغمبرؐ کی بات سے انکار کر دیتا۔[4]

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ام سلمہ اور نبی کے درمیان یوں گفتگو ہوئی،آپ نے

----

(۱) صحیح بخاری ج:۲ص:۹۷۸کتاب الشروط، صحیح بن حبان،ج:۱۱ص:۲۲۵،مصنف لعبدالرزاق،ج:۵ص:۳۴۰،کتاب المغازی

(۲)فتح الباری ج:۵ص:۳۴۶،نیل الاوطارج:۸ص:۲۰۰،باب جواز مصالحہ.......

(۳)فتح الباری ج:۵ص:۳۶۴،

(۴) معجم الکبیرج:۶ص:۹۰،اسی طرح دوسرے لفظ میں بھی یہ حدیث نقل ہوئی ہے کہ اگر میں رسول کے حکم کو رد کر پاتا تو رد کر دیتا، معجم الکبیر(للطبرانی)ج:۲ص:۵۷،باب المیم(من اسمہ محمد)الفتن نعیم،بن حماد:ج:۱ص:۹۳،تاریخ بغدادج:۴ص:۱۱۶،احمد بن حجاج شیبانی کے حالات میں اور تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ تفسیر ابن کثیر،ج:۴ص:۲۰۱، صحیح بخاری ج:۳ص:۱۱۶۱،باب الجزیۃ و الموادیہ،باب اسم من عاھد ثم غدر، صحیح مسلم ج:۳ص:۱۴۱۲،کتاب الجھاد،والسیر کتاب صلح حدیبیہ

فرمایا:ام سلمہ تم دیکھ رہی ہو کہ میں لوگوں کو کم دے رہا ہوں اور لوگ میری نافرمانی کر رہے ہیں(۱)

ابوالمسیح کہتے ہیں کہ لوگوں کی نافرمانی پیغمبر کو بری لگی اور آپ ام سلمہؓ کے پاس آئے آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہلاک ہوگئے میں نے انہیں کم دیا کہ وہ سر منڈائیں اور قربانی کریں لیکن انہوں نے نہیں کیا۔(۳)

۱۲۔اس طرح اختلاف اس وقت بھی ہوا جب متعۃ الحج کو شرعی حیثیت دی گئی ہادی اعظم نے فرمایا کہ جو لوگ قربانی کا جانور نہیں لائے ہیں اپنے ج کو عمرہ سے بدل کے احرام کھول دیں پھر ج کے لئے ایام ج میں احرام کی تجدید کریں،یہ کم اصحاب کو بہت گراں گزرا اور انہوں نے اس کو بڑا گناہ سمجھا(۴)جیسا کہ جابر کی حدیث میں ہے کہ یہ عمل ان کی عادت کے خلاف تھا ایام جاہلیت کے عادی مسلمان یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اس عمل سے ج اور مشاعر مقدسہ کی بے حرمتی ہوئی ہے نبی کی بات کو رد کر دیا اور آپ کے کم کی ان سنی کر کے ایام جاہلیت کی طرح ج کرنے لگے یہاں تک کہ نبی کو غصہ آ گیا۔

جابر سےدوسری حدیث میں مندرجہ ذیل باتیں نقل کی گئی ہیں،ہم لوگ ج کے ارادے سے نکلے تھے تو ماہ ذی الحجہ میں صرف چار دین باقی تھے جب ہم طواف کعبہ کر کے سعی اور رمی جمرات

---

(۱)فتح الباری ج:۵ص:۳۴۷

(۲)فتح الباری ج:۵ص:۳۴۷

(۳)فتح الباری ج:۵ص:۳۴۶،نیل الاوطارج:۸ص:۲۰۰،باب جواز مصالحۃ المشرکین

(۴) صحیح مسلم ج:۲ص:۸۸۳، سنن کبری بیہقی ج:۴ص:۳۵۶،کتاب الحج،باب المتمتع فی العمرۃ، سنن کبری(للنسائی)ج:۲ص:۴۱۷،کتاب الحج،مسند احمد ج:۳ص:۳۰۲

بھی کر چکے تو سرکار نے حکم دیا کہ اب احرام کھول دو اور عورتوں کو حلال سمجھو،ہم نے کہا یا رسول اللہؐ اب تو عرفہ کا دن صرف پانچ دن کے فاصلے پر ہے کیا ہم حج کے لئے اس حال میں نکلیں گے کہ منی ہمارے عضو ذکر سے ٹپکتی ہوگی حضرت نے فرمایا میں تم لوگوں سے زیادہ نیک اور سچا ہوں اگر میرے پاس بھی قربانی ہوتی تو میں بھی احرام کھول دیتا،سراقہ بن مالک نے پوچھا یہ حکم صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے آپ نے فرمایا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔(۱)

براء ابن عازب کی حدیث میں ہے کہ سرکار اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے ہم نے حج کا احرام باندھا جب ہم مکہ میں پہنچے تو سرکار نے فرمایا اپنے حج کو عمرہ سے بدل دو ہم نے کہا سرکار ہم نے حج کا احرام باندھا ہے اس کو عمرہ سے کیسے بدل دیں فرمایا وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں اصحاب نے آپ کی بات ماننے سے انکار کیا آپ کو غصہ آیا عائشہ کے پاس آئے،عائشہ نے کہا آپ کو کس نے غضبناک کیا خدا اس کو غضبناک کرے آپ نے فرمایا مجھے کیوں نہ غصہ آئے میں لوگوں کو حکم دیتا ہوں اور لوگ میرا حکم نہیں مانتے۔(۲)

پیغمبر کے حکم کے خلاف ان کے دل میں گرہ پڑگئی یہاں تک کہ جب پیغمبر کی وفات ہوگئی اور عمر صاحب تخت سلطنت پر آئے تو ایام جاہلیت کی یہ رسم جاری کر دی اور بالا علان رسول کی مخالفت کرنے لگے عمر نے ((متعتہ الحج اور متعتہ النساء))دونوں کو حرام قرار دیا عثمان

---

(۱) سنن ابن ماجہ ج:۲ص:۹۹۲،کتاب المناسک الحج کے باب میں،اسی طرح صحیح بن حبان ج:۹ص:۲۳۲،باب تمتع،شرح معانی الآثار ج:۲ص:۱۹۲،اس کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں میں۔

(۲)مسند احمد ج:۴ص:۲۸۶،حدیث براء بن عازب اور اسی طرح مسند ابی یعلی ج:۳ص:۲۳۳،مسند براء بن عازب،مجمع الزوائد ج:۳ص:۲۳۳،کتاب الحج باب فسخ الحج الی العمرہ تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۱۱۵۔۱۱۶،ابی اسحاق کے حالات میں،سیر اعلام نبلاء ج:۵ص:۴۰۰،ابی بکر بن عیاش کے حالات میں مصباح الزجاجۃ ج:۳ص:۱۹۹، سنن الکبری للنسائی ج:۶ص:۵۶،کتاب عمل الیوم و الیلۃ، سنن بن ماجہ ج:۲ص:۹۹۳،کتاب المناسک باب فتح الحج،عمل الیوم و الیلۃ ج:۳ص:۱۹۹،شرح نووی علی صحیح مسلم ج:۱ص:۱۱۵۔۱۱۶،نیل الاوطار،ج:۵ص:۶۲،اور دیگر کتابوں میں بھی۔

اور بعد کے بادشاہ بھی سنت عمر پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ خدا کی شریعت تقریباً برباد ہوگئی۔

محمد بن عبداللہ بن نوفل بن عبدالمطلب کی حدیث میں ہے کہ معاویہ کے ساتھ لوگ ایک سال حج کر رہے تھے تو ضحاک نے کہا اسے نہیں بنایا مگر اس شخص نے جو اللہ کے حکم سے جاہل ہے،سعد بن وقاص نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تو نے یہ بات غلط کہی ضحاک نے کہا نہیں حج تمتع ہوتا تھا پیغمبر اسلامؐ خود کرتے تھے اور لوگوں کو حکم دیتے تھے عمر نے اپنے دور میں اس کو منع کر دیا ورنہ ہم پیغمبرؐ کے ساتھ حج تمتع کر چکے ہیں۔(۱)

مطرف کہتے ہیں کہ مجھے عمران بن حصین نے اپنے آخری وقت میں بلایا اور پھر کہا کہ میں تم سے کچھ باتیں کہہ رہا تم کو میرے بعد جو خدا کی طرف سے فائدہ پہونچائیں گی اگر میں زندہ رہا تو اس کو کسی کے سامنے مت کہنا اگر میں مر گیا تو ان باتوں کو دوسروں کو بتاسکتے ہو بات یہ ہے کہ سرکار نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا اور اس کے بعد کتاب خدا میں کوئی آیت اس کی ممانعت کی نہیں آئی اور نہ نبی نے منع کیا،اس کو ایک آدمی نے اپنی رائے سے حرام کیا ہے۔(۲)

۱۳۔اصحاب کی زبان پر اکثر جاہلیت کے دور کی باتیں جاری ہوجاتی تھیں۔

ابواقد لیثی کہتا ہے کہ جب کہ فتح ہوا تو سرکارؐ ہمارے ساتھ ہوازن کی طرف بڑھے یہاں تک کہ ہم لوگ ایک بیر کے درخت کے پاس پہونچے یہ وہ درخت تھا جس کی کفار عبادت کرتے تھے اور اس کو ذات انواط ہمارے لئے بھی ہونا چاہئے رسولؐ نے فرمایا اللہ اکبر یہ تو وہی بات ہے جو بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہی تھی کہ ہمارے لئے بھی

---

(۱) صحیح بن حبان ج:۹ص:۲۴۶ج و عمرہ کے باب میں،اور اسی طرح سنن الترمذی ج:۳ص:۱۸۵،کتاب الحج عن رسول اللہؐ ص:۱،باب ما جاء فی التمتع، سنن البیہقی الکبری ج:۵ص:۱۶کتاب الحج جماع ابواب الاختیار فی افرادالحج و التمتع با عمرہ،باب من اختار التمتع،مسند الشافعی ص:۲۱۸موطا مالک ج:۱ص:۳۴۴،کتاب الحج باب ماجاء فی التمتع مسند الشاشی ج:۱ص:۲۱۰،مسند احمد ج:۱ص:۱۷۳،مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص،مسند ابی یعلی ج:۲ص:۱۳۰،مسند سعد بن وقاص و غیرہ میں

(۲) صحیح مسلم ج:۲ص:۸۹۹کتاب حج،باب جواز التمتع اور اسی طرح طبقات الکبری ج:۴ص:۲۹۰،حالات عمران بن حصین میں،مسند احمد ج:۴ص:۴۲۸،حدیث عمران بن حصین

ایک خدا بنادے جیسا کافروں کے لئے خدا ہے موسیٰ نے جواب دیا تھا تم جاہل لوگ ہو،رسولؐ نے فرمایا یا تم لوگ اپنے سابق لوگوں کے طریقوں پر ضرور چلوگے۔(۱)

در منثور میں ہے ہم لوگ ایک درخت سے ہوکے گزرے جو بیر کا تھا اور کفار قریش اپنے ہتھیار اس پر لٹکایا کرتے تھے اسی لئے اسے ذات انواط کہتے تھے اس درخت کی کفار خدا کو چھوڑ کے پرستش بھی کرتے تھے جب سرکار ادھر سے گزرے تو آپ نے اس کو چھوڑ کے اس سے کم سایہ دار جگہ پر بیٹھے،حالانکہ دن بہت گرم تھا اسی وقت ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط ہوتا جیسا کفار کے لئے ہے۔(۲)

ابوعاصم کے الفاظ ہیں پیغمبرؐ کے ساتھ حنین کی طرف جارہے تھے اور ہم لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اصل میں ہم لوگ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے پس ہم ایک درخت سے ہوکے گزرے تو ہم نے کہا۔(۳)

۱۴۔جب سرکار ھوازن کے اسیروں کو واپس کرچکے اور اپنی سواری پر بیٹھے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور کہنے لگے مال غنیمت میں ہمارا حصہ دیجئے لوگ پیغمبر کو کھینچ کے ایک ببول کے نیچے لے گئے اتنا ہجوم ہوا کہ ردا آپ کے دوش مبارک سے گر گئی حضرت نے تنگ آکے فرمایا اے لوگو!ہماری ردا تو واپس کرو خدا کی قسم اگر تہامہ کے درختوں کے تعداد کے برابر بھی ہو تو اس کو میں تقسیم کروں گا اور

---

(۱) صحیح بن حبان ج:۱۵ص:۹۴،اس باب میں کہ یہ امت اپنے پہلے والوں کا اتباع کرے گی۔

(۲)در منثور:ج:۳ص:۱۱۴ابن ابی حاتم و ابن مدوبۃ اور طبرانی کی تفسیر آیت((و جاوزنا بنی اسرائیل))میں بیان کیا گیا ہے

(۳) سنن بن ابی عاصم ج:اص:۳۷،باب فیما اخبر بہ النبی ان امتہ ستفترق علی اثنتین و سبعین فرقۃ و ذمہ الفرق کلھا،اور تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ، سنن البکری نسائی:ج:۶ص:۳۴۶،کتاب تفسیر سورہ اعراف(فاتو علی قوم)کے ذیل میں، سنن ترمذی ج:۴ص:۴۷۵،باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم،مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۷ص:۴۷۹،کتاب الفقن،باب من کرہ الخروج فی الفتنۃ...،مسند الحمیدی ج:۲ص:۳۷۵،الجامع(ازری)ج:۱۱ص:۳۶۹،باب سنن من کان قبلکم،مسند احمد ج:۵ص:۲۱۸،ابی الواقد لیثی کی حدیث میں۔

نہ بخالت کروں گا نہ ڈروں گا اور نہ ہی جھوٹ بولوں گا پھر آپ اپنے اونٹ کے قریب گئے اور اس کی پیشانی سے ایک بال اکھیڑا اسے آپ نے اپنے بیچ کی انگلی اور انگشت کی انگلی کے درمیان رکھ کے مجمع کو دکھایا پھر فرمایا اے لوگو!مال میں میرا تو اس بال کے برابر بھی حصہ نہیں ہے یہ صرف خمس ہے اور وہ خمس بھی میں تم کو واپس کر رہا ہوں۔[1]

۱۵۔جب حنین کا مال تقسیم ہونے لگا تو آپ نے قریش کے نئے مسلمانوں کا دل جیتنے کے لئے کچھ زیادہ مال دیا اس بات پر انصار بگڑ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے حضرت کو غصہ آیا آپ انصار کے درمیان تشریف لے گئے اور خطبہ دیا پھر آپ نے انہیں اپنے اخلاق اور اپنی دل پسند باتوں سے راضی کر لیا۔[2]

۱۶۔آخر عمر میں سرکار نے اسامہ بن زید کی سرداری میں ایک لشکر ترتیب دیا جس میں مہاجرین و انصار شامل تھے۔[3]

ہشام بن عروہ کہتا ہے:جیش اسامہ کے ساتھ نمایاں افراد اور بہترین لوگ مدینہ سے باہر نکل گئے۔[4]

اسی جیش اسامہ میں ابوبکر عمر اور ابوعبیدہ بن جراح بھی شامل تھے اور ان کے والد شہید

---

(۱)مسند احمدج:۲ص:۱۸۴، سنن کبری(للنسائی)ج:۴ص:۱۲۰،کتاب الھبہ، سیرہ نبویہ(لابن ھشام)ج:۵ص:۱۶۸، مجمع الزوائد ج:۵ص:۳۳۸۔۳۳۹،کتاب الجھاد ما جاء فی الغلول،تاریخ طبری ج:۲ص:۱۷۴۔۱۷۵، سنن کبری(للبیہقی)ج:۶ص:۳۳۶،باب التسویۃ فی الغنیمۃ

(۲)مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۷ص:۴۱۸۔۴۱۹،کتاب المغازی غزوہ حنین،مجمع الزوائد ج:۱۰ص:۲۹۔۳۰۔۳۱،کتاب المناقب فضائل انصار میں، معجم الکبیر ج:۷ص:۱۵۱،جامع(ازدی)ج:۱۱ص:۶۴،باب فضائل انصار وغیرہ،اور مختصر طور پر ذکر ہوا ہے، صحیح بخاری ج:۴ص:۱۵۷۳،کتاب المغازی باب غزوہ الطائف، صحیح مسلم ج:۲ص:۷۳۸،کتاب الزکوۃ باب اعطاء المولفۃ سنن الکبری(للبیھقی)ج:۶ص:۳۳۹،باب سہم اللہ

(۳)طبقات الکبری ج:۲ص:۲۴۹،

(۴)طباقات الکبری ج:۴ص:۶۷۔۶۸،تاریخ دمشق ج:۸ص:۶۲،اسامہ بن زید کے حالات میں

ہوئے تھے مذکورہ بالا لوگ اسامہ کی سرداری پر اعتراض کرنے سے نبر پیغمبرؐ تک پہنچی آپ ممبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا خدا کی قسم اگر تم کو اسامہ کی سرداری پر اعتراض ہے تو کل تم اس کے باپ کی سرداری پر بھی اعتراض کر چکے ہو اگر اس کا باپ سرداری کی صلاحیت رکھتا تھا تو یہ بھی سرداری کی صلاحیت رکھتا ہے۔[1]

پھر آپ نے مرض ہی کی حالت میں اس لشکر کو روانگی کی تاکید فرمائی[2]اور جو اس لشکر سے منھ موڑے اس کو ناطق صادق نے ملعون قرار دیا لیکن صحابہ پہلو تہی کرتے رہے اور لشکر نہیں جاسکا یہاں تک کہ سرکار کی وفات ہوگئی[3]

۱۷۔حضور نے ارادہ کیا کہ آخری وقت میں اپنی امت کے لئے ایک تحریر لکھ دیں تا کہ لوگ گمراہی سے بچیں لوگوں نے اس میں بھی نبی کی مخالفت کی اور تحریر نہیں لکھنے دی۔

ابن عباس کہتے ہیں جب سرکار کا آخری وقت آیا اس وقت آپ کے حجرے میں کچھ لوگ موجود تھے جس میں عمر بھی تھے نبی نے فرمایا لاؤ میں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم لوگ کبھی میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے عمر نے کہا خبردار کچھ مت دینا نبی پر درد کا غلبہ ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے اور ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے گھر میں جو لوگ موجود تھے ان میں اختلاف ہو یا کچھ لوگ کہتے تھے دے دینا چاہئیے کچھ لوگ عمر کی تائید کرنے لگے جب جھگڑا بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا تم لوگ یہاں سے اٹھ جاؤ۔

عبیداللہ کہتا ہے کہ ابن عباس کہا کرتے تھے سب سے بڑی مصیبت اس دن آئی جب

---

(۱)طبقات الکبری ج:۲ص:۲۴۹، سیرۃ نبویہ ج:۲ص:۶۵

(۲)طبقات الکبری ج:۴ص:۶۷، صحیح بخاری ج:۳ص:۱۳۶۵،کتاب فضائل الصحابہ،باب مناقب زید بن حارث،ج:۴ص:۱۶۲۰کتاب المغازی،باب بعثت النبی،مصنف ابن ابی شیبۃ،ج:۷ص:۴۱۵،غزوہ موطا،طبقات الکبری،ج:۲ص:۲۴۹،وغیرہ

(۳)الملل و النحل(شہرستانی)،ج:۱ص:۲۳،چوتھے مقدمہ میں،شرح نہج البلاغہ،ج:۶ص:۵۲

لوگوں نے نبی کو تحریر نہیں لکھنے دی اور آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔[1]

دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان لڑنے جھگڑنے لگے اور نبی کے پاس لڑائی جھگڑا نبی کی شان کے خلاف ہے اگر مسلمان کہنے لگے پیغمبر معاذ اللہ ہذیان بک رہے ہیں آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو[2]خدا کی قسم میری حالت تم سے بہت بہتر ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہوئیں جن کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۸۔اصحاب کا جنگ احد اور جنگ حنین اور خیبر سے فرار اور جنگ احزاب میں نبی کی مدد سے انکار یہ سب کہانیاں تو بہت مشہور و معروف ہیں۔

۱۹۔اسی طرح بعض اصحاب کا مرتد ہوجانا اس لئے کہ جمہور مسلمین میں صحابی اس کو کہتے ہیں جو پیغمبر کو دیکھے اور ان کی حدیث سنے،اشعث بن قیس جیسے لوگ جو بعد میں مرتد ہوگئے سب صحابی ہی تھے۔

اصحاب کا انفرادی اور غیر مناسب کردار بھی ان کی تقدیس کی نفی کرتا ہے

دوسری قسم:وہ انفرادی اعمال جو کسی ایک صحابی یا صحابہ سے سرزد ہوئے بہت سے ہیں جن کی حکایت قرآن کرتا ہے۔

١ - وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ (٦) وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (٧) وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ (٨) وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ (9)

---

(۱) صحیح مسلم ج:۳ص:۱۲۵۹،کتاب الوصیۃ،باب ترک الوصیۃ

(۲) صحیح بخاری ج:۳ص:۱۱۱۱،کتاب الجہاد و السیر باب یقاتل عن اہل الذمۃ (۳)سورہ نور:آیت:۶،۷،۸،۹

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کا گواہ سوائے ان کے اپنے نفس کے کوئی نہیں ہے تو چار بار یہ کہیں گے کہ خدا گواہ ہے کہ وہ سچے ہیں اور پانچویں بار کہیں گے کہ اگر وہ جھوٹے ہیں تو ان پر خدا کی لعنت اور اس عورت کو سزا نہیں دی جائے گی جو اپنے شوہر کے جواب میں چار مرتبہ کہے گی کہ خدا گواہ ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے گی کہ اگر وہ سچا ہے تو اس (بیوی) پر خدا کا غضب آئے۔

یہ عظیم آیتیں اسی وقت نازل ہوئیں جب بعض صحابہ نے اپنی بیویوں پر الزام لگایا کہ ان کی بیوی کے ساتھ ایک مسلمان ابن ہی کے گھر میں زنا کر رہا تھا جب آیتیں نازل ہوئیں تو لعان کا سلسلہ چلا۔[1]

لعان کے الفاظ لاحظہ فرمائیں اگر لعان کرنے والا اپنے دعوے میں سچا ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ صحابہ نے ایک صحابی کو اپنے گھر میں داخل کیا اور اس صحابی نے اس کے ساتھ زنا کیا پھر وہ صحابیہ اسی پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ چار مرتبہ خدا کو جھوٹی گواہی میں پیش کرتی ہے اور پانچویں بار خود کو خدا کے غضب کے لئے پیش کرتی ہے اور اگر صحابی صاحب جھوٹے ہیں تو لاحظہ فرمائیے، ان کا کردار اللہ کر رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[2]

ترجمہ: جو لوگ پاک دامن اور مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

(۱) تفسیر طبری ج:۸۲۔۸۳۔۸۴۔۸۵۔ تفسیر ابن کثیر ج:۳ص:۲۶۶۔۲۶۷۔۲۶۸، صحیح بخاری ج:۴ص:۱۷۷، کتاب التفسیر باب تفسیر سورہ نور، صحیح مسلم ج:۲ص:۱۱۳۳، کتاب اللسان وغیرہ۔

(۲) سورہ نور: آیت:۲۳

وہ صحابی صاحب اسی پہ اکتفا نہیں کرتے بلکہ چار مرتبہ اپنے جھوٹ میں خدا کو گواہ بناتے ہیں اور پانچویں بار خود پہ خدا کی لعنت گوارا کرلیتے ہیں۔

٢-((ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ان اللہ لا یحب من کان خو انا اثیما))[1]

ترجمہ:آپ ان لوگوں کی طرف سے جنگ نہ کریں جو اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں خدا کسی بھی خیانت کرنے والے اور گنہکار آدمی کو پسند نہیں کرتا۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ایک صحابی نے دوسرے صحابی کا مال ہڑپ لیا حالانکہ حقیقت پچھ اور تھی پھر نبی کے پاس شکایت پہنچی تو نبی کو مجبور کیا یا کہ وہ شکایت کرنے والوں کو سزا دیں لیکن آیت نے آکر پول کھول دی اور مظلوم کی نصرت کا پتہ جو شکایت لے کر آیا تھا وہی ظالم تھا۔[2]

٣۔دوسری جگہ ارشاد ہوا((یا ایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبیّنوا ان تصیبو قوماً بجھالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین))[3]

ترجمہ:اے ایمان لانے والو!جب کوئی فاسق خبر لے آئے تو فوراً ہی مت یقین کرلیا کرو بلکہ اس خبر کی جانچ پڑتال کرلیا کرو ورنہ تم کسی قوم کے لئے مصیبت بن جاؤگے پھر اپنے کئے پہ پچھتاتے رہوگے۔

یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے سنی مسلمانوں کی صحابیت کی تعریف کے دائرے میں یہ بھی آتے ہیں ہوایوں کہ سرکار دو عالم نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ نبی مصطلق

---

(١)سورہ نساء آیت:١٠٧

(٢)تفسیر قرطبی ج:٥ص:٣٧٥۔٣٧٦،٣تفسیر طبری ج:٥ص:٢٦٦۔٢٧٦،٢٦٥تفسیر ابن کثیر ج:١ص:٥٥٣۔٥٥٢، سنن ترمذی ج:٥ص:٢٢٤

(٣)سورہ حجرات:آیت:٦

میں صدقات وصولنے بھیجا ولید بن عقبہ اس قبیلہ سے کینہ رکھتے تھے آپ وہاں گئے اور پھر خالی ہاتھ واپس آکے خبر دی کہ وہ لوگ تو مرتد ہوگئے ہیں۔

کوشش یہ تھی کہ نبی اور اصحاب نبی اس قبیلہ پر ٹوٹ پڑیں اور انہیں قتل کر ڈالیں پس یہ آیت نازل ہوئی تاکہ ولید بن عقبہ کی پول کھل جائے اور قبیلہ نبی مصطلق کی جان بھی بچ جائے[1] یہ صاحب یعنی ولید بن عقبہ ایک بار مولائے کائنات سے مفاخرت کرنے سے مولائے کائنات نے کہا اے فاسق خاموش رہ مولائے کائنات کی تعریف کرتے ہوئی یہ آیت نازل ہوئی۔

((افن کان مومنا کمن کان فاسقاً لایستوون))[2]

ترجمہ: کیا مومن اور فاسق برابر ہوسکتے ہیں۔

مندرجہ بالا دونوں ہی آیتیں ولید بن عقبہ کے فسق پر دلالت کرتی ہیں اور فسق بہت بڑی بیماری ہے ابھی تو اس طرح کی بہت سی آیتیں ہیں جو ان کے اصحاب کے نقاب کشائی کرتی ہیں جنہیں اہل سنت حضرات صحابی کہتے ہیں اور ان کی بد کرداری کا انکار کرتے ہیں جن کے تذکرہ کی یہاں گنجائش ہے ویسے آگے چل کے ہم کچھ اور آیتیں بھی مقام مثال میں پیش کریں گے۔

۴۔غزوہ بدر کے دن سرکار دو عالمؐ نے اپنے اصحاب کو بتایا تھا کہ بنی ہاشم اور دوسرے قبیلے کے کچھ لوگ جنگ بدر میں کفار قریش کے مجبور کرنے پر ہمارے مقابلے میں آگئے ہیں اس لئے ایسے لوگوں کو قتل نہ کرنا۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر،ج:۴،ص:۲۱۰، مجمع الزوائد،ج:۷،ص:۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۱، سنن کبری (للبیہقی) ج:۹،ص:۵۴،کتاب السیر،باب قسمۃ الغنیمۃ فی دارالحرب،مسند اسحاق بن راھویہ،ج:۱،ص:۱۱۸۔۱۱۹،الاحاد و المثانی،ج:۴،ص:۳۰۹،۳۱۰، معجم الکبیر،ج:۳،ص:۲۷۳،طبقات الکبری،ج:۲،ص:۱۶۱،الاصابۃ،ج:۴،ص:۵۶۱،القمہ بن ناجیہ کے حالات میں

(۲) تفسیر قرطبی کی طرف مراجع کریں ج:۱۴،ص:۱۰۵، تفسیر قرطبی ج:۲۱،ص:۱۰۷،تاریخ دمشق،ج:۶۳،ص:۲۳۵،ولید بن عقبہ کے حالات میں،الکامل فی الضعفاء الرجال،ج:۶،ص:۱۱۸، محمد بن سائب کلبی کے حالات میں،تاریخ بغداد،ج:۱۳،ص:۳۲۱،نوح بن خلو کے حالات میں،فضائل الصحابۃ لابن حنبل،ج:۲،ص:۶۱۰

بنی ہاشم میں سے اگر تمہارا کسی سے مقابلہ ہو تو اس کو جان سے مت مارنا۔

عباس بن عبدالمطلب جو پیغمبرؐ کے چچا تھے ان کو بھی جنگ میں مارنا نہیں اس لئے کہ وہ آنے پر مجبور کئے گئے ہیں ابوخدیجہ ابن عتبہ ابن ربیعہ نے کہا(کیا خوب انصاف ہے)ہم اپنے باپ،بیٹے،بھائی اور قبیلہ کو قتل کروادیں اور عباس کو چھوڑ دیں خدا کی قسم میں تو نہیں چھوڑوں گا اگر وہ ہمارے سامنے آگئے تو انہیں تلوار کا مزہ ضرور چکھاؤں گا روایت ہے کہ یہ جملہ سن کے عمر نے پیغمبرؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ شخص کافر ہو گیا ہے آپ حکم دیں تو اس کی گردن ماردوں۔(۱)

۵۔کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی چچازاد بہن سے جو نبی کی بیوی تھیں بات کرنے آیا،نبی نے اس کو منع کیا کہ آئندہ وہ بات نہ کرے اس نے کہا اب کیا محمد چچازاد بہنوں سے پردہ کرائیں گے،خود تو ان سے نکاح کئے بیٹھے ہیں اگر نبی مرگئے تو ہم ان کی بیوی سے نکاح کریں گے اس سلسلے میں آیت نے آکے ان صحاب کو ڈانٹا،ارشاد ہوا:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاء حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَداً إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيماً (۲)

ترجمہ:جب تم ان سے کوئی سامان مانگو(یعنی نبی کی عورتوں سے)تو پردے کے پیچھے سے مانگو اس سے تمہارے دل بھی پاک رہیں گے اور ان کے دل بھی اور تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم نبی کو اذیت دو اور نہ یہ کہ نبی کے بعد نبی کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک گناہ عظیم ہوگا۔

بے شمار روایتوں میں بات آئی ہے کہ جس بیوی کا تذکرہ وہ عائشہ ہیں اور جسے روکا گیا

---

(۱)طبقات الکبری ج:۴ص:۱۰۔۱۱،تفسیر ابن کثیر،ج:۲ص:۳۲۸،۳۲۷،آیہ کریمہ(ما کان لنبی)کی تفسیر میں، سیرہ نبویہ لابن ہشام ج:۳ص:۱۷۷،تاریخ طبری ج:۲ص:۳۴،الثقات ج:۱ص:۱۶۱،السنۃ الثانیۃ من الہجرۃ۔

(۲)سورہ احزاب:آیت:۵۳

ہے وہ صحابی پیغمبر طلحہ ہیں جو عائشہ کے چچازاد بھائی تے۔[1]

٦۔ایک صحابی رسول سنی حضرات کی نیک تعریف کے مطابق ذوالخویصرۃ بھی ہیں ابوسعید حذری سے ان کے بارے میں سنئے ابوسعید حذری کہتے ہیں ہم نبی کے پاس بیٹے تے اور آتے ہی کہنے خدا کے رسول انصاف کریں،انصاف کریں پیغمبرؐ نے فرمایا تم پر وائے ہو میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا اگر انصاف نہ کروں گا تو ناکام ہوں گا اور گھاٹا اٹھاوں گا،عمر بن خطاب نے کہا سرکار آپ اجازت دیں تو اس بدتمیز کی گردن اڑادوں! آپ نے فرمایا عمر اس کو چھوڑ دو آئندہ زمانے میں اس کے اصحاب کی نمازیں دیکھ کے تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھوگے یہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی زبان پر ہوگا حلق سے نیچے نہیں اترے گا یہ لوگ اسلام سے یوں نکل چکے ہوں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے[2]

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا خدا کے رسول میں نے آپ کو عادل سمجھا ہی نہیں[3]

٧۔یہ سیف اللہ خالد بن ولید ہیں ذرا انہیں بھی پہچانئے،فتح مکہ کے بعد ہادی برحق نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کے پاس بھیجا سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں خالد ین ولید کو نبی نے بنو جذیمہ کے پاس بھیجا یہاں انہوں نے نبی جذیمہ کو اسلام کی طرف بلادیا وہ بیچارے یہ نہ کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے انہوں نے اپنی لغت میں کہا کہ صبانا۔ہم نے شوق کیا یا ہم مشتاق ہیں

---

(١)فتح القدیر ج:٤ص:٣٠٠،٢٩٩،وزادالمسیر ج:٦ص:٤١٦آیت کی تفسیر میں،تفسیر ابن کثیر،ج:٣ص:٥٠٦۔٥٠٧،روح المعانی،ج:٢٢ص:٦٩،در منشورج:٥،ص:٢١٤،آیت(وما کان لکم ان توزو)کی تفسیر میں

(٢) صحیح مسلم ج:٢ص:٧٤٤،کتاب ازکوۃ باب ذکر الخوارج و صفات ہما، صحیح بخاری ج:٣ص:١٣٢١،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام، سنن کبری(بیہقی)ج:٨ص:١٧١،کتاب قتال اہل البغی، سنن کبری(نسائی)ج:٥ص:١٥٩،کتاب الخصائص۔

(٣) مجمع ازوائد ج:٦ص:٢٢٨،کتاب قتال اہل البغی،باب ما جاء فی الخوارج،مسند احمد،ج:٢ص:٢١٩،السنۃ لابن ابی عاصم،ج:٢ص:٤٥٣۔٤٥٤،باب المارقۃ و الحروریۃ،السنۃ لعبداللہ بن احمد،ج:٢ص:٦٣٢،تاریخ طبری ج:٢ص:٦٧،فتح الباری ج:١٢ص:٢٩٢،کتاب قتال اہل البغی۔

بہرحال خالد بن ولید کو بہانہ مل گیا اور انہوں نے ان مظلوموں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

ان کے کہنے سے لوگوں کو گرفتار کر کے ہر مسلمان کو ایک ایک اسیر دیا جب صبح ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ جس کے حوالے کیا گیا ہے وہ اپنے اسیر کو قتل کر ڈالے میں نے کہا(یعنی سالم کے باپ نے)کہ میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور ہمارے ساتھ اصحاب نے بھی کہا کہ وہ قیدیوں کو قتل نہیں کریں گے،ہم جب نبی کی خدمت میں پہنچے اور پوری صورت حال بتائی تو نبی نے دو مرتبہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھادئے اور فرمایا مالک!خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں۔[1]

یہ واقعہ دوسرے طریقہ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

وہ یہ کہ خالد بن ولید کو نبی نے بنوجذیمہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے جنگ کریں بلکہ اسلام کی دعوت دیں بنوجذیمہ نے خالد کے چچا فاکہ عوف اور ابوعبدالرحمن بن عوف کو دعوت دی بنوجذیمہ خالد سے انتقام کے لئے بے چین تھے۔جب یہ اس قبیلہ کے پاس پہنچے تو انہوں تو تلوار اٹھائی خالد نے کہا سب لوگ مسلمان ہوچکے ہیں تم لوگ بھی ہتھیار رکھدو ان لوگوں نے ہتھیار رکھ دئیے اب خالد نے ان تمام لوگوں کو باندھ دیا اور تلوار کی دھار پر رکھدیا اور ان کے بہت سے لوگوں کو مارڈالا جب یہ خبر ہادی برحق کو پہنچی تو آپ نے دعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور فرمایا پالنے والے میں خالد بن ولید کے عمل سے بری ہوں۔[2]

خالد کی اس حرکت پر عام صحابہ نے بھی ان کو برا بھلا کہا عبدالرحمن بن عوف اور خالد کے درمیان اس موضوع پر بات ہوئی و عبدالرحمن نے خالد سے کہا تم نے جاہلیت کے خون کا انتقام اب

----

(۱) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۵۷۷،کتاب المغازی،باب بعثت النبی، سنن کبری للنسائی ج:۳ص:۴۷۴،کتاب القطاء، سنن کبری بیہقی،ج:۹ص:۱۱۵،کتاب السیر،باب المشرکین لصلمون،المصنف لعبد الرزاق،ج:۵ص:۲۲۱۔۲۲۲،باب دعاء العدو، صحیح بن حبان،ج:۱۱ص:۵۳،کتاب السیر،مسند احمد،ج:۲ص:۱۵۰

(۲)طبقات الکبری ج:۲ص:۱۴۸، سیرہ نبویہ ابن ہشام ج:۵ص:۹۴۔۹۸، سیر اعلام النبلاء،ج:۱ص:۳۷۱،۳۷۰،خالد بن ولید کے حالات میں تاریخ طبری ج:۲ص:۱۶۳(فتح مکہ)

لیا یہ غلط ہے تم نے اپنے چچا فاکہ کے بدلے میں ان لوگوں کو قتل کیا خدا تمہیں قتل کرے عمر نے بھی اعتراض کیا خالد کہتے ہے ہم نے تو تمہارے باپ کے بدلے میں انہیں قتل کیا ہے عبدالرحمن قتل کیا ہے عبدالرحمن بن عوف نے کہا تم جھوٹے ہو۔ میں تو اپنے باپ کے قاتل کو اپنے ہاتھ سے قتل کر چکا ہوں اور اگر انہیں قتل کیا تو بھی تمہیں حق نہیں تھا کہ تم مسلمان قوم کو میرے اس باپ کے بدلے میں قتل کرو جو جاہلیت کے دور میں تھا۔خالدنے کہا یہ کس نے کہا کہ وہ مسلمان ہوچکے تھے عبدالرحمن نے کہا اہل سریہ(لشکر والوں)نے بتایا خالد بولے مجھے تو پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا کہ ان پر غارت گری کروں،سومیں نے کردی یہ سن کے عبدالرحمن نے کہا کہ تو رسولؐ پر جھوٹ کیوں باندھتا ہے اور نبی نے بھی اس سے منھ موڑلیا اور غضبناک ہوئے۔[1]

۸۔مذکورہ واقعہ پر میں خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن عوف میں اچھی خاصی گالی گلوج ہوئی۔[2]

۹۔عمار یاسر اور خالد میں بھی کافی گالیاں بکی گئیں[3]خالد کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ سے عرض کیا حضور آپ نے ہوتے تو سمیہ کے بیٹے کی مجال نہیں تھی کہ مجھے گالی دیدیتا آپ نے فرمایا خالد کو جو عمار کو گالی دے گا خدا اس کو گالی دے گا اور جو عمار کو حقیر سمجھے ہیں اللہ اس کو حقیر کرے گا۔[1]

---

(۱) سیرہ اعلام نبلاء،ج:۱ص:۳۷۰۔۳۷۱،خالد بن ولید کے حالات میں، سیرہ نبویہ ابن ہشام ج:۵ص:۹۷تاریخ طبری ج:۲ص:۱۶۴۔۱۶۵تاریخ دمشق ج:۱۶ص:۲۳۴،خالد بن ولید کے حالات میں

(۲) صحیح مسلم ج:۴ص:۱۹۶۷،کتاب فضائل الصحابہ،باب تحریم سب الصحابہ، صحیح بن حبان،ج:۱۵ص:۴۵۵،فتح الباری ج:۷ص:۳۴۔۳۵،عون المعبود،ج:۱۲ص:۲۶۹،مسند ابی یعلی، ج:۲ص:۳۹۶،مسند ابی سعید خدری،ص:۲۲۸،باب الادب،البیان و التعریف،ج:۲ص:۲۷۸،(حرف لا)تحفۃ الاحوزی،ج:۱۰،ص:۲۴۵،باب من سب اصحاب النبی،تغلیق التعلیق،ج:۴ص:۵۹۔

(۳)تفسیر طبری،ج:۵ص:۱۴۸،سورہ نساء آیہ(اطیعوا اللہ.....)کی تفسیر میں،ابن کثیر،ج:۱ص:۵۱۹،سورہ نساء آیہ(اطیعوا اللہ.....)

(۱)المعجم الکبیرج:۴ص:۱۱۳، مجمع الزوائد،ج:۹ص:۲۹۴،کتاب المناقب باب فی فضائل عمار بن یاسر و اہل بیتہ،المستدرک علی الصحیحین،ج:۳ص:۴۴۱،کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر مناقب عمار بن یاسر

۱۰۔بنی یربوع کا وقعہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے ان کی بیوی سے اسی شب میں نکاح کیا اور ان سے جب معافی مانگنے اور توبہ کرنے کو کہا گیا تو وہ تیار نہیں ہوئے صحابہ کی ایک جماعت اس بات پر بہت غضب ناک ہوئی اب اس درندگی کا مختصر تذکرہ ابوقتادہ سے سنئے،وہ تمام واقعات کے عینی شاہد ہیں ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ خالد کی سرکردگی میں اصحاب ردہ تک پہنچے اس وقت سورج ڈوب رہا تھا اس نے پوچھا بھائی آپ لوگ کون ہیں ہم نے کہا ہم سب خدا کے بندے ہیں وہ بولے اسی خدا کے بندے تم ہم بھی ہیں لیکن خالد بن ولید نے انہیں قید کر لیا اور رات بھر باندے رکھا صبح کے وقت حکم دیا کہ سب کی گردنیں ماردی جائیں میں نے کہا خالد خدا سے ڈرو ان کا خون تمہارے لئے حلال نہیں ہے خالد نے کہا چپ بیٹھو تم کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہے،راوی کہتا ہے کہ ابوقتادہ نے اس کے بعد قسم کھائی کہ وہ کسی غزوے میں خالد کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے۔[۱]

اس واقعہ پر عمر بن خطاب نے ابوبکر سے بہت بحث کی اور صاف کہہ دیا کہ خالد کو سزا ملنی چاہئے لیکن ابوبکر نے کہا انہوں نے(خالد)تاویل میں غلطی کی ہے مالک ابن نویرہ کا خوں بہا دیا جائے اور ان کی عورتوں کو آزاد کر دیا جائے۔

خالد جب یہ کارنامہ انجام دے کے پہنچے تو منبر نبوی میں عمر بھی موجود تھے خالد اس شان سے پہنچے کہ ان کے جسم پر ایک قبا تھی اور اپنے عمامے میں تیر کھونسے ہوئے تھے عمر اٹھ کے ان کے عمامے سے تیر نکال کے چل دیئے اور پھر بری طرح ڈانٹا کہ تو ایک مسلمان کو قتل کر کے اور اس کی بیوی سے زنا کر کے آرہا ہے خدا کی قسم میں تجھے سنگسار کروں گا لیکن عمر آخر تک خالد کا کچھ نہیں بگاڑ سکے،اس لئے کہ ابوبکر مسلسل ان کی جانبداری کر رہے تھے۔[۲]

---

(۱)المصنف لعبد الرزاق ج:۱۰ص:۱۷۳،کفر بعد الایمان

(۲)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۷۲،اعلام النبلاءج:۱ص:۳۷۸،خالد کے حالات میں،الاصابۃ،ج:۵ص:۷۵۵،مالک بن نویرہ کے حالات میں

۱۱۔جب ابوبکر کی وفات ہوگئی تو عمر ان کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھے انہوں نے اپنی خلافت کا سب سے اہم کام خالد کو معزول کرنا سمجھا اور یہ حکم دیا کہ ہماری طرف سے خالد کو کبھی کوئی ذمہ داری نہیں دی جائے گی عمر نے ابوعبیدہ کو لکھا کہ اگر خالد خود کو جھٹلائیں تو ان کی امارت باقی رہےگی ورنہ تم ان سے امارت لے لینا ان کا عمامہ اتار لینا اور ان کا مال تقسیم کر دینا ابوعبیدہ نے مرکز کا حکم پڑھ کے خالد کو سنایا تو خالد نے اپنی بہن فاطمہ سے جو حارث بن ہشام کی بیوی تھیں مشورہ کیا۔ بہن نے کہا بھائی آپ کو معلوم ہے کہ عمر آپ کو شروع سے ناپسند کرتے ہیں ان کا ارادہ صرف یہ ہے کہ آپ اپنا گناہ قبول کر لیں پھر وہ آپ کو معزول کر دیں گے خالد نے فاطمہ کے سر کا بوسہ لیا اور کہا تم ٹھیک کہتی ہو پس خالد نے خود کو جھٹلانے سے انکار کیا۔ ابوعبیدہ نے ان کا عمامہ اتار لیا اور ان کا مال تقسیم کر دیا۔[1]

۱۲۔غزوہ ذات السلاسل میں ابوعبیدہ نے لشکر کی سرداری عمروبن عاص کو دےدی یہ بات عمر کو بہت گراں گزری عمر نے ابوعبیدہ سے کہا کیا تم ابن نابغہ کی اطاعت کروگے؟اور اس کو خود پر،مجھ پر اور ابوبکر پر امیر بنادوگے یہ تو اچھی رائے نہیں ہے۔[2]

۱۳۔مسروق عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ عائشہ کو یہ بتایا گیا کہ علی علیہ السلام نے ذوالثدیہ کو قتل کر دیا۔

عائشہ نے کہا جب میں کوفے پہنچوں تو کوجہ میں جن لوگوں کو تم جانتے ہو ان میں سے کچھ لوگوں کی اس واقعہ پر گواہی لکھ لینا۔ جب میں کوفہ پہنچا تو بہت سے لوگوں کو لاکر میں نے ہر گروہ میں سے دس دس آدمیوں کی گواہی لکھی اور عائشہ نے کہا۔ خدا لعنت کرے عمر

----

(۱)تاریخ طبری ج:۲ص:۳۵۷۔۳۵۶،کامل فی التاریخ،ج:۲ص:۴۲۷،تاریخ دمشق،ج:۱۶ص:۲۶۸،خالد بن ولید بن مغیرہ کے حالات میں

(۲)المصنف لعبد الرزاق ج:۵ص:۴۵۳۔۴۵۴،کتاب المغازی،غزوہ ذات السلاسل،تاریخ دمشق ج:۲ص:۲۵

بن عاص پر اس نے ہمیں بتایا تھا کہ اس نے دوالشدیہ کو مصر میں مارا ہے۔(۱)

۱۴۔عمر کے دور خلافت میں زبیر نے جہاد پر نکلنے کی اجازت چاہی عمر نے منع کیا اور کہا کہ آپ تو پیغمبر کی سرداری میں جہاد کر ہی چکے ہیں یہ سن کے زبیر غصہ ہوئے اور منھ پر لایا عمر نے کہا اگر میں نہ بند کروں تو امت محمد ہلاک کر دے۔(۲)

۱۵۔عثمان بن حنیف اور عمر میں بحث ہو رہی تھی حالانکہ عثمان بن حنیف عمر کے گورنر تھے عمر کو غصہ آیا اور انھوں نے ایک مٹھی کنکر اٹھا کے عثمان کے منھ پر پھینکا جس سے ان کی پیشانی زخمی ہوگئی اور داڑھی خون آلودہ ہوگئی عمر یہ دیکھ کے پچھتائے اور بولے آؤ میں تمہارا خون صاف کروں عثمان نے کہا امیرالمؤمنین اتنا خون گرنے سے میں ہلاک نہیں ہوجاؤں گا مجھے اتنا افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے جس عوام کا ولی مجھے بنایا اس نے مجھے اتنا ذلیل نہیں کیا جتنا میں نے آپ کو ذلیل کیا عمر کو یہ بات اچھی لگی اور عمر ان کے بڑائی میں برابر اضافہ کرتے چلے گئے۔(۳)

۱۶۔حضور کی موجودگی میں عمر اور ابوبکر میں جھگڑا ہورہا تھا عمر کہہ رہے تھے کہ اقرع بن حابس کو امیر بنایا جائے ابوبکر کہہ رہے تھے دوسرے کو پھر عمر نے ابوبکر سے کہا تم ہمیشہ ہماری مخالفت کرتے ہو مطلب یہ تھا کہ تم جو مشورہ دے رہے ہو وہ خدا ور رسول کی خیرخواہی میں نہیں بلکہ میری ضد میں بول رہے ہو عمر نے کہا اس سے تمہاری مخالفت مقصود نہیں اتنی بحث ہوئی کہ پیغمبر کے سامنے ہی دونوں کی آوازیں بلند ہو ئیں اور دونوں لڑنے لگے باری تعالی نے سرکار کی موجودگی میں یہ گستاخی برداشت نہیں کی اور آیت نے آکے دونوں کو راستہ دکھایا:

---

(۱)المستدرک علی الصحیحین ج:۴ص:۱۴،کتاب معرفۃ الصحابۃ، سیرہ اعلام النبلاءج:۲ص:۲۰۰،عائشہ ام المومنین کے حالات میں

(۲)تاریخ بغداد ج:۷ص:۴۵۳،حرف یامن آباء الحسین، حسن بن یزید بن ماجہ قزوینی کے حالات میں،تاریخ دمشق،ج:۱۸ص:۴۰۳،زھیر بن عوام کے حالات میں

(۳)الجامع(ازدی)ج:۱۱ص:۳۳۲،باب السمع و الطاعۃ، معجم الکبیرج:۹ص:۲۹، مجمع الزوائد،ج:۹ص:۳۷۱،کتاب المناقب، عثمان بن حنیف کے باب میں

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ)[1]

ترجمہ:اے ایمان لانےوالو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نبی کے سامنے چیخ کے نہ بولو جیسا کہ تم آپس میں کرتے ہو ورنہ تمہارے اعمال ضبط ہوجائیں گے اور تم سمجھ نہیں پاؤگے۔

۱۷۔دونوں حضرات(عمر اور ابوبکر)کے ساتھ ایک خادم تھا انہوں نے اس کو کسی کام سے جگایا تو وہ نہیں اٹھا دونوں حضرات اس خادم کی غیبت کرنے لگے جب وہ جاگا تو اس کو نبی کے پاس بھیجا کہ جاکے کچھ سالن نبی سے مانگ لائے نبی نے کہا تم نےابھی گوشت کھایا ہے انہوں نے پوچھا ہم نے کس چیز کا گوشت کھایا ہے فرمایا اپنے بھائی کا گوشت اور بخدا میں تمہارے دانتوں میں اس گوشت کے ریشے پھنسے ہوئے دیکھ رہا ہوں یہ لوگ کہنے لگے،خدا کے رسول ہماری بخشش کے لئے دعا کریں آپ نے فرمایا اسی سے کہو کہ تمہارے لئے استغفار کرے۔[2]

۱۸۔مقدام بن معدیکرب کہتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب اور ابوبکر میں خوب گالم گلوچ ہوئی۔[3]

---

(۱)سورہ حجرات:آیت:۲، صحیح بخاری،ج:۴ص:۱۸۳۳،کتاب تفسیر،باب(لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی)،ص:۱۸۳۴،کتاب تفسیر،باب(انّ الذین ینادوک منوراء الحجرات...)اور اسی طرح ص:۱۵۸۷،کتاب المغازی،باب وفد بنی تمیم،ج:۶ص:۲۶۶۲،کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ،باب یکرہ من التعمیق و التنازع فی العلم و الغلو فی الدین و البدع،تفسیر قرطبی،ج:۱۶ص:۳۰۳۔۳۰۴،مسند احمد،ج:۴ص:۶،تفسیر ابن کثیر،ج:۴ص:۲۰۶۔۲۰۷،آیت(یا ایها الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم)کی تفسیر میں۔

(۲)تفسیر ابن کثیرج:۴ص:۲۱۷،سورہ حجرات،آیت،(ایحب احدکم ان یاکم لحم اخیه)کی تفسیر میں،درمنثورج:۶ص:۹۶،آیت(ولا یغتب لعلکم بعضاً)کی تفسیر میں،الاحادیث المختار،ج:۵ص:۷۱۔۷۲

(۳)تاریخ الخلفاءص:۵۴،ریاض النضرہ ج:۲ص:۱۸،الفصل التاسع الخصائص الکبری ج:۲ص:۸۶،باب لم یعنونہ تاریخ دمشق ج:۳۰ص:۱۱۰،ابوبکر کے حالات میں

۱۹۔ سلیمان بن صرد کہتے ہیں کہ دو صحابی نبی کے سامنے ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے جس میں ایک اتنا غصہ ہو گیا کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور رگیں پھول گئیں ہادی عالم نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ بتا رہا ہوں جو تمہارے غصہ کو ختم کر دے گا۔

جب غصہ آئے تو کہہ لیا کرو،(اعوذ بالله من الشيطان الرجيم)

ایک شخص نے کہا کیا آپ ہم میں جنون کی کیفیت پاتے ہیں[۱]

۲۰۔ صفوان بن عبداللہ نے عمیہ سلمہ بن امیہ اور یعلی ابن امیہ سے روایت کی ہے دونوں کہتے ہیں کہ ہم پیغمبرؐ کے ساتھ غزوہ تبوک میں جارہے تھے کہ ایک ساتھی نے ایک مسلمان آدمی سے لڑنا شروع کر دیا اس نے اس کے ہاتھ پہ منہ مارا اور اچھا خاصا گوشت اس کے ہاتھ سے کاٹ لیا۔

اب مجروح پیغمبرؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا حضورؐ مجھے میرے ساتھی نے کاٹ لیا ہے ہر جانہ دلوائیں حضور نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی سے الجھے اور اس نے نر وانٹ کی طرح تمہیں بھنبوڑ ڈالا،پھر میرے پاس ہر جانہ لینے پہونچ گئے اس عمل کا کوئی ہرجانہ نہیں پس نبی نے اس عمل کو باطل قرار دیا۔[۲]

۲۱۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کو جیش اسامہ کی روانگی کا خیال آیا ابوبکر نے عمر اور چند انصار کو مشورہ کرنے کے لئے بلایا کہ کیا لشکر کا سردار اب بدل جائے؟عمر نے کہا بدل جائے پس ابوبکر نے اچھل کے ان کی داڑھی پکڑ لی اور بولے اے خطاب کے بیٹے!تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اور خدا کرے تو مرجائے پیغمبرؐ نے اسامہ کو لشکر کا سردار بنایا

---

(۱) صحیح مسلم ج:۴ص:۲۰۱۵،کتاب البر و الصلہ و الاداب،باب فضل بن یملک نفسہ عند الغضب... سنن ابی داؤدج:۴ص:۲۴۹،کتاب الاداب، معجم الکبیرج:۷ص:۹۹، صحیح بخاری،ج:۵ص:۲۲۴۸، سنن ابی داؤود،ج:۴ص:۲۴۹

(۲) سنن کبری نسائی ج:۴ص:۲۵۵،کتاب القسامۃ اور اسی طرح ص:۲۲۴پہ بھی باب الرجل یدفع عن نفسہ، سنن دارقطنی ج:۴ص:۲۲۲، صحیح مسلم ج:۲ص:۱۳۰۱،کتاب القسامۃ،باب الصائل علی نفس الانسان....، معجم الکبیر،ج:۷ص:۵۵

ہے اور تو کہا ہے اس کو ما دیا جائے عمر اسی حال میں محفل سے باہر نکلے اور لوگوں سے کہنے لگے۔لوگو! تمہاری ماں تمہارے مرے ۔اتم میں بیٹے دیکھو تمہاری وجہ سے مجھے کیا جھیلنا پڑ رہا ہے۔[۱]

آپ دیکھ رہے ہیں کہ صحابہ شروع ہی سے آپس میں لڑتے جھگڑتے، گالی گلوچ کرتے رہے اور ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹ،بلکہ کاٹنے . وڑنے سے باز نہیں آئے۔

۲۲۔عبدالرحمن بن ابی بکر سے نئے وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر کچھ مہمان لے کے اپنے گھر آئے اور انہیں چھوڑ کے نبی کے پاس چلے گئے۔

کافی رات کو واپس آئے تو میری ماں نے کہا آپ اپنے مہمانوں کو چھوڑ کے چلے گئے تھے انہوں نے پوچھا تم نے انہیں کیا کھلایا ماں نے کہا میں نے کھانا پیش کیا تھا لیکن انہوں نے(میزبان کی غیر موجودگی میں)کھانے سے انکار کیا یہ سن کے ابوبکر کو غصہ آیا وہ مہمانوں کو گالیاں دینے لگے اور قسم کھائی کہ ان کو کھانا نہیں دیں گے۔[۲]

۲۳۔ابوبکر اپنے دور خلافت میں اکثر فرماتے کہ جب تم دیکھو کہ میں سیدھا چل رہا ہوں تو میرے پیچھے چلو اور جب دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو گیا ہوں تو سیدھا کر دینا یہ سمجھ لو کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ کو بہکاتا رہتا ہے جب تم مجھے غصہ میں دیکھو تو دور رہو اس لئے کہ اس وقت میں تمہارے سمجھانے بجھانے پر کوئی دھیان نہیں دوں گا۔[۳]

۲۴۔ابوبکر نے ایک طائر کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اپنے دل کا درد بیان کرنے لگے بولے اے طائر تو کتنا اچھا ہے۔

---

(۱)تاریخ طبری ج:۲ص:۲۳۲،اسی طرح تاریخ دمشق ج:۲ص:۵۰،باب ذکر بعثت النبیؐ اسامۃ قبل الموت...

(۲) صحیح بخاری ج:۵ص:۲۲۷۴،کتاب الادب باب قول الضعیف لصاحبہ

(۳)الطبقات الکبری ج:۳ص:۲۱۳،اسس طرح الجامع(ازدی)،ج:۱۱ص:۳۳۲،باب الاطاعۃ فی معصیۃ اللہ،تاریخ طبری،ج:۲ص:۲۴۵،ریاض النضرۃ،ج:۲ص:۲۳۱،مجمع الزوائد،ج:۵ص:۱۸۳،کتاب الخلافۃ،باب الخلافۃ،تاریخ دمشق،ج:۳۰ص:۳۰۳، صفوۃ الصفوۃ،ج:۱ص:۲۶۱،ابوبکر کے حالات میں

کاش میں بھی تیرے ہی جیسا ہوتا تو درخت کے پھلوں کو کھاتا ہے اور اڑجاتا ہے لیکن خوف حساب سے آزاد ہے خدا کی قسم میری تمنا ہے کہ میں راستے کے کنارے کا درخت ہوتا ور کوئی اونٹ راستے چلتے ہوئے مجھے کھا جاتا اور گونٹ جاتا اور ہضم کرنے کے بعد مجھے اپنا فضلہ بنا کے باہر نکال دیتا کاش کہ میں انسان نہ ہوتا۔[1]

ابوبکر کی یہ تمنا اس بات کی شاہد کی وہ بھی عام آدمی کی طرح کود کو خطرے میں محسوس کر رہے تھے اور انہیں یقین تھا کہ صحابیت آخرت میں کام نہیں آئےگی اور یہ کہ صحابیت کامیابی کا ثبوت ہے کہ سلامتی کا سبب۔

۲۵۔ صحیح مسلم میں عائشہ سے حدیث ہے کہ جس میں نبی کی ازواج نے عدل کا مطالبہ کیا ہے وہ بھی نبی سے عائشہ کہتی ہیں کہ ازواج نبی نے جناب زینب جحش کو نبی کے پاس بھیجا یہ زینب بنت جحش وہ ہیں جو نبی کی عورتوں میں آپ کے نزدیک میرے مقابلے کی تھیں میں نے زینب سے زیادہ دیندار سچی صلہ رحم کرنے والی صدقہ دینے والی اپنے نفس کو تقرب خدا کے لئے پیش کرنے والی عورت نہیں دیکھا بہرحال انہوں نے سرکار کی خدمت پیغمبر میں عرض کی سرکار آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ میں آپ سے عائشہ کے بارے میں عدل کا مطالبہ کروں اس وقت عائشہ زینب کے پیچھے پڑ گئیں اور انہوں نے ان کو چھپا رکھا تھا عائشہ کہتی ہیں میں نبی کی نگاہ انی کر رہی تھی کہ حضورؐ اس سلسلے میں بات کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں بہرحال زینب بنت جحش نے نبی کا دامن اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میں نے یہ جان لیا کہ نبی میری مدد کرنے کو ناگوار نہیں سمجھتے جب میں نے نبی کی مرضی لی تو زینب کے پیچھے تھوڑا سا بھی رسولؐ نے مسکرا کے فرمایا میں نے پہچان لیا تمہارے پیچھے ابوبکر کی بیٹی ہیں،راویوں کے نام سلسلے سے یوں ہیں۔

---

(۱)مصنف بن ابی شیبہ ج:۷ص:۹۱،کتاب ازھد،شعب الایمان ج:۱ص:۴۸۵،باب خوف من اللہ۔تاریخ دمشق ج:۳۰ص:۳۳۰،ابوبکر کے حالات میں،ازھد ھناد بن السری،ج:۱ص:۲۵۸،باب من قال لیتنی لم اخلق

محمد بن عبداللہ بن قہر زاد سے عبداللہ ثمان نے ان کے بعد سعد بن مبارک نے انُوں نے یونس سے انُوں نے یـونس انہـوں نے زہری سے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے صرف ایک جملہ کا فرق ہے (میں ان سے چمٹی نہیں کہ کہیں وہ گر نہ جائیں۔[۱]

۲۶۔معاذ جبل نے ایک بار نماز جماعت میں نماز کو اچھا خاصہ ول دیا نتیجہ میں ایک نوجوان نےدرمیان نماز فردای کی نیت کر لی اور نماز کمل کی جب معاذ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ نوجوان آگے بڑ ا اور معاذ کو گالیاں دینے اور برا بَ لا کہتے ۔معـاذ نے اس دن خدمت نبی میں شکایت کی اس نوجوان نے نبی سے عرض کیا کہ سرکار میں کار و باری آدمی ہوں اور مجھے بہت س کام کر نے تے معاذ نماز کو لمبی کئے جارہے تے میں کیا کر تا؟سرکار دو عالم نے معاذ کی ول لوۃ پہ لامت فرمائی۔[۲]

۲۷۔ابوہریرہ نے ایک مسلمان کو ماں کی گالی دی اس کی ماں ایام جاہلیت ہی میں مرگئی تھی،بہرحال اس آدمی نے ابوہریرہ کی شـکایت خدمت پیغمبر میں کی آپ نے ابوہرہ سے فرمایا:ابھی تمہارے اندر کفر کا شعبہ باقی ہے ابوہریرہ نے قسم کھائی کہ آئندہ کسی مسلمان کـو گالی نہیں دیں گے۔[۳]

۲۸۔واقعہ بدر کا مطالعہ کریں عبدا حمٰن عوف نے بلال کو غلام سمجھ کے گالی دی تھی۔

۲۹۔ابن مسعود کا پھ قرض سعد کے ذمہ تھا،ابن مسعود نے سعد سے کہا بَ ئی میرا مال ادا کر و،سعد نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے پھ برائی پہنچ جائے تم ابن مسعود اور ہذیل کے غلام کے علاوہ بھی پھ ہو ابن مسعود نے ت کی جواب دیا تم بھی تو حمنہ کے بیٹے ہو یہ بات ہاشم بن

---

(۱) صحیح مسلم ج:۴ص:۱۸۹۱۔۱۸۹۲،کتاب فضائل الصحابۃ،باب فضل عائشہ اور اسی طرح سنن کبری بیہقی ج:۷ص:۲۹۹،کتاب القسم و النشوز قول خداوند عـالم(لـن تسـطیعوا ان تعدلوا)کے باب میں، سنن کبری لنسائی ج:۵ص:۲۸۱ کتاب عشرہ النساءحب النساء

(۲)المصنف لعبد ا زاق ج:۲ص:۳۶۵،کتاب الصلاۃ،باب تخفیف الامام

(۳) مجمع ازوائدج:۸ص:۸۶،کتاب الادب باب فی من یعیر بالنسب(وغیرہ)

عتبہ کے سامنے ہورہی تھی انہوں نے سمجھایا کہ بھائی آپ لوگ اصحاب پیغمبر ہیں لوگ آپ کے اندر سیرت پیغمبرؐ کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں۔[1]

۳۰۔جب ہادی برحق فتح مکہ کے لئے چلے تو چاہا کہ اس ارادے کو قریش اور اہل مکہ سے پوشیدہ رکھیں لیکن حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک خط کے ذریعہ جاسوسی کر دی اس نے کسی عورت کے ہاتھ سے اہل مکہ کو پیغمبر کے ارادے سے باخبر کر دیا سرکار کو یہ بات معلوم ہوگئی اور آپ نے ایک آدمی کو بھیجا جو اس عورت سے خط واپس لے آیا اس سلسلے میں عمر کا یہ قول پہلے گزرچکا ہے کہ اے رسول مجھے اجازت دیں کہ (حاطب کی گردن اڑادوں یہ کافر ہو گیا ہے)[2]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاء تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ [3]

ترجمہ:اور اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو تم لوگ ان سے محبت سے پیش آرہے ہو۔

۳۱۔ابوبرزہ اسلمی کہتے تھے کہ مروان اور ابن زبیر دنیا کے لئے جنگ کرتے ہیں۔[4]حالانکہ یہ دونوں یا ان میں سے کم سے کم ایک(ابن زبیر)تو بہر حال اصلاً صحابی تھے۔

۳۲۔عمر بن خطاب کو خبر دی گئی کہ سمرہ بن جنوب نے شراب خریدی ہے عمر نے کہا خدا سمرہ کو

---

(۱) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۵۴،کتاب المناقب،باب مناقب سعد بن ابی وقاص، معجم الکبیرج:اص:۱۳۹،تاریخ طبری ج:۲ص:۵۹۵، سیر اعلام النبلاء،ج:اص:۱۱۴،سعد بن ابی وقاص کے حالات میں،تاریخ دمشق،ج:۲۰،ص:۳۴۳۔۳۴۴،سعد بن ابی وقاص کے حالات میں

(۲)الاحادیث المختارۃ،ج:اص:۲۸۶،

(۳)سورہ ممتحنہ آیت:۱، صحیح بخاری،ج:۴ص:۱۵۵۷،کتاب المغازی،ص:۱۸۸۵،کتاب التفسیر،باب لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء صحیح مسلم،ج:۴ص:۱۹۴۱،کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل اہل بدر، سنن کبری بیہقی،ج:۹ص:۱۴۶،کتاب السیر،جماع ابواب السیر باب یدل المشرکین علی عورۃ المسلمین،وغیرہ،

(۴) صحیح بخاری،ج:۶ص:۲۶۰۳،کتاب الفتن،باب اذا قال عند قوم شئ،المستدرک علی صحیحین،ج:۴ص:۵۱۷،کتاب الفتن و الملاحم۔

قتل کرے کیا اس کو معلوم نہیں ہے کہ شراب حرام کر دی گئی تھی لیکن وہ اس کو بیچتے اور خریدتے تھے[1]

۳۳۔سمرہ نے معاویہ اور زیاد کی حکومت میں بہت سی ناشائستہ حرکتیں انجام دی یہاں تک کہ جب معاویہ نے ان کو معزول کر دیا تو کہا کہ خدا کی قسم اگر خدا کی اطاعت اس شان سے کم ہوتی جس شان سے معاویہ کی اطاعت کی ہے تو وہ مجھے ہرگز عذاب نہ دیتا[2]آخر کار زمہریر کے مرض میں وہ بہت بری موت مرا۔[3]

۳۴۔ایک صحابی حنین یا خیبر کے دن مر یا پیغمبرؐ نے اس کی نماز جنازہ سے منع کر دیا اس لئے کہ اس نے راہ خدا میں دھوکا دیا جب اس کے اسباب کا جائزہ لیا یا تو یہودی جس میں جونک رہتی ہے ایک ہارلا جس کی قیمت دو درہموں سے زیادہ نہیں تھی۔[4]

۳۵۔ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم پیغمبر کے ساتھ جنگ خیبر میں شریک تھے،آپ نے ایک آدمی کے بارے میں جو اسلام کے دعویدار تھا فرمایا یہ اہل نار میں سے ہے،جب جنگ شروع ہوئی تو اس شخص نے سخت جنگ کی اور خود بھی بہت سے زخم کھائے اور زمین پر گر یا پیغمبرؐ کے پاس آئے اور کہا سرکار آپ تو فرمارہے تھے کہ وہ جہنمی ہے اس نے تو راہ خدا میں زبردست جنگ کی اور کثیر زخم کھائے آپ نے فرمایا لیکن وہ جہنمی ہے اب قریب تھا کہ لوگوں کے دل میں شک پیدا ہو کہ اس شخص کو زخمی کی وجہ سے درد ہونے اور اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر کھینچ کے خود کو ذبح کر لیا لوگ

---

(۱) صحیح مسلم ج:۳ص:۱۲۰۷،کتاب المساقات،باب تحریم بیع الخمر و المیتة و الخنزیر والصنام اور اسی طرح مسند احمد ج:۱ص:۲۵،مسند عمر بن خطاب، سنن کبری نسائی ج:۳ص:۸۷،کتاب فرع و العتیرة،نی(نھی عن الانتفاع بما حرمہ اللہ تبارک و تعالی)ج:۶ص:۳۴۲،کتاب تفسیر،سورہ انعام نی قول تعالی،(و علی الذین ادوا حرمنا...) سنن کبری بیہقی ج:۶ص:۱۲،کتاب البیوع جمع ابواب بیوع الکلاب،المصنف لعبد الرزاق،ج:۶ص:۷۵،کتاب اہل الکتاب، صحیح ابن حبان،ج:۱۴ص:۱۴۶،کتاب التاریخ،المسند للحمیدی،ج:۱ص:۹مسند ابی یعلی،ج:۱ص:۱۷۸،مسند عمر بن الخطاب۔

(۲)تاریخ طبری،ج:۳ص:۲۴۰

(۳)تاریخ طبری،ج:۳ص:۲۴۰

(۴)مستدرک علی صحیحین ج:۲ص:۱۳۹،آخر کتاب الجھاد،مسند احمدج:۴ص:۱۱۴،بقیہ احادیث زید بن خالد جہنی عن النبی

بھاگے ہوئے پھر خدمت پیغمبرؐ میں پہنچے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ خدا نے آپ کی تصدیق کر دی اس شخص نے خود کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالا آپ نے فرمایا اے بلال اٹھو اور اعلان کر دو کہ (جنت میں صرف مومن جائے گا رہا اس دین کی مدد کرنا تو کبھی اللہ اس دین کی مدد بد کردار شخص کے ذریعہ کرے گا۔)[1]

۳۶۔ابوفراس جو نو مسلم تھے ان سے روایت ہے کہ ایک دن پیغمبر نے فرمایا تم مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھو ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا وہی ہے جس کا دعوی کرتے ہو اور جس کے نام سے تم پکارے جاتے ہو ایک آدمی نے پوچھا حضور میں جنت میں جاؤں گا؟آپ نے فرمایا ہاں ایک اور آدمی نے پوچھا حجور میں جنت میں جاؤں گا؟فرمایا جہنم میں جاؤگے اتنے میں عمر کھڑے ہوئے اور کہا بس ہم اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ ہمارے پروردگار ہے۔[2]

۳۷۔عمر کے دور خلافت میں قدامہ بن مظعون نے شراب پی عمر نے ان کو تازیانے لگائے ابن مظعون عمر سے ناراض ہوگئے اور بات چیت کرنا چھوڑدی، چھ دن بعد پھر خود ہی بولنے لگے اور ان کے لئے استغفار کیا۔[3]

ابوایوب کہتے ہیں کہ بدری صحابیوں میں سواء قدامہ بن مظعون کے کسی کی شراب خواری

---

(۱) صحیح بخاری ج:۶ص:۲۴۳۶،کتاب القدر،باب العمل بالخواتیم،اور اسی طرح ج:۴ص:۱۵۳۰،کتاب المغازی،باب غزوہ خیبر، سنن کبری بیہقی،ج:۸ص:۱۹۷،کتاب المرتد،باب ما یحرم بہ الدم من الاسلام زندیقا کان، مجمع الزوائد ج:۷ص:۲۱۳،کتاب القدر،باب الاعمال بالخواتیم،مسند احمد،ج:۲ص:۳۰۹، معجم الکبیر،ج:۹ص:۸۳،باب لم یعونہ

(۲) معجم الکبیرج:۵ص:۶۰،فیما رواہ ربیعۃ بن کعب الاسلمی یکنی ابافرس، مجمع الزوائدج:اص:۱۶۱،کتاب العلم،باب قول العالم سلونی

(۳)الاصابۃ ج:۵ص:۴۲۴۔۴۲۵،قدامۃ بن مظعون بن حبیب کے حالات میں، سنن کبری بیہقی،ج:۸ص:۳۱۵،کتاب الاشربۃ،والحد فیھا،باب من وجد منہ ریح شراب اولقی سکران،المصنف لعبد الرزاق،ج:۹ص:۲۴۱،

نہیں پکڑی گئی۔[۱]

۳۸۔ابوعبیدہ بن جراح نے شام میں مندرجہ ذیل لوگوں کو شراب کے نشے کی حالت میں دیکھا ابوجندل بن سہیل بن عمرو و ضرار بن خطاب محاربی اور ابواز یہ تینوں حضرات صحابی تے۔[۲]

۳۹۔روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے ابو محجن ثقفی کو شراب خواری کی وجہ سے چار بار کوڑے لگوائے[۳]حالانکہ ابو محجن صحابی تے ابن جریج سے روایت ہے کہ شراب کی علت میں ابو محجن بن عمرو بن عمیر ثقفی کو عمر نے سات بار کوڑوں کی سزادی۔[۴]

قبیصہ بن زویب کہتے ہیں آٹھ بار سزادی[۵]عمر بن سیرین کہتے ہیں کہ ابو محجن کو بار بار کوڑے پڑتے تے جب بہت زیادہ کوڑے پڑچکے تو آخر لوگوں نے انہیں قید کر دیا اور اطمینان سے بیٹھ گئے کہ اب ان تک شراب نہیں پہنچ گی۔[6]

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ انہیں شراب کی لت پڑگئی تھی اور چھوٹے نہیں چھوٹی تھی۔

---

(۱)الاصابۃ ج:۵ص:۴۲۵،حالات قدامۃ بن مظعون میں،المصنف لعبد ا زاق،ج:۹ص:۲۴۰،کتاب الاشرابۃ،باب من حد من اصحاب النبیؐ،الا تیعاب ج:۳ص:۲۵۰۔۲۵۱،حالات قدامۃ بن مظعون بن حبیب میں،تفسیر قرطبی،ج:۶ص:۲۹۹،آیت(لیس علی الذین آمنوا....)جناح کی تفسیر میں۔

(۲)المصنف لعبد ا زاق ج:۹ص:۲۴۴،کتاب الشرابۃ،باب من حد من اصحاب النبیؐ،الاصابۃ ،ج:۷ص:۱۱حالات ابی الازوار میں،الا تیعاب ج:۴ص:۳۴،حالات ابی جندل بن سہیل بن عمرو میں۔

(۳)فتح الباری،ج:۱۲ص:۸۱

(۴)المصنف لعبد ا زاق ج:۹ص:۲۴۷،کتاب الاشرابۃ،باب من حد من اصحاب النبیؐ،الاصابۃ،ج:۷ص:۲۶۳،حالات ابی محجن الثقفی میں،الا تیعاب،ج:۴ص:۱۸۳،حالات ابی محجن ثقفی

(۵)المصنف لعبد ا زاق،ج:۷ص:۳۸۱،باب حد الخمر،ج:۹ص:۲۴۷،کتاب الاشرابۃ،باب من حد من اصحاب النبیؐ،الا تیعاب،ج:۴ص:۱۸۳،حالات ابی محجن الثقفی الحلی میں،ج:۱۱ص:۳۶۹،، فتح الباری،ج:۱۲،ص:۸۰، ۔

(٦)المصنف لعبد ا زاق،ج:۹ص:۲۴۳،کتاب الاشرابۃ،باب من حد اصحاب النبیؐ،الاصابۃ ج:۷ص:۳٦۲،حالات ابی محجن ثقفی میں،الا تیعاب ج:۴ص:۱۸۴،حالات ابی محجن ثقفی،التوابین لابن قدامۃ،ص:۱۳۱۔

ان پر نہ حد کا اثر ہوتا تھا نہ لامت کا عمر بن خطاب نے ان پر ئی مرتبہ حد جاری کی آخر انہیں ایک جزیرے میں بھیج دیا ساتھ میں ایک نگہ ان بھی دیا یہ حضرت وہاں سے بھی بھاگ لئے اور سعد بن ابی وقاص سے قادسیہ میں لاقات کی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے نگہ ان ہی کو قتل کر دیں اس آدمی کو معلوم ہو یا وہ بیچارا بھاگ کر عمر کے پاس واپس آیا۔[1]

ابن سیرین سے روایت ہے کہ جنگ قادسیہ میں ابو محجن سعد کے ساتھ تے لیکن انہیں شراب نوشی کی وجہ سے قید میں رکھا یا تھا ابو محجن نے دیکھا کہ مشر ین مسلمان کے لئے مصیبت بنتے جارہے ہیں ابو محجن نے سعد کی بوی کی خوشامد کی کہ وہ انہیں قید سے رہا کر دے کہ وہ جنگ میں شریک ہوجائیں اور و رہ کیا کہ اگر مارے نہیں گئے تو پھر وہ قید میں واپس آجائیں گے بہر حال اس عورت نے ان کو آزاد کر ادیا اور وہ میدان جنگ میں کود پڑے سعد بن ابی وقاص ان کے جنگی کارنامے دیکھنے ے لیکن پہچان نہیں پارہے تے کہ یہ کون جوان مرد ہے شام کو ان کی بیوی نے جب پوری بات بتائی تو وہ ابو محجن کے شکر زار ہوئے اور انہیں بلا بیجا اور انہیں قید سے آزاد کر دیا۔اور کہنے ے کہ اب تمہاری شراب خواری کی وجہ سے ہرگز تمہیں کوڑے نہیں ماروں گا،ابو محجن نے کہا کہ میں نے آج سے شراب خواری بھی ترک کر دی اس لئے کہ اب کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آئے گا کہ ابو محجن نے تازیوں کے خوف سے شراب چھوڑی۔[2]شاید علامہ اقبالؒ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:زاہد دلیل لائے جو مئے کے جواز میں۔۔اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑدے(مترجم)

۴۰۔عبدالرحمٰن ابن عمر ابن خطاب اور ابوسروعہ عقبہ ابن حارث نے شراب پی یہ دونوں حضرات صحابی تے عمر بن عاص نے عمر بن خطاب کے دور خلافت میں ان دونوں کو کوڑے ئے پھر

---

(۱)الا ستیعاب ج:۴،ص:۱۸۲،ابی محجن الثقفی کے حالات میں

(۲)مصنف عبدا زاق ج:۹،ص:۲۴۳۔۲۴۴،کتاب الاشرابۃ،باب من حد من اصحاب النبیؐ اور اسی طرح الاصابۃ ج:۷،ص:۳۶۲،ابی محجن ثقفی کے حالات میں،الا ستیعاب ج:۴،ص:۱۸۴۔۱۸۵،ابی محجن ثقفی کے حالات میں،التوابین بن قدامۃ ص:۱۳۱۔۱۳۲،باب توبۃ محجن ابی ثقفی میں۔

عمر کو معلوم ہوا تو انہوں نے عمرعاص کو لکھا کہ عبدالرحمٰن ابن عمر کو فوراً بھیجے عمروعاص نے عبدالرحمٰن کو عمر کے پاس بھیج دیا۔ عمر نے عبدالرحمٰن کو پھر کوڑے لگائے اور سزادی جس کے بعد وہ کچھ دنوں تک زندہ رہے پھر مرگئے۔(۱)

۴۲۔اور انہیں بھی پہچانئے یہ معاویہ ابن ابوسفیان ہیں اپنے ایام خلافت میں شراب بیچتے بھی تے(۴)اور پیتے بھی تے۔(۵)

۴۳۔مغیرہ ابن شعبہ جو ایک مشہور صحابی ہیں ان کے خلاف ابوبکر جو خود صحابی تے اور ان کے دو بھائیوں نے زنا کی گواہی دی لیکن چونکہ گواہ تین تے اور زنا کے لئے چار گواہ ہونے چاہئے اس لئے عمر نےمغیرہ کو تو چھوڑدیا البتہ ان تینوں گواہوں کے زنا کا بہتان لگانے کی سزادی۔(۶)

----

(۱) سنن کبریٰ بیہقی ج:۸ص:۳۱۲،کتاب الاشرابۃ و الحد فیھا،باب ما جاء فی وجوب الحد....،المصنف لعبد الرزاق ج:۹ص:۲۳۲،کتاب الاشرابۃ،باب الشراب فی رمضان و حلق الراس،تاریخ بغداد ج:۵ص:۴۵۵،حالات محمد بن عبداللہ بن مغفرلی لمزنی میں اور ابن حجر نے اشارہ کیا اصابۃ،ج:۴ص:۴۴،حالات عبدالرحمٰن بن عمر بن الخطاب میں اور اسی طرح عبداللہ نے الاستیعاب میں،ج:۲ص:۳۹۵،حالات عبدالرحمٰن الاکبر بن عمر بن خطاب میں۔

(۲)تہذیب التہذیب،ج:۱۱ص:۱۲۶،حالات ولید بن عقبہ بن ابی محیط میں،تہذیب الکمال،ج:۳۱ص:۵۸،حالات ولید بن عقبہ بن ابی محیط میں،استیعاب،ج:۳ص:۵۹۸،حالات ولید بن عقبہ بن ابی محیط میں،الوقوف،ص:۱۹حالات ولید بن عقبہ بن ابی محیط میں

(۳)تہذیب الکمال ج:۳۱ص:۵۸،حالات ولید بن عقبہ بن ابی محیط میں

(۴)مسند احمد،ج:۵ص:۳۴۷تاریخ دمشق ج:۲۷ا،حالات عبداللہ بن بریدہ الاسلمی میں

(۵) سیرہ اعلام النبلاء،ج:۲ص:۱۰تاریخ دمشق ج:۲۶ص:۱۹۸،حالات عبادۃ بن صامت میں

(۶) سنن کبریٰ بیہقی ج:۸ص:۲۳۵،کتاب الحدود،باب شہود الزنا،تاریخ دمشق ج:۲۶ص:۱۹۸،حالات مغیرہ بن شعبۃ میں

۴۴۔ابوا لیسر بدری مجاہدین میں ہیں[1]وہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مجھ سے خرمہ خریدنے آئی، میں نے کہا میرے گھر میں اس سے بہتر ہے،وہ میرے ساتھ کمرے میں چلی آئی میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور خود سے چمٹا لیا،پھر بوسہ لیا اور ابوبکر کے پاس آیا اور اپنی حرکت بتائی،ابوبکر نے کہا خاموش رہو اور چال جاؤ،لیکن مجھے صبر نہ آیا اور میں حضور کی خدمت میں آیا اور حضور سے پورا ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا تم نے ایک غازی کی ناموس کے ساتھ ایسا کیا؟یہاں تک کہ میں سوچنے لگا کاش میں اسی وقت اسلام کا تقاضے کو پورا کرتا پھر سوچا،لگتا ہے میں جہنمی ہوں میری کہانی سن کے حضورؐ نے سر جھکا لیا بہت دیر تک خاموش رہے یہاں تک کہ مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

(اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفامن الیل...)[2]

ترجمہ:دن کے دونوں کناروں پر نماز قائم کرو....

۴۵۔یحیٰی بن جعدہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی جو نبی کا صحابی تھا نبی کے پاس بیٹھ کے ایک عورت کے بارے میں تبا رہاتھا پھر وہ نبی کے پاس سے کسی کا بہانہ کر کے اٹھا اور اس عورت کو تلاش کرتا ہوا باہر نکلا لیکن اس کو نہیں پایا پھر وہ نبی کو بارش کی خوش خبری دینے کے لئے آپ کی طرف چلا تو اس عورت کو ایک چشمہ کے پاس بیٹے دیکھا اس نے اس عورت کے سینہ پر ہاتھ مار کے اس کو گرادیا اور اس کے دونوں پیروں کے درمیاں بیٹھ گیا لیکن اس کا آلہ تناسل ایک گھنڈی کی طرح ہوکے رہ گیا۔

(یعنی استادگی نہیں ہوئی)وہ پچھتاتا ہوا اٹھا اور نبی سے اس بات کا تذکرہ کیا حضورؐ نے فرمایا اپنے رب سے معافی مانگ اور چار رکعت نماز پڑھو اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:(اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفامن اللیل....)[3]

---

(۱)المعجم الکبیر، ج:۱۹،ص:۱۶۳،فیما رواہ عمار بن ابی الیسر عن ابیہ،ص:۱۶۷،روایت حنظلہ ابن قیس ابی الیسر سے

(۲) معجم الکبیرج:۱۹ص:۱۶۵،اسی طرح تفسیر ابن کثیرج:۲ص:۴۶۴، آیت کی تفسیر میں

(۳)تفسیر ابن کثیرج:۲ص:۴۶۴، آیت کی تفسیر میں،تفسیر طبری،ج:۱۲ص:۱۳۶، آیت کی تفسیر میں،المصنف لعبدا لرزاق،ج:۷ص:۴۴۷،باب التعدی فی الحرمات الفطام

ترجمہ:دن کے دونوں کناروں پر نماز قائم کرو....اصحاب پیغمبرؐ کے بارے میں اس طرح کی رنگین روایتیں اور بھی ہیں۔[۱]

۴۶۔عائشہ اور حفصہ نے نبی اکرمؐ کے خلاف پارٹی بنالی،سورہ تحریم میں خدا نے ان کی سرزنش کی۔[۲]

(ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ و جبریل صالح المومنین و لملائکۃ بعد ذلک ظھیر)[۳]

ترجمہ:اگر تم اللہ سے توبہ کروگی ٹھیک ہے ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں اور اگر تم نبی کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد کروگی تو نبی کو اس کی پرواہ نہیں ہے اس لئے کہ اللہ ان کا سرپرست ہے،ساتھ ہی جبرئیل امین اور نیک کردار مومن اور سارے فرشتے نبی کے مددگار ہیں،زاغت قلوبکما سے مراد مالت قلوبکما ہے یعنی تمہارے دل مائل بہ کجی ہوگئے ہیں ابن عباس اور قتادہ نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔[۴]

اسی سورہ تحریم میں اللہ نے دونوں عورتوں کی مثال،دو عظیم عورتوں سے دی ہے اور فرمایا تم دونوں، جناب نوح اور جناب لوط کی بیویوں کی طرح ہو جنہوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی یہ مثال اس لئے دی کہ یہ زوجیت پیغمبر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتی اگر نبیؐ کی نافرمانی کی جائے۔[۵]

---

(۱)تفسیر ابن کثیر،ج:۲ص:۴۶۴،تفسیر آیت، مجمع الزوائد،ج:۷ص:۳۸،سورہ ھود کی آیت کی تفسیر میں،تفسیر طبری،ج:۱۲،ص:۱۳۴،آیت کی تفسیر میں،فتح الباری،ج:۸ص:۳۵۶،

(۲) صحیح بخاری،ج:۴ص:۱۸۸۶،کتاب التفسیر،باب ان اسرالنبی...،و فی باب قولہ،(ان تتوبا الی اللہ)ج:۲ص:۸۷۱،کتاب المظالم،باب اماطۃ الاذی، صحیح مسلم،ج:۲ص:۱۱۱۰،کتاب الطلاق،باب فی الایلاء و اعتزال النساء....

(۳)سورہ تحریم آیت:۴

(۴)تفسیر طبری ج:۲۸ص:۱۶۱،تفسیر آیت(ان تتوبا الی اللہ...)

(۵)تفسیر قرطبی،ج:۱۸،ص:۲۰۲،آیت(ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا...)کی تفسیر میں فتح القدیر،ج:۵ص:۲۵۵۔۲۵۶،مذکورہ آیت کی تفسیر میں،زادالمسیر،لابن جوزی،ج:۸ص:۳۱۵،اور دیگر کتابوں میں

۴۷۔جونیہ کی شادی جب نبی کے ساتھ ہوئی تو ان بزرگ خواتین نے کاری کی حد کر دی،جونیہ کی تزویج کا سارا انتظام ان لوگوں نے اپنے ہاتھ میں رکھا اور جونیہ کا سب سے بڑا ہمدردخو نے شوہر کا دل ہاتھ میں لینے کے پھ گر بتائے اور کہا کہ نبی اس کلمہ سے بہت خوش ہوتے ہیں۔((اعوذ باللہ منک))میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں))جب نبی تمہارے پاس آئیں تو یہی کہنا وہ بیچاری معصوم ان کے جال میں پھنس گئی نبی جیسے ہی آئے اس نے یہ جملہ اپنی زبان پر جاری کر دیا نبی نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس کو اس گھر والوں کو واپس کر دیا اور پھر طلاق دے دی۔[1]

۴۸۔عائشہ خود کہتی ہیں کہ نبی کی عورتوں میں دوپارٹی تھی ام سلمہ ایک اور دوسری بیویوں کی الگ پارٹی تھی حفصہ، صفیہ،سودہ،میری پارٹی میں تھیں۔[2]

۴۹۔پارٹی بندی کی بنیاد مولائے کائنات کی ذات اقدس تھی اس کے قبل بھی عائشہ کے خیالات پر روشنی ڈال چکا ہوں ہے کہ وہ امیرالمومنینؑ سے کتنی دشمنی رکھتی تھیں،جب امیرالمومنینؑ کی شجاعت کی خبر لی تو عائشہ نے تنگ میں آکر یہ شعر پڑھا۔

((پس اس نے اپنا عصا رکھ دیا تو وہ منزل پہنچ گیا جیسے کہ مسافر کے واپس آنے پر آنکھ کو ٹھنڈک ملتی ہے۔

پھر پوچھا علی کو قتل کس نے کیا جواب ملا قبیلہ نبی مراد کے ایک شخص نے اگر مرنے والا دور تھا تو کیا ہوا اس کی موت کی خبر تو اس جوان نے دی ہے کہ جس کے منھ میں خاک نہ ہو))یہ اشعار سن کے زینب بنت ابوسلمہ نے کہا کیا آپ یہ اشعار علیؑ کے لئے پڑھ رہی ہیں تو چونک گئیں اور کہا مجھی میں بھول جاتی ہوں جب میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو۔[3]

---

(۱)الطبقات الکبری ج:۸ص:۱۴۶،فی ذکر من تزوج رسول اللہؐ من النساء الاصابۃ ج:۷ص:۴۹۵،حالات اسماء بنت نعمان بن حارث،مستدرک علی صحیحین ج:۴ص:۳۹،کتاب المعرفۃ الصحابۃ،تلخیص الجبیرج:۳ص:۱۳۲،ومن خصائصہ فی محرمات النکاح

(۲) صحیح بخاری ج:۲ص:۹۱۱،کتاب الھبہ و فضلھا،باب من اہدی الی صاحب..

(۳)تاریخ طبری ج:۳ص:۱۵۹،فی اعشم ذخلت سنۃ اربعین اور اسی طرح اکامل فی التاریخ ج:۲ص:۳۹۴،اور اسی جیسا طبقات الکبری ج:۳ص:۴۰،عبدالرحمن بن ملجم مراد کے ذکر میں

۵۰۔ایک کارنامہ اور لاحظہ ہو ام المومنین ماریہ پیغمبرؐ کی خدمت میں ایک ہدیہ کے ور پہ ٓ ئیں ئیں ان کے ساتھ ان کے چچا-ازاد بھائی بھی تے بہرحال پیغمبرؐ کی خدمت میں آئیں اور آپ کو استقرار حمل ہو یا اس لئے نبی نے ان کے چچازاد بھائی کے پاس ان کو چھوڑ دیا،اب بہتان طرازوں اور انتزپ داز لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ جو اولاد کا حاجت مند ہو وہ دوسرے کے نپ پہ دعوی کر دے۔

بہرحال ولادت ہوئی ماریہ کو دودھ بہت کم ہوتا تھ اس لئے ایک دودھ بکری خرید گئی تا کہ نبی کے بیٹے کو دودھ کی کمی نہ ہو اس دودھ کے اثر سے ان پہ خوب گوشت بڑھا۔

عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن نبیؐ انہیں لے کر میرے پاس آئے اور پوچھا عائشہ میرا بیٹا یسا لگتا ہے میں نے کہا جو بکری کا دودھ پیئے گا وہ موٹا اور اس پہ گوشت ہوگا ہی،آپؐ نے فرمایا اور میری مشا بہت نہیں پائی جاتی عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے غیرت آئی اس لئے میں وہ سب باتیں نبی کو نہیں بتائیں لیکن ہادی اعظمؐ تک وہ باتیں پہنچ ئیں اور یہ بھی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ماریہ کا بیٹا ان کے ابن عم کا ہے اعوذ باللہ بہرحال جب نبیؐ نے سنا تو آپ نے مولائے کائنات کو بلا کر تلوار دی اور کہا کہ ماریہ کے ابن عم کی گردن قلم کر دو،مولا علیؑ تلوار لے کر اس کو ڈھونڈتے ہوئے چلے وہ ایک خرمے کے باغ میں دیوار پہ چڑھا ہوا خرمے توڑ رہا تھا مولا علیؑ کو جو آتے دیکھا تو مارے ڈر کے کانپنے اور اس کا پیرا ن نیچے گرا یا پتہ چلا کے اس کے پاس عضو تناسل ہی نہیں تھا۔(۱)

۵۱۔اسامہ بن زید نے اپنے بعض اصحاب سے انہوں نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ عائشہ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ کاش میں پیدا نہیں ہوئی ہوتی یا میں ایک درخت ہوتی جو تسبیح کرتی رہتی اور مجھ پہ جو واجب تھا اس کو ادا کرتی رہتی۔(۲)

عیسی بن دینار نے کہا میں نے ابوجعفر سے عائشہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ان کے لئے استغفار کرو تم کو معلوم نہیں ہے وہ کیا کہتی ہے وہ کیا کہتی تھیں میں نے کہا کیا کہتی تھیں کہا کہتی تھیں کاش

---

(۱)مستدرک علی صحیحین ج:۴ص:۴۱،کتاب معرفۃ الصحابۃ فی ذکر سراری رسول اللہؐ

(۲)طبقات الکبری ج:۸ص:۷۴،عند حدیث(عائشہ بنت ابی بکر)

میں درخت ہوتی کاش میں پتھر ہوتی،کاش میں کنکر ہوتی تو میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب؟کہا توبہ کرنے کا ایک طریقہ ہے۔[1]

ذکوان جو عائشہ کے حجاب کا انتظام کرتا تھا کہتا ہے کہ ابن عباس عائشہ کے مرنے کے وقت ان کے پاس گئے اور ان کی تعریف کی عائشہ نے کہا اے ابن عباس مجھے چھوڑ دو کاش میں بھولی بچھڑی چیز ہوتی۔[2]قیس کہتے ہیں کہ عائشہ نے مرنے کے عقت وصیت کی کہ میں پیغمبرؐ کے بعد بہت سی نازیبا حرکتیں کی ہیں مجھے نبی اکرمؐ کی بیویوں کے ساتھ دفن کرو۔[3]

۵۲۔مسلم سے روایت ہے کہ سرکار ایک بار گرمی میں سفر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ پانی کم ہے مجھ سے پہلے اسے کوئی استعمال نہیں کرے گا جب پانی تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اس کو پہلے ہی ختم کر چکے ہیں پس آپ نے ان لوگوں پر لعنت کی۔[4]

۵۳۔جس طرح سرکار نے حکم بن عاص پر لعنت کی[5]وہ آپ کی نقل کرتا تھا اور انگلیوں سے اشارہ کر کے آپ کا مذاق اڑاتا تھا۔[6]

---

(۱)طبقات الکبری ج:۸ص:۷۴،عند حدیث(عائشہ بنت ابی بکر)

(۲)طبقات الکبری ج:۸ص:۷۵،ذکر ازواج رسول اللہؐ میں اور اسی طرح صحیح بخاری ج:۴ص:۱۷۷۹،کتاب تفسیر،باب ولولا اذا سمعتم...مسند احمدج:۱ص:۲۷۶،مسند عبداللہ بن عباس،فتح الباری ج:۸ص:۴۸۴،سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۸۰،ام المومنین عائشہ کے حالات میں

(۳)طبقات الکبری ج:۸ص:۷۴،ازواج رسول کے ذکر میں،مصنف ابی ابی شیبۃ،ج:۷ص:۵۳۶،کتاب الجمل

(۴)طبقات الکبری ج:۸ص:۷۳،عند حدیث(عائشہ بنت ابی بکر)

(۵)طبقات الکبری ج:۸ص:۷۵،ذکر ازواج رسول اللہ میں اور اسی طرح صحیح بخاری ج:۴ص:۱۷۷۹،کتاب تفسیر،باب ولولا ازا سمعتم...مسند احمد ج:۱ص:۲۷۶،مسند عبداللہ بن عباس،فتح الباری ج:۸ص:۴۸۴،سیر اعلام النبلاء ج:۲ص:۱۸۰،ام المومنین عائشہ کے حالات میں

(۶)الاصابۃ ج:۶ص:۵۵۸،حالات ند بن ند بن ابی الۃ میں اسی طرح ج:۲ص:۱۰۵،پر حالات الحکم بن ابی العاص میں اور تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ،الا ستیعاب ج:۳ص:۵۷۰،حالات ند بن ابی الۃ میں اور معجم الصحابۃ،ج:۳ص:۱۹۶،حالات ند بن ابی ا میں مجمع ازوائد ج:۵ص:۲۴۳،کتاب الخلافۃ،باب ائمۃ الظلم و الجور و ائمہ ال لالۃ

آپ نے اس کے لئے بد دعا کی تو اس کو رعشہ کا مرض ہو گیا۔[1]

ایک حدیث میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو نبی کے پاس لایا جاتا اور آپ اس کے لئے دعائے خیر کرتے جب مروان بن حکم لایا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ ذلیل بن ذلیل اور ملعون ابن ملعون ہے۔[3]

۵۴۔انس بن مالک کہتے ہیں،اصحاب پیغمبرؐ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دفن کرتے ہی منکر ہوگئے[4]فتح باری میں اس جملہ کی تشریح یوں کی ہے کہ وہ لوگ اس عہد وفا کو بھول گئے جو آپسی محبت، صفا قلب اور نرمی دل کے بارے میں پیغمبرؐ سے باندھا تھا اس لئے اس تعلیم و تادیب کا فقدان تھا اور تمام اخلاق مذمومی کے نیچے سو رہا تھا۔[5]

۵۵۔عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ وفات پیغمبر کے بعد ہمیں ڈر ہو گیا کہ ہماری خوبیاں اسی دنیا میں نہ ختم ہوجائیں[6]اور یہ بھی کہتے تھے کہ ہمیں مصیبتوں سے آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا

---

(۱)طبقات الکبری ج:۸ص:۴۷،ازواج رسول کے ذکر میں،مصنف ابی ابی شیبۃ،ج:۷ص:۵۳۶،کتاب الجمل

(۲) معجم الکبری ج:۱۲ص:۱۴۸، مجمع الزوائد ج:۸ص:۴۳،کتاب الادب،باب فی الاستئذان و فیمن اطلع فی دار بغیر اذن،الاصابۃ،ج:۲ص:۱۰۴،حالات الحکم بن ابی العاص میں

(۳)المستدرک علی الصحیحین ج:۴ص:۵۲۶،کتاب الفتن و الملاحم اور اسی طرح کتاب الفتن (نعیم بن حماد)ج:۱ص:۱۳۱

(۴)الاحادیث المختارۃ،ج:۴ص:۴۱۹،فیمارواہ(جعفر بن سلیمان الضبعی عن ثابت) سنن بن ماجہ،ج:۱ص:۵۲۲،کتاب الجنائز،باب ذکر وفاتہ و دفنہ،مصنف بن ابی شیبۃ،ج:۷ص:۱۳۳،کتاب الزھد،کلام بن مالک،مسند احمد ج:۳ص:۲۲۱،مسند انس بن مالک،ص:۲۶۸، سنن ترمذی،ج:۵ص:۵۸۸،کتاب المناقب،باب فی فضل النبیؐ،صحیح بن حبان،ج:۱۴،ص:۶۰۱،ذکر انکار(الصحابۃ قلوبہم عند دفن نبی اللہؐ)

(۵)فتح الباری،ج:۸ص:۱۴۹

(۶) حلیۃ الاولیاء،ج:۱ص:۱۰۰،حالات عبدالرحمن بن عوف میں، صحیح بخاری،ج:۱ص:۴۲۸،کتاب الجنائز باب الکفن، صحیح بن حبان،ج:۱۵،ص:۴۸۵،کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابہ،مصنف بن شیبہ،ج:۴ص:۲۱۶،کتاب الجھاد، سیر اعلام النبلاء،ج:۱ص:۱۴۱۱،حالات مصعب بن عمیر میں

لیکن جب مسرتیں دے کے آزمایا یا تو ہم بر نہیں کر ے۔[1]

۵۶۔ابوبکر نے مرنے کے پہلے عمر بن خطاب کو خلیفہ بنادیا جب عبدالرحمن بن عوف ان کے مرنے کے وقت ان کے پاس پہونچے اور سرزنش کی تو ابوبکر نے کہا میں نے تم پر ایسے کو ولی بنایا ہے جو میرے علم میں تم سب سے بہتر ہے اب میں دیکھ رہا ہوں کہ سب کی ناک سوجی ہوئی ہے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ خلافت عمر کے بجائے اس کے پاس آجاتی اصل میں تم دنیا کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہے ہو،حالانکہ ابھی دنیا تمہاری طرف آئی نہیں ہے،ابھی تو یہ آتی رہے گی یہاں تک کہ تم حریر و دیباج کے کپڑے پہننے لگوگے خدا کی قسم اگر تم میں سے کوئی آگے بڑھتا تو یہ سمجھ لے کہ دنیا کے پکڑ میں بہتر یہ ہے کہ اس کی گردن بغیر کسی جرم کے ماردی جائے کل آنے والے وقتوں میں تم لوگ عوام کو گمراہ کروگے اور صراط مستقیم میں رکاوٹ پیدا کرکے داہنے بائیں بھٹکادوگے،اے ہادی راستہ دکھا راستہ یا تو صحیح ہے یا بربادی۔[2]

۵۷۔ایک دن ابوبردہ بن موسی اشعری سے عمر کے صاحب زادے نےپوچھا کہ تمہیں معلوم ہے ہمارے ابا تمہارے ابا سے کیا کہتے تے،میں نے کہا نہیں بولے ایک دن میرے والد ماجد آپ کے والد ماجد سے پوچھنے لگے اے ابوموسی کیا تم اسی بات پر خوش ہو کہ ہم لوگ نبی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے اور آپ کے ساتھ ہجرت کی اور جہاد کیا تو یہ بات تو ہمارے لئے ثابت ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جو حرکتیں ہم نے نبی کے بعد کیں کیا تمہیں یقین ہے کہ ان کی سزا سے ہاتھ پاؤں بچا کے نجات پاجائیں گے۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ج:۱ص:۱۰۰،حالات عبدالرحمن بن عوف میں،الاحادیث المختارۃ ج:۳ص:۱۲۱۔۱۲۲،مسند عبدالرحمن بن عوف،مسند الشاشی ج:۱ص:۲۸۰

(۲)تاریخ طبری ج:۲ص:۳۵۳،الضعفاء للعقیلی ج:۳ص:۴۲۰،حالات عوان بن داؤد الجبلی،لسان المیزان،ج:۴ص:۱۸۹،حالات عوان بن داؤد الجبلی میں، مجمع الزوائد ج:۵ص:۲۰۲،کتاب الخلافۃ باب کراہۃ الولایۃ،الاحادیث المختارۃ ج:۱ص:۸۹، معجم الکبیر،ج:۱ص:۶۲

ابوموسیٰ نے کہا خدا کی قسم مجھے تو پیغمبرؐ کے بعد بھی اپنا کوئی عمل نظر نہیں دکھائی دیتا ہے ہم نے نبیؐ کے بعد بھی جہاد کیے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے بہت سے عمل خیر انجام دیئے اور بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا، عمر نے کہا لیکن اس کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے میری تمنا ہے کہ صحابیت پیغمبرؐ سے مجھے بچائے اور نبی کے بعد جو کچھ کیا ہے اس کی سزا سے ہاتھ پاؤں بچا کے نکل جائیں یہ سن کے ابوموسیٰ نے کہا تمہارے باپ میرے باپ سے بہتر تھے۔[1]

۵۸۔جب عمر زخمی ہوئے تو کہنے لگے کاش میرے پاس زمین کے برابر سونا ہوتا جس کو دے کے میں عذاب سے بچ جاتا[2] اور میرے پاس ساری زمین کی دولت ہوتی تو میں اسے صدقہ میں دے کے قیامت کے ہول سے بچ جاتا[3] اور یہ بھی کہا کہ کاش میں خلافت سے اس طرح باہر نکلوں جیسا داخل ہوا تھا یعنی بالکل صاف پاک، نہ مزدوری لی اور نہ بوجھ اٹھایا۔[4]

کبھی کہا میں چاہتا ہوں کہ خلافت میں جیسے داخل ہوا تھا ویسے ہی نکل آؤں سورج جن چیزوں پر چمکتا ہے اگر ان کے برابر بھی سونا ہوتا تو میں اس کو قیامت کا فدیہ قرار دیتا[5] کبھی کہا میں چاہتا ہوں خلافت جب چھوڑوں تو میرا ہاتھ صاف رہے، نہ میرا فائدہ ہو نہ نقصان اور صحبت پیغمبر سلامت رہے۔[6]

---

(۱) صحیح بخاری ج:۳ص:۱۴۲۵، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ہجرۃ النبی، واصحابہ، الی المدینۃ، اور اسی طرح سنن الکبری بیہقی ج:۶ص:۳۵۹، کتاب القسم و الفئۃ و الغنیمۃ، جماع ابواب تفریق...، باب الاختیار فی التعجیل...

(۲) صحیح بخاری، ج:۳ص:۱۳۵۰، کتاب الفضائل الصحابۃ، باب مناقب عمر بن خطاب ابی حفص القرشی

(۳)طبقات الکبری، ج:۳ص:۳۵۵، ذکر (استخلاف عمر) میں اسی طرح مجمع الزوائد، ج:۹ص:۷۵، کتاب المناقب، باب وفاۃ عمر، مصنف ابی شیبۃ، ج:۷ص:۱۰۰، کتاب الزھد(کلام عمر بن خطاب) میں، المستدرک علی صحیحین، ج:۳ص:۹۸کتاب معرفۃ الصحابۃ، مقتل عمر علی الاختصار

(۴) سنن کبری بیہقی ج:۱۰ص:۹۷، کتاب آداب القاضی: باب کراہیۃ الامارۃ، حلیۃ الاولیاء، ج:۱ص:۵۲، کلمات عمر میں اور اسی طرح طبقات الکبری ج:۳ص:۳۵۱

(۵)طبقات الکبری، ج:۳ص:۳۵۵

(۶) مجمع الزوائد ج:۹ص:۷۷، کتاب المناقب: باب وفاۃ عمر، صحیح بن حبان ج:۱۵، ص:۳۳۲، ذکر (مرضی رضا عن عمر) میں، مسند ابی یعلی، ج:۵ص:۱۱۶، اول مسند ابن عباس میں اور اسی طرح مسند الطیالسی ج:۲ص:۶

۵۹۔جب عمر زخمی ہوئے تو صحابہ اس بات پر تیار نہیں تے کہ وہ خلافت سے ا تیفا دیں لیکن عمر نے اس پوچھا اور پھر کہا تمہاری ہی رائے اور مشورہ پر تو عمل کرنے سے مجھ پر یہ مصیبت آئی ہے تو صحابہ نے اس بات سے اظہار برائت کیا اور حلف اٹھایا کہ ایسا نہیں ہے۔[1]

۶۰۔ابوبکر کے دور خلافت میں کچھ لوگ یمن آئے اور قرآن کی تلاوت سن کر رونے لگے،ابوبکر نے کہا ہم لوگ بھی پہلے ایسے ہی تے پھر سخت دل ہوگئے۔[2] ۶۱۔سعد نے عمار سے تعلقات منقطع کر لئے،واقعہ یوں ہے کہ ایک دن سعد نے عمار سے کہا کہ میری نظر میں تم اصحاب میں فاضل ترین لوگوں میں سے تے اب تمہاری زندگی میں سے رے کس میرابی کتے : اب دن باقی رہ گئے ہیں(یعنی بہت تھوڑے دن)تو تم نے اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار پھینکا پھر پوچھا تم کیا پسند کرتے ہو؟قبی محبت یا خوبصورتی سے تعلقات کا منقطع کرنا عمار نے کہا:قطع تعلق ہی بہتر ہے سعد نے کہا میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ تم سے کبھی نہیں بولوں گا۔[3] ۶۲۔اسی طرح عائشہ نے حفصہ سے قطع تعلق کر لیا تھا جو موت کے وقت باقی رہا۔[4] ۶۳۔خالد بن ولید اور عمر میں بول چال نہیں تھی آخر تک قطع تعلق رہا۔[5] ۶۴۔معاویہ نے سعد کو سلام کیا تو انہوں نے جواب سلام نہیں دیا۔[6] ۶۵۔یہ بات پہلے ہی گزر چکی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف اور عثمان میں قطع تعلق ہوچکا تھا۔

---

(۱)مصنف عبدالرزاق ج:۱۰ص:۳۵۷،باب لا یدخل المشرک فی الحرم،الاستیعاب ج:۲ص:۴۶۱،حالات عمر بن خطاب میں،طبقات الکبری ج:۳ص:۳۴۸-۳۴۱،تاریخ طبری ج:۲ص:۵۶۰،مصنف ابن ابی شیبۃ،ج:۷ص:۴۴۰،کتاب المغازی، حلیۃ الاولیاء،ج:۴ص:۱۵۱،فضائل الصحابہ،ج:۱ص:۲۶۳،فضائل عمر بن خطاب میں

(۲) حلیۃ الاولیاءج:۱ص:۳۴،حالات ابی بکر میں،تاریخ الخلفاءص:۹۸،جس میں ابوبکر صدیق سے روایت ہوئی ہے۔

(۳)المعارف لابن قتیبہ ص:۵۵۰،المتھاجرین میں

(۴)المعارف لابن قتیبہ ص:۵۵۰،المہاجرین میں

(۵)العقد الفریدج:۳ص:۲۳۵،کتاب الدرۃ فی النوادب

(۶)التاریخ الکبیر للبخاری ج:۴ص:۲۸۵،حالات صالح بن عبدالرحمن بن مسعود میں

۶۶۔ابوردا‌ء کہتے تے کہ ہمیں امت محمد میں سوائے نماز جماعت کے کوئی خوبی نہیں دکھائی دیتی[1]دوسری حدیث میں ہے کہ خدا کی قسم میں یرت پیغمبر کی کوئی جھلک آپ کی امت میں نہیں دیکھتا گ یہ کہ نماز جماعت سے ادا کر لیتے ہیں۔[2]ایک اور حدیث میں ہے کہ امر محمد میں سوائے نماز کے پھ نہیں دیکھتا۔[3]

۶۷۔انس کہتے ہیں کہ اے مسلمان دور رسول کی کوئی چیز تم میں باق نہیں لوگوں نے کہا کیوں؟نماز تو ہے انس نے کہا ا سے بھی تو تم سے جتنا ہوسکا ضائع کر چے ہو۔[4]

۶۸۔ابھی حذیفہ سے ایک حدیث آئے گی کہ مسلمان مبتلا ہوئے یہاں تک کہ لوگ چ چ کر نماز پڑھنے ے۔

۶۹۔ابوموسی اشعری کہتے ہیں کہ علی نے ہمیں وہ نماز یاد دلائی جو ہم نبی کے ساتھ پڑھتے تے اور جس کو ہم بھول گئے تے یا جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا۔[5]

۷۰۔مسیب کی حدیث میں ہے کہ براء بن عازب سے لا اور کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپ کو نبی کی صحبت ملی اور آپ نے شجرہ کے نیچے نبی کی بیعت کی،کہنے لگے بھتیجے...اس کے بعد ہم لوگوں نے کیا کیا کہا تم نہیں جانتے۔[6]

۷۱۔دوسری حدیث ابوسعید سے ہے کہ انہوں نے براء بن عازب سے کہا کہ آپ کو

---

(۱) صحیح بخاری ج:۱ص:۲۳۲،کتاب الجماعۃ و الامامۃ،باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ

(۲)مسند احمدج:۵،ص:۱۹۵حدیث ابی الدردا

(۳)مسند احمدج:۶ص:۴۴۳،من حدیث ابی الدردا

(۴) صحیح بخاری ج:۱ص:۱۹۷،کتاب مواقیت الصلوۃ تضییع الصلوۃ عن وقتھا

(۵)مسند احمدج:۴ص:۳۹۲۔۴۱۱۔۴۱۵،حدیث موسی میں،مصنف ابی ابی شیبۃ ج:۱ص:۲۱۷،کتاب الصلوۃ،شرح معانی الآثار ج:۱ص:۲۲۱،کتاب الصلوۃ،فتح الباری ج:۲ص:۲۷۰وغیر

(۶) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۵۲۹،کتاب المغازی،باب غزوۃ الحدیبیۃ

مبارک ہو کہ آپ نے نبی کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے کہنے لگے کہ اس کے بعد ہم نے کہا کیا؟تم کو نہیں معلوم ہے۔[1]

۷۲۔محمد کی حدیث ہے کہ نبیؐ کے اصحاب میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی کو فتنہ نے گرفتار نہیں کیا۔اگر تم کہو کہ میرا خیال صحیح نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ سوائے عبداللہ بن عمر کے کوئی مفتون نہیں ہوا۔[2]

۷۳۔حذیفہ کی حدیث ہے کہ منافقین کی شرارت آج کل عروج پر ہے،اس لئے کہ عہد نبوی میں جو پوشیدہ تھے اب کھل کر سامنے آگئے ہیں،[3]دوسری حدیث میں ہے کہ حذیفہ نے کہا:نفاق تو نبی کے دور میں تھا،آج تو ایمان کے بعد صرف کفر ہے۔[4]

۷۴۔تاریخ میں غزوہ تبوک کی واپسی کا واقعہ بہت مشہور ہے جب منافقین نے کوشش کی تھی کہ نبی کے ناقے کو بھڑکاکر آپ کو پہاڑ سے وادی میں گرادیں۔[5]

مجمع زوائد میں ابو طفیل سے اس کی تفصیل نقل کی گئی ہے،ابو طفیل کہتے ہیں کہ نبی تبوک کی طرف جارہے تھے یہاں تک کہ ایک وادی میں پہونچے پس آپ نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ اعلان کردو کہ وادی میں کوئی بھی داخل نہ ہو پیغمبر وادی میں سفر کر رہے ہیں حذیفہ آپ کے اونٹ کو ہنکار ہے

---

(۱)الاصابۃ ج:۳ص:۷۹،حالات سعد بن مالک میں،تاریخ دمشق ج:۲۰،ص:۳۹۱،حالات سعد بن مالک میں،(ابی سعید الخدری)

(۲)مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۷ص:۴۶۸،کتاب الفتن،طبقات الکبری ج:۴ص:۱۴۴،و من بنی حارثہ بن کعب

(۳) صحیح بخاری ج:۶ص:۲۶۰۴،کتاب الفتن،باب اذا قال عند مقوم شیاً

(۴) صحیح بخاری ج:۶ص:۲۶۰۴،کتاب الفتن،باب اذا قال عند مقوم شیاً

(۵) مجمع ازوائد ج:اص:۱۱۰،کتاب الایمان،باب منہ فی المنافقین،مسند احمد ج:۵ص:۴۵۳،حدیث ابی الطفیل عامر بن واثلہ،الاحادیث المختارۃ ج:۸ص:۲۲۱۔۲۲۲،البدایۃ و النھایۃ،ج:۵ص:۱۹۔۲۰۔۲۱،فضائل غزوہ تبوک،در منثور،ج:۳ص:۲۵۹۔۲۶۰،آیت(یحلفون اللہ ما قالوا)کی تفسیر میں،تفسیر بن مسعود،ج:۴ص:۸۴،سورہ توبہ،آیت۷۴کی تفسیر میں،تفسیر بن کثیر،ج:۲ص:۳۷۲۔۳۷۴،آیت(و ھموابمالم ینالو)کی تفسیر میں،معجم الکبیر،ج:۳ص:۱۶۵،

تے اور عمار کھینچ رہے تے کہ وادی میں کچھ لوگ نقاب پہنے ہوئے تے اور انھوں نے نبیؐ کو چاروں طرف سے گھیر لیا وہ لوگ اپنی سواریوں پر تے عمار پلٹ کر ان کے ناقوں کے پر منھ مارا، نبیؐ نے حذیفہ سے فرمایا کہ میرے ناقے کو آگے بڑھاؤ اور عمار سے کہا کہ تم اس کو کھینچو یہاں تک کہ عمار نے ناقہ کو بھڑکا دیا، آپؐ نے عمار سے کہا کہ کیا تم ان نقاب پوشوں کو پہچانتے ہو، عمار نے کہا یا رسول اللہ ان کے چہروں پر نقابیں ہیں میں انھیں نہیں پہچانتا، ہاں البتہ سواریوں کو پہچانتا ہوں آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ پیغمبرؐ کے بارے میں ان کے کیا ارادے ہیں میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ ان کا ارادہ ہے کہ وہ ناقے کو بھڑکا دیں تا کہ رسول وادی میں گر جائے اور قصہ ختم ہوجائے۔

بات ختم ہوگئی لیکن اس واقعہ کے بعد عمار اور کسی آدمی میں کچھ بحث ہوگئی اس شخص نے کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اصحاب عقبہ کتنے تے؟ جنھوں نے پیغمبرؐ سے مکر کرنا چاہا تھا عمار نے کہا میرا خیال ہے کہ وہ چودہ تھے اس نے کہا کہ اگر میں بھی ان میں ہوتا تو پندرہواں ہوتا، عمار اس بات کے گواہ ہیں ان میں سے بارہ تو وہ تے جو دنیا میں پیغمبرؐ سے لڑتے ہی رہے آخرت میں بھی پیغمبرؐ کے دشمن ہوں گے طبرانی نے کبیر میں اس روایت کو ثقہ روایوں کے سلسلے سے لکھا ہے۔[1]

بہت سی حدیثوں میں عقبہ کی کہانی بیان کی گئی ہے کہ سرکار دوعالم نے اس رات اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ نقاب پوشوں کے نام راز میں رکھیں گے، اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ انھیں پہچانتا کون تھا؟ حذیفہ اور عمار یا صرف حذیفہ، بہر حال صورت حال چاہے جو بھی ہو نبی نے ان کے نام پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی تھی اس لئے کہ وہ لوگ یا ان میں سے کچھ لوگ مسلمانوں کے درمیان منافق نہیں سمجھے جاتے تے، بلکہ اس لئے بھی کہ مسلمانوں کے درمیان جو کچھ ان کا احترام ہے وہ ختم ہوجائے گا، اس کے علاوہ ان کے نام کے اعلان سے ملت اسلامیہ میں کچھ ایسی مشکلیں آجاتیں جن

---

(۱) مجمع الزوائد ج:۱ص:۱۱۰کتاب الایمان:باب منہ فی المنافقین

سے اس دور میں پرہیز کرنا اچھا تھا اس لئے کہ عروہ ان لوگوں کو منافق نہیں مانتے تے بلکہ صحابہ مانتے تے جیسا کہ عروہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرات منافق نہیں صحابہ تے۔[1]

۷۵۔ حدیثوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبان مرتبہ صحابہ، پھر عزت دار صحابہ کے حالات سے واقف تو تے لیکن چونکہ ان کی عوام میں ایک عزت تھی اس لئے ان کی عزت کو بچانے کے لئے ان کے حالات پر پردہ نہ ڈالتے تو عوام میں ایک وفان کھڑا ہوجاتا۔

جیسا ابی بن کعب کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے اور ابو طفیل کا یہ بیان بھی شاہد ہے،ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں اور عمر بن لیع محاربی حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا حدیث بیان کرو انہوں نے کہا خدا کی قسم اگر میں تم سے ہر مخفی بات بتادوں تو تم مجے قتل کر دوگے،یا یہ کہا کہ تم ہماری تصدیق نہیں کروگے۔

انہوں نے کہا کہ کیا یہ حق ہے،حذیفہ نے کہا کہ ہاں یہی سچ ہے،انہوں نے کہا آپ ہم سے وہ مخفی باتیں بتایئے جو ہمیں فائدہ پہونچائیں اور آپ کو نقصان بھی نہ ہو،ہمیں ایسا سچ نہیں چاہئے جس کو سننے کے بعد ہم آپ کو قتل کر دیں،حذیفہ نے کہا اچھا اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری ماؤں نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے تو تم ہماری تصدیق کروگے،انہوں نے کہا ہاں یہ سچ ہے۔[2]

۷۶۔ابن حزم کہتے ہیں اور زید بن وہب سے بھی بخاری شریف کے طریق سے روایت ہے کہ حذیفہ نے کہا:اصحاب محمد میں مندرجہ ذیل آیت کے مصداق صرف تین آدمی باقی رہ گئے ہیں،آیت یہ ہے کہ:

(و ان نّکثوا ایمانهم من بعد عهدهم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمّة الکفر انّهم لاایمان لهم لعلّهم ینتهون)[3]

---

(۱) سنن کبری بیہقی ج:۹ص:۳۳،کتاب السیر:باب من لیس للامام من یغزو..،درّ منثور ج:۳ص:۲۵۹،آیت(یحلفون باللہ ما قالوا)کی تفسیر میں

(۲)جامع ازدی ج:۱۱ص:۵۲۔۵۳،باب القبائل

(۳)سورہ توبہ آیت:۱۲

ترجمہ:اگر یہ لوگ اپنے عہدہ کو توڑیں اور تمہارے دین پر حملہ کریں تو کفر کے اماموں کو مار ڈالو ان کے لئے کوئی عہد و پیمان نہیں ہے تا کہ وہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز رہیں۔

حذیفہ نے فرمایا کہ اب صرف چار منافقین باقی رہ گئے ہیں،ایک عرب نے کہا کہ آپ لوگ اصحاب محمد ہیں ہمیں وہ باتیں جو ہم نہیں جانتے وہ کون لوگ ہیں جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور ہمارا سامان چرا لے جاتے ہیں؟

حذیفہ نے کہا وہ فاسق لوگ ہیں منافق نہیں،اس لئے کہ اب تو منافقین میں سے چار ہی بچے ہیں ایک بوڑھا ہے اگر پانی پی لیتا تو ٹھنڈا پڑجاتا[1](یعنی ایک بوڑھا منافق ہے اگر اس کو موت آجاتی تو فساد ختم ہوجاتا)(مترجم)

صورت حال جو بھی رہی ہو اصحاب عقبہ کے نام بہرحال پوشیدہ رہے ہاں کبھی کبھی اشاروں اور کنایوں میں کسی کی طرف نظر اٹھ گئی تو وہ دوسری بات ہے سب سے واضح اشارہ ابوموسی نے مولائے کائنات ؑکو واقعہ تحکیم میں خلافت سے الگ کر دیا تو پھر وہ مولائے کائنات ؑ کے مخالفین میں شامل ہوگئے یہاں تک کہ حذیفہ کے بارے میں بھی وہ بکواس کرنے لگے جواب میں حذیفہ نے بھی ان کے بارے میں ایسی باتیں کہیں جس کا ذکر کرنا بھی کروہ ہے اللہ انہیں بخشے۔[2]

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ ابوعمر بن عبدالبر نے جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور جس بات کا تذکرہ کر وہ کھل کر نہیں کیا وہ یہ ہے کہ حذیفہ نے اس شخص(ابوموسی)کے دین کے بارے میں کہا تھا،حذیفہ نے کہا جہاں تک تم لوگوں کا سوال ہے تو تم لوگ اس کے بارے میں جو چاہو عقیدہ رکھو لیکن جہاں تک میرا خیال ہے تو ابوموسی وہ ہے جو خدا کا دشمن خدا کے رسول کا دشمن ہے اس کی میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اس دنیا میں بھی،آخرت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا ہے قیامت کے دن بھی وہ خدا اور اس کے رسول کا دشمن ہوگا جس دن ظالموں کو کوئی بہانہ کام نہ آئے گا

---

(۱)المحلی،ج:۱۱ص:۲۲۲(فی مسئلۃ من المنافقین و..)

(۲)الاستیعاب ج:۴ص:۳۶۴،عبداللہ بن قیس بن سلیم کے حالات میں

ان کے لئے لعنت اور اہانت ہے اور حذیفہ منافقین کے نام جانتے تھے،پیغمبرؐ نے اس بارے میں انہیں رازدار بنایا تھا اور ان کے ناموں کی نشان دہی کی تھی۔روایت ہے کہ عمار سے ابوموسی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا میں نے اس آدمی کے بارے میں حذیفہ سے بہت بڑی بات سنی ہے وہ فرماتے تھے کہ یہ کالی ٹوپی والا ہے اور پھر انہوں نے ایسا منھ بنایا کہ میں سمجھ گیا کہ عقبہ والی پارٹی سے لگاؤ رکھتا ہے۔(۱) کیم کی حدیث میں ہے کہ میں عمار یاسر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوموسی آئے عمار نے کہا ابوموسی مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں،ابوموسی نے کہا کیا میں تمہارا بھائي نہیں ہوں عمار نے کہا کہ یہ تو میں نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ ہادی اعظم نے تم پر پہاڑ والی رات وادی عقبہ میں لعنت بھیجی تھی،موسی نے کہا اور استغفار بھی تو کیا تھا،عمار نے کہا اور استغفار بھی تو کیا تھا،عمار نے کہا میں لعنت کا گواہ ہوں استغفار کا نہیں۔(۲)

اسی طرح کی دوسری حدیث ہے ابو طفیل کی حدیث ملاحظہ کریں(۳)

حذیفہ سے ایک ایسے آدمی کا جھگڑا ہو گیا جو وادی عقب میں شریک تھا اس نے کہا حذیفہ میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اصحاب عقبہ کتنے تھے حذیفہ خاموش تھے کہ لوگوں نے کہا حذیفہ آپ سے وہ سوال کر رہا ہے اس کا جواب دیجئے،ابوموسی بول پڑے ہمیں تو بتایا گیا ہے کہ وہ چودہ تھے،حذیفہ نے کہا اور اگر تم بھی ان میں شامل تھے تو پندرہویں ہوئے،میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں بارہ تو وہ تھے جو خدا اور خدا کے رسول کے دشمن تھے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور تین نے اپنی معذوری ظاہر کر دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ ہم نے پیغمبرؐ کی منادی نہیں سنی تھی اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ان لوگوں کے کیا ارادے ہیں۔(۴)

---

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱۳ص:۳۱۴،(فصل فی نسب ابی موسی..)

(۲)کنز العمال ج:۱۳ص:۶۰۸

(۳)الکامل فی الضعفاء ج:۲ص:۳۶۲،حالات حسین بن حسن الاشقر میں،تاریخ دمشق ج:۳۲ص:۹۳،حالات عبداللہ بن قیس میں

(۴)مصنف ابی شیبہ ج:۷ص:۴۴۵،کتاب المغازی،کنز العمال ج:۱۴ص:۸۶،حدیث:۳۸۰۱۱

شفیق کی حدیث لاحظہ وہ ہو کہتا ہے کہ ہم م ۔ر نبوی میں حذیۃ ۔ کے ساتھ بیٹھے تے کہ عبداللہ اور ابوموسی م ۔ر م۔یں داخ۔ل ہوئے،حذیۃ ۔ نے کہا ان میں سے ایک مناق ہے اور بیشک چلنے پھرنے م۔یں اور دلی۔یں دیسے م۔یں اور س۔مت م۔ین ک۔ نے م۔یں عبداللہ،پیغمبر ؐ حق سے بہت مشابہ ہیں۔[1]

اس سلسلے میں تو ابن جزم نے ان ۔بروں کا بھی ذکر کیا ہے جس میں منافقین کے ناموں کی صراحت ہے[2]لیکن ابن جزم نے خ۔ود ہی ا ۔یں ناگوار خاطر بتایا ہے۔اور ان کے متن کا تذکرہ نہیں کیا ہے نہ یہ بتایا ہے کہ یہ روایتیں کہاں سے لی گئی ہ۔یں جیس۔ا ک۔ہ سیوطی،طبرانی اور ابن کثیر نے دوسری حدیثوں میں تذکرہ کیا ہے[3]جس کی خواہش مزید تحقیق کی ہے وہ مذکورہ بالا مصنفین کی کتابوں ک۔ی طرف رجوع کرے اور پھر اچھی طرح سے موضوع پر جان کاری حاصل کرے تا کہ اس کو تسلی بخش جواب مل جائے،میں اس موض۔وع پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا،اس لئے کہ میرا مقصد منافقین کی نقاب کشائی نہیں ہے،میں تو صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہ۔وں ک۔ہ ج۔ن صحابہ کو دنیا اتنا محترم سمجھتی ہے اور جن کے تقدس کی قسم کھاتی ہے وہی صحابہ شب عقبہ میں پیغمبرؐ کے قتل کی س۔ازش ک۔رتے ہ۔یں اور اس جرم عظیم پر پچھتاتے تک نہیں ہیں نام لوم کر کے کیا کروگے؟بڑے بڑے لوگ ہیں۔

۷۷۔قیس بن عبادہ،ابی بن کعب سے بیان کرتے ہیں کہ پھر حضور نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور تین مرتبہ کہا کہ کعبہ پ۔روردگار کی قسم کہ اہل عقد ہلاک ہوگئے،خدا کی قسم مجھے اس کا افسوس نہیں ہے بلکہ افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ س پیز پر گم۔راہ ہ۔وئے راوی کہتا ہے کہ میں نے حضور سے پوچھا

---

(۱) یر اعلام النبلاءج:۲ص:۳۹۳۔۳۹۴،حالات ابی موسی اشعری میں،تاریخ دمشق ج:۳۲ص:۹۳،عبداللہ بن قیس سہیم کے حالات میں(ابوموسی اشعری)

(۲)المحلی،ج:۱۱ص:۲۲۴،مسئلہ منافقین و المرتدین میں

(۳) معجم الکبیر،ج:۳ص:۱۶۵،فی تسمیہ اصحاب العقبۃ،تفسیر بن کثیر،ج:۲ص:۳۷۴،سورہ توبہ کی آیت،۷۴۔۳۷کی تفسیر میں،در منثور،ج:۳ص:۲۵۹،آیت(یحلفون باللہ)کی تفسیر میں

اہل عقد سے آپ کی کیا مراد ہے؟فرمایا امرا۔[1]

اسی کے قریب المعنی ایک دوسری حدیث ہے،جس میں راوی پوچھتا ہے،اے ابویعقوب،اہل عقد سے کیا مراد ہے،کہا:امرا۔[2]

اسی معنی میں ایک اور دوسری حدیثیں بھی ہیں[3]اس کے علاوہ ایک حدیث میں جندب بن عبداللہ بجلی،ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:کعبہ پروردگار کی قسم اصحاب عقدہ ہلاک ہوگئے اور مجھے ان سے ہمدردی بھی نہیں ہے،راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ جملہ کئی مرتبہ کہا،پھر کہنے لگے پالنے والے اگر میں جمعہ کے دن تک زندہ رہا تو باتیں ضرور کہوں گا جو میں نے پیغمبرؐ سے سنی ہیں،مجھے کسی لامت کا خوف نہیں اور جمعہ کا انتظار کرتا رہا جب جمعرات کا دن آیا تو میں کسی کام سے باہر نکلا تو میں نے یہ دیکھا کہ تمام گلیاں لوگوں سے بھری ہوئی ہیں سوائے اس گلی کے جس سے میں لوگوں تک پہنچ سکتا تھا میں نے پوچھا اتنا مجمع کیوں ہے؟لوگ گھروں سے باہر کیوں نکل پڑے ہیں،لوگوں نے کہا لگتا ہے تم پردیسی ہو،میں نے کہا ہاں،لوگوں نے کہا سیدالمسلمین اُبی ابن کعب کا انتقال ہو گیا۔[4] عتی ابن ضمرہ کی حدیث میں ہے کہ اُبی ابن کعب نے کہا ہمارا اگر میں جمعہ تک زندہ رہا تو کچھ باتیں کہوں گا،اس کے بعد لوگ مجھے زندہ رہنے دیں یا ماردیں،ابھی جمعہ میں کچھ دن باقی ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ عمارتوں سے نکل پڑے ہیں اور گلیوں میں کاندے سے

---

(۱)المستدرک علی الصحیحین ج:۱ص:۳۳۴،کتاب الصلوٰۃ،ومن کتاب الامامۃ و صلوٰۃ الجماعۃ

(۲) سنن کبری للنسائی ج:۱ص:۲۸۷،کتاب الامامۃ و الجماعۃ

(۳)الاحادیث المختارۃ،ج:۴ص:۳۰۔۳۱،فیما رواۃ قیس بن عباد البصری،المستدرک علی الصحیحین،ج:۴ص:۵۷۱،کتاب الفتن و الملاحم،مسند ابن الجعد،ص:۱۹۷، حلیۃ الاولیاء،ج:۱ص:۲۵۲،حالات ابی بن کعب میں

(۴)طبقات الکبری ج:۳ص:۱۵۰۱،حالات ابی بن کعب میں،احادیث المختارۃ ج:۳ص:۳۴۶،۳۴۷،(جندب المنہ بن عبداللہ وھو صحابی)تاریخ دمشق ج:۷ص:۳۴۱،حالات ابی بن کعب بن قیس میں

کاند ا چھل رہا ہے میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہوا ہے؟کہنے ـــ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعب کا انتقال ہو یا۔[1]

یہ وہ حالات تے جو صحابہ کے بارے میں عرض کئے گئے ہیں،اس سے پتہ پلتا ہے کہ صحابہ کے آپس میں یسے ت قۃ-ات تےـ اور ا نوں نے کیا کیا ح کتیں انجام دی ہیں اور خود اپنے بارے میں ان کا کیا نظریہ تھا یہ شواہد بہت . ری میں پۂ-یش کیـۓ گـۓ ہـ-یں اور مناسب موقعہ پ پھ اور حالات آپ کی . ہوں کے سامنے آئیں گے،اس لئے کہ یہاں پ بُ شواہد اس لئے بھی چ-وڑ دیـۓ گـۓ ہیں کہ ان کے بیان کی کوئی گنجائش نہیں تھی یا پھر ان کا تذک ہ مناسب نہیں تھا۔

ان تمام حالات سے ایک بات بہرحال ثابت ہے کہ و نع طبن کے لحاظ سے جو باتیں چ وٹ گئی ہیں وہ بیان کی وئـی ب-اتوں ســےزیادہ ہیں اس لئے کہ صحابی کی عام ت ریف یہ ہے کہ جو پیغمبر لی اللہ علیہ و آ ، و سم کو دیکے اور آپ سے حدیث سنے تو ایســے ل-وگ تو بہت سے ہیں اور انہوں نے نبی کے بعد ایک ویل زمانہ اس دنیا میں زارا ہے اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہـ-یں ت-ار ی کـی کتابیں احادیث و واقعات سے بھری پڑی ہیں جن میں ان حضرات نے شرکت کی بلکہ بُ واقعات میں تو ا یں قیادت حاصل ہے۔

یہ بھی سھ لینا چاہئے کہ تار ی نے تمام واقعات کو بیان بھی نہیں کیا ہے اس لئے کہ اصحاب پیغمبر کی تعداد م-رود نہ-یں ہے اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی صحابی کے حالات پھ دنوں تک تار ی بیان ک تی رہی پھر اس کی گ فت سے وہ حالات ہی نکـل گـۓ ہوں یا جان بوجھ ک انہیں ضائع ک دیا یا ہو یا حقیقت میں تحریف ک دی گئی ہو جیسا کہ ایک تلاش حق کا ذمہ۔ دار ع-ام انس-انوں کـے حالات میں محسوس ک تا ہے اس کے علاوہ ہم اس بات کے بھی دعویدار نہیں ہیں کہ جتنے حالات اور جو پھ بیان کئے ہیں وہ سب کـے سب ح ف بہ ح ف صحیح ہیں اس لئے کہ ہم نے جو نہیں بیان کیا ہے ممکن ہے وہ بیان کی

(ا)طبقات الکبری ج:۳ص:۵۰۰،۵۰۱،حالات ابی بن کعب میں، یر اعلام النبلاءج:اص:۳۹۹،حالات ابی بن کعب میں تہذیب الکمال ج:۲ص:۲۷۰،حالات ابی بن کعب میں،ت-ار ی دمشق ج:۷ص:۳۴۰،حالات ابی بن کعب میں

ہوئی باتوں سے زیادہ ہوں،مثلاً ہم نے دو صحابہ کا جھگڑا تو دکھا دیا لیکن یہ فیصلہ نہیں کیا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ یا حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟اس کا فیصلہ تو صاحبان فکر و نظر کریں گے ہم تو صرف اور صرف یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کی صحابہ صرف انسان ہیں جیسے کے عام انسان ہوئے ہیں کبھی صالح کبھی حق پر، کبھی باطل،ایک عام انسان کی طرح ان کے اعمال جذبات و افکار کا نتیجہ ہوتے ہیں اور وہ کوئی ایسی چیز نہیں ہیں کہ انہیں بہت توپ سمجھا جائے۔

اب کے بارے میں تابعین اور تبع تابعین کے خیالات اور نظریئے

صحابہ کے بعد جو مسلمان تھےان کے درمیان صحابہ کے بارے میں جو خیالات باقی رہے اگر انسان غفلت سے کام نہ لے تو پتہ چلے گا کہ صحابہ کے درمیان جو اختلاف تھا اور ان کے آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں جو نظریہ تھے وہ تابعین کی نظر میں تھے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنوامیہ کے دور میں لوگوں کی عظمت کا معیار عثمان کا معالہ تھا،بلکہ ابوبکر اور عمر کو بھی معیار بنایا تھا تا کہ ان کے خلاف حجت قائم کی جائے اور ان کو سزا دی جائے یعنی جو ابوبکر ،عمر، عثمان کا معترف تھا وہ قابل انعام تھا اور جو ان کا مخالف تھا وہ قابل سزا تھا۔

لوگ امیرالمومنین علیؑ اور آپ کے اہل بیت بلکہ شیعوں کی دشمنی پر فخر کرتے تھے اور ان کی عداوت پر ناز کرتے تھے اس سے یہ بات بہرحال ثابت ہوجاتی ہے کہ اس دور کے لوگ بھی تمام صحابہ کے عادل ہونے پر متفق نہیں تھے اور سب کو مقدس اور محترم نہیں سمجھتے تھے بلکہ بہت سے گروہ تو کچھ صحابہ کو اعلانیہ برا بھلا کہتے تھے،جیسے امامی شیعہ،زیدی،خوارج اور اس کے تمام فرقے اور معتزلہ بلکہ فرقہ نظامیہ تو بڑے بڑے صحابہ پر طعن، لعن کیا کرتا تھا[1]اور صحابہ کی اکثریت ان کی نظر میں ملعون تھی۔[2]

---

(۱)الفرق بین الفرق ص:۱۶۲،لل و نحل ج:اص:۲۷،الباب الاول الفصل الاول فی الحدیث عن الفرقہ..

(۲)الفرق بین الفرق ص:۳۰۴

اس طرح کے پچھ شواہد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔کلثوم بن جبر کی حدیث ابوالغادیہ کے بارے میں زرچں ہے۔

۲۔طلحہ اور زبیر کے بارے میں حسن بصری کی حدیث بھی زرچں ہے۔

۳۔حسن بصری کہتے تے کہ معاویہ کے اندر چار خرابیاں ایسی تیں کہ ان میں سے ایک اس امت پر بیوقوف لوگوں کو مسلط کرنا اور امت کے امور کا فیصلہ بغیر مشورے کے جاری کرنا جب مشورہ کرنے کے لئے صحابہ اور صاحبان فضل موجود تے،دوسرے اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ بنانا جب کہ وہ نشہ کرتا تھا،شرابی بھی تھا اور حریر و دیبا پہنتا تھا اور طنبور بجاتا تھا۔

تیسرے زیاد کو اپنے باپ کا بیٹا کہہ دینا جب کہ سرکار کی حدیث ہے کہ لڑکا صاحب فراش کا ہوتا ہے اور زانی کے لیئے پتھر ہے اور چوتے جناب حجر بن عدی کو شہید کرنا۔((حجر کے بارے میں اس پر وائے ہو))یہ جملہ خواجہ حسن بصری نے دو مرتبہ کہا۔(۱)

۴۔اور یہ جناب عروہ بن زبیر ہیں جو فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت عائشہ پر بہت زیادہ اعتراض کرتے تے تو میں نے انہیں گالی دے دی،عائشہ نے کہا میرے بھانجے اس کو چھوڑ دو یہ پیغمبرؐ کا سر چڑھایا ہوا ہے۔(۲)

۵۔کہا جاتا ہے کہ حریز بن عثمان جس کو اک جماعت ثقہ سمجھتی تھی اور انہیں لوگوں میں امام احمد بن حنبل بھی تے(۳)یہ شخص مولائے کائنات سے بغض رکھتا تھا اور آپ کے اوپر لعن کرتا تھا

----

(۱)تاریخ طبری ج:۳ص:۲۳۲،مختصر ور پر بدایۃ النہایہ ج:۸ص:۱۳۰،حالات معاویہ میں ذکر ہوا ہے۔

(۲) صحیح مسلم ج:۴ص:۱۹۳۳،کتاب فضائل الصحابۃ،باب فضائل حسان بن ثابت اور اسی طرح صحیح بخاری ج:۴ص:۱۵۲۳،کتاب المغازی،باب حدیث الافک اور اسی طرح،ج:۵ص:۲۲۷۸،کتاب الادب،باب جاء المشرکین،مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۵۵۵،مناقب حسان بن ثابت میں،الادب المفرد لبخاری ص:۲۹۹،باب(من الشعر حکمۃ)میں

(۳)تہذیب التہذیب ج:۲ص:حالات حریز بن عثمان بن جبر میں

آپ کو بہت گالیاں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اس شخص(علی) نے میرے باپ داد کے سروں کو کاٹا ہے۔(۱)

۶۔کہتے ہیں کہ یحیی بن عبدالحمید کہتے تے کہ معاویہ لت اسلام کے خلاف مرا ہے۔(۲)

۷۔اور یہ عبدا زاق صنعانی ہیں،اہل حدیث کی نظر میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اور بہت بلیل القدر ہیں،اتنے سے کہ یحیی بن معین کہتے ہیں اگر عبدا زاق اسلام سے مرتد بھی ہوجائیں تو میں ان سے حدیثیں لینا نہیں چھوڑوں گا۔(۳)

ان تمام باتوں کے سامنے رکھتے ہوئے اب واقعہ لاحظہ فرمائیں۔

مالک بن اوس بن حدثان کے حوالے سے عبدا زاق وہ واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں عمر سے عباس بن عبدالمطلب اور مولائے کائنات نے میراث پیغمبر کا مطالبہ کیا تھا،عمر کہتے ہیں کہ یہ شخص یعنی عباس اپنے بھتیجے کی میراث لینے آیا ہے اور تم علی اپنی بیوی کی میراث مانگ رہے ہو،پھر عبدا زاق کہتے ہیں ذرا اس احمق کو دیکھو یہ کہ رہا ہے کہ تم اپنے بھتیجے کی میراث مانگتے ہو اور یہ اپنے خسر کی طرف سے اپنی بیوی کی میراث مانگتے ہیں دونوں ہی جملوں میں حوالہ پیغمبر کا ہے لیکن یہ اپنے منہ نہیں پھوٹ رہا ہے کہ تم رسول خدا کی میراث لینے آئے ہو۔(۴)

ذہبی کہتے ہیں عبدا زاق کو ایک سے زیادہ لوگوں نے ثقہ قرار دیا ہے ان کی حدیثیں صحاح میں لی گئی ہیں اور کچھ حدیثیں ایسی ہیں جو صرف ان سے روایت کی گئی ہیں،لیکن لوگوں نے ان پر تشیع

---

(۱)تہذیب التہذیب ج:۲ص:۲۰۹،حالات حریز بن عثمان بن جبر میں،المجروحین ج:۱ص:۲۶۸،حالات حریز بن عثمان میں

(۲)تاریخ بغدادج:۱۴ص:۱۷۶،حالات یحیی بن ھمام میں،میزان الاعتدال ج:۴ص:۳۴۴،حالات عبد ا زاق بن ھمام میں،الکامل فی الضعفاء الرجال ج:۵ص:۳۱۱،حالات عبدا زاق بن ھمام میں معرفۃ علوم حدیث ص:۱۳۹،ذکر النوع الثانی و الثلاثین

(۴) سیر اعلام النبلاء ج:۹ص:۵۷۲،حالات عبدا زاق بن ہمام میں،الضعفاء للعقیلی ج:۳ص:۱۱۰،حالات عبدا زاق بن ہمام میں،میزان الاعتدال ج:۴ص:۳۴۴،حالات عبدا زاق بن ہمام میں

کے ساتھ ساتھ غلو کا بھی ا زام   یا ہے وہ مولا علی سے محبت کرتے تے اور آپ کے قاتل کو عون کہتے تے۔[۱]

۸۔جب عبدا زاق کی مجلس میں معاویہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا میری مجلس کو ابوسفیان کے بیٹوں کا ذکر کر کے ن-ری م-ت کر و۔(۲)۹۔جو لوگ امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ تے ان کے خیالات طلحہ،زبیر، ثمان،عائشہ اور ان کے حمایتی اصحاب کے بارے م-یں سب کو م لوم ہیں، اس طرح جو لوگ علی کے ساتھ تے معاویہ اور اصحاب معاویہ ان کے بارے میں تے ندے خی-الات رکھ-تے تے سب کو م لوم ہے جیسے جناب عمار بن یاسر۔

۱۰۔انس ابن مالک جو مذہب مالکی کے بانی ہیں کہتے تے کہ ثمان،علی،طلحہ اور زبیر کے درمیان صرف ل-وے پ- ا ُے ک-ں ڑائ-ی تھی۔[۳]۱۱۔سدی ابوبکر اور عمر کو گالیاں دیا کر تے تے۔[۴]

۱۲۔صاح جزرہ سے روایت ہے کہ عباد ثمان کو گالیاں دیتے تے اور کہتے تے کہ اللہ کے رل کا تقاضا ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر ک-و جنت میں نہ داخل کرے انہوں علی سے بیعت کی پھر ا ُ یں سے قتال بھی کیا۔[۵]

---

(۱)تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۳۶۴،حالات عبدا زاق بن ہمام میں

(۲) یر اعلام النبلاءج:۹ص:۵۷۰،حالات عبدا زاق بن ہمام میں،ال عفاء العقیلی ج:۳ص:۱۰۹،حالات عبدا زاق بن ہم-ام م-یں، معجم البہ-ران ج:۳ص:۴۲۹،می-زان الاعتہ-دال ج:۴ص:۳۴۳،حالات عبدا زاق بن ہمام میں

(۳)العقد الفرید ج:۲ص:۲۳۵،کتاب الیاقوت فی ال م و الادب،باب من اخبار ال لماء و الادباء

(۴)احوال ا جال ص:۵۴،حالات محمد بسائب الہ بی میں،ال عفاء العقیلی ج:۱ص:۸۷،حالات اسمٰعیل بن عبدا حٰن اسدی،م رفۃ علوم حدیث ص:۱۳۷،فی ذکر نوع النوع الث-انی و الثلاثین،فی م رفۃ مذاہب ال رثین

(۵) یر اعلام النبلاء ج:۱۱ص:۵۳۷،حالات عباد بن یعقوب ا وا نی میں اور اسی طرح:ج:۱۴ص:۲۹،تھذیب الہذیب ج:۵ص:۹۵،حالات عباد بن ابی یزید میں،تھ-ذیب الکم-ال ج:۱۴ص:۱۷۸،حالات عباد بن ابی یزید میں،میزان الاعتدال ج:۴ص:۴۴،حالات عباد بن یعقوب میں

۱۳۔شداد،ابوعمار کہتے ہیں کہ میں پھ لوگوں کے پاس یا تو ان کے درمیان علی کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے انہیں گالیاں دیں تو میں نے بھی ان کے ساتھ علی کو گالیاں دیں۔(۱)

۱۴۔یونس ابن جناب اسدی جو کو ابن معین و غیرہ نے ثقہ کہا ہے وہ عثمان کو گالیاں دیتے تے۔(۲)

۱۵۔ابوالحسن احمد بن علی غزنوی صحابہ سے چڑھتے تے۔(۳)

۱۶۔ابواسرائیل لائی عثمان کو گالیاں دیتے تے(۴)اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ ان کو کافر کہتے تے۔(۵)

۱۷۔ازہر حرانی اور اسد بن وادعۃ جنہیں امام نسائی و غیرہ نے ثقہ کہا ہے وہ علی کو گالیاں دیتے تے۔(۶)

۱۸۔ابوسلیمان تلید بن سلیمان محاربی کوفی عثمان کو گالی دیتے تے،ابوداؤد کہتے ہیں کہ وہ ابوبکر اور عمر کو بھی گالی دیتے تے۔(۸)

---

(۱)مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۶ص:۳۷۰،کتاب الفضائل:فضائل علی بن ابی طالبؑ میں،فضائل الصحابہ ج:۲ص:۵۷۸،فضائل حضرت علی بن ابی طالبؑ میں،مجمع الزوائدج:۹ص:۱۶۷،کتاب المناقب،باب فی فضل اہل بیتؑ

(۲)تہذیب التہذیب ج:۱۱ص:۳۸۵،حالات یونس بن خباب

(۳)لسان المیزان ج:اص:۲۳۲،حالات احمد بن علی غزنوی میں،میزان الاعتدال ج:اص:۲۶۵،حالات احمد بن علی غزنوی میں،المغنی فی الضعفاء و المتروین ج:اص:۱۱۶،حالات اسمٰعیل بن ابی اسحاق میں

(۵)الضعفا العقیلی،ج:اص:۷۶،حالات اسمٰعیل بن ابی اسحاق ابواسرائیل میں،الضعفا المتروین،ج:اص:۱۱۶،حالات اسمٰعیل بن ابی اسحٰق میں

(۶)لسان المیزان ج:اص:۳۸۵،حالات اسد بن وداعۃ میں،الضعفاء العقیلی ج:اص:۲۶،حالات اس بن وداعۃ میں

(۷)تہذیب التہذیب ج:اص:۴۴۷،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں،الکشف الحثیثلی ص:۸۰،تحالات رلید بن سلمان الحاربی میں،ھذیب الکمال ج:۴ص:۳۲۲،حالات تلیر بن سلمان الحاربی میں تاریخ بغداد ج:۷ص:۱۳۷،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں،

(۸)تہذیب التھذیب ج:اص:۴۴۷،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں

۱۹۔ابو عثمان بصری عمرو بن عبید بن باب صحابہ کو گالیاں دیتے تھے۔[1]

۲۰۔ابن حبان نے لکھا ہے کہ حکم بن ظہیر فزاری بن ابی لیلی کوفی صحابہ کو گالیاں دیتے تھے۔[2]

۲۱۔ربیعہ بن یزید سلمی ناصبی تھا اور مولائے کائنات کو گالیاں دیتا تھا۔[3]

۲۲۔یہ جعفر بن سلیمان ہیں جن کی توثیق ابن حبان کرتے ہیں،جعفر بن سلمان سے پوچھا گیا کہ سنا ہے تم ابوبکر اور عمر کو گالیاں دیتے ہو انہوں نے کہا گالی والی بات تو نہیں جھوٹ ہے لیکن میں ان سے شدید بغض رکھتا ہوں۔آزدری کہتے ہیں کہ جعفر بزرگوں پر الزام تراشی کرتے تھے لیکن حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے،بلکہ یہ زہد و تقوی اور رقت قلب کا نمونہ تھے،دوری کہتے ہیں کہ جب ان کے سامنے معاویہ کا ذکر آتا تو وہ اس کو گالی دیتے اور جب علی کا ذکر آتا تو صدمہ سے بیٹھ جاتے اور رونے لگتے۔[4]

۲۳۔یہ سالم بن ابوحفصہ ہیں ان سے عمر بن ذر نے کہا تم نے عثمان کو قتل کیا تھا؟تو اس نے انکار کیا،انہوں نے پھر پوچھا تو قتل عثمان پر راضی تھا،کہنے لگا نعثل کے قاتل کو خوش آمدید بنوامیہ کی ہلاکت کو خوش آمدید۔ف بن جوشب کہتے ہیں کہ جو لوگ ابوبکر اور عمر کی خامیاں بیان کرتے ہیں ان کے سردار سالم تھے۔[5]

۲۴۔ابن حجر نے اسفندیار ابن موفق کے بارے میں کہا ہے کہ بےشمار ابن نجار نے ان سے روایت کی،وہ کہتا ہے اسفندیار بہترین ادیب تھے،شافعی فقہ پر عمل کرتے تھے اور شیعہ تھے۔منسر مزاج،عبادت گزار اور تلاوت شعار تھے ابن جوزی کہتا ہے بغداد کے ایک

----

(۱)تہذیب التہذیب ج:۸ص:۶۴،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں،الضعفاء و المتروین ج:اص:۲۲۹،حالات مذکورہ میں

(۲)تہذیب التہذیب ج:۲ص:۳۶۸،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں

(۳)الاصابہ ج:۲ص:۷۷۴،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں،الاستیعاب ج:اص:۴۹۸،حالات ربیعہ بن عمر الجرشی میں

(۴)تہذیب التہذیب ج:۲ص:۸۲،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں

(۵)تہذیب التہذیب ج:۳ص:۳۷۴،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں،تہذیب الکمال ج:۱۰ص:۱۳۶،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں،ضعفاء العقیلی ج:۲ص:۱۵۳،حالات تلید بن سلمان الحاربی میں

عادل شخص نے ان کے بارے میں کہا کہ ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ جب سرکار دو عالم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے تو ابوبکر اور عمر کے چہرے اتر گئے۔اس کی حکایت کرتی ہوئی یہ آیت اتری: (فلما راوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا) ترجمہ: جب انہوں نے اس کو قریب ہوتے دیکھا تو کافروں کے چہرے اتر گئے۔یہ ان کی شیعیت میں غلو کی علامت ہے،ابن بابویہ نے کہا ہے کہ اسفندیار صالح آدمی تھے اور ان کا لقب صائن الدین تھا۔[۱]

۲۵۔ابن تیمیہ جس کی امامت پر امت کا اتفاق ہے اس کا زیادہ تر کلام مولائے کائناتؑ کی تنقیص کرتا ہے،جیسا کہ ابھی ابن حجر کے حوالہ سے آٹھویں سوال کے جواب میں عرض کیا جائے گا۔

۲۶۔جب بنوعباس کا انقلاب آیا اور عباسی لشکروں نے فتح حاصل کی،بنوعباس کے پہلے خلیفہ ابوعباس سفع کی بیعت لی گئی اور لشکر کوفہ داخل ہوا تو داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے منبر کوفہ پر ایک خطبہ دیا اس وقت وہ سفاح کے تین زینہ نیچے بیٹھا تھا،اس نے خدا کی حمد و ثنا اور نبی پر درود پڑھنے کے بعد کہا اے لوگو!خدا کی قسم تمہارے اور نبی کے درمیان صرف دو ہی خلیفہ ہیں ایک مولائے کائنات علی بن ابی طالب اور دوسرے وہ امیرالمومنینؑ جو میرے پیچھے ہے۔[۲]

۲۷۔جب مامون سربراہ سلطنت ہوا اور شام کی طرف جانے لگا تو متعہ کی حلیت کا اعلان کر دیا،ایک دن ابوعینا اور محمد بن منصور اس کی خدمت میں پہنچے اس وقت وہ مسواک کر رہا تھا اور غصہ میں تھا ان دونوں کو دیکھتے ہی اس نے(عمر کی نقل کی)کہا دو متعہ نبی کے دور اور ابوبکر کے دور میں رائج تھے،لیکن میں ان دونوں سے روکتا ہوں،پھر بولا اے کانے تو کون ہوتا ہے روکنے والا؟جب ایک کام کو نبیؐ اور ابوبکر نے نہیں روکا۔[۳]

---

(۱)لسان المیزان ج:۱ص:۳۸۷،حالات تلید بن سلمان المحاربی میں

(۲)تاریخ طبری ج:۴ص:۳۵۰،(ذکر بقیۃ الخبر عما کان من الاحداث..)

(۳)تاریخ بغداد ج:۴ص:۱۹۹،حالات یحیی بن اکثم میں،طبقات الحنابلہ،ج:۱ص:۴۱۳،حالات یحیی بن اکثم میں،تہذیب الکمال ج:۳۱ص:۲۱۴حالات مذکورہ میں،تاریخ دمشق،ج:۶۴،ص:۷۱،حالات مذکورہ میں

۲۸۔مہدی بن منصور عباسی ابوعون عبدالملک بن یزید کی عیادت میں گیا تو ابوعون کی باتیں سن کے بہت خوش ہوا،ابوجعفر طبری کہتے ہیں کہ مہدی نے ابوعون سے کہا آپ مجھ سے کچھ کہئے کچھ مانگئے اور مجھے اپنا ذمہ دار بنادیجئے زندگی اور موت دونوں معاملے میں تو ابوعون نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی اور بولے اے امیرالمومنینؑ میری حاجت یہ ہے کہ آپ عبداللہ بن ابوعون سے راضی ہوجائیں اور اس کو اپنےپاس بلالیں بہت دنوں سے،وہ شہر بدر ہے ہے۔

مہدی نے کہا ابوعون!وہ شخص تو غیرمذہب پر ہے ہمارے اور آپ کے مذہب پر تو نہیں اور شیخین یعنی ابوبکر اور عمر کے بارے میں بری باتیں کہتا ہے،ابوعون نے کہا اے امیرالمومنین خدا کی قسم وہ اس راستے پر ہے جس سے ہم نکل چکے ہیں اور اسی طرف ہمیں بلایا گیا تھا اگر آپ کی سمجھ میں آئے تو آپ بھی اسی راستے پر واپس چلے جائیں اور ہم بھی آپ کی اطاعت کریں گے۔(۱)

اور بہت سی باتیں ہیں جنکے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

اصحاب کرام کے بارے میں قرآن مجید کا نظریہ

صحابہ کرام میں جو مشہور نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ سارے صحابہ عادل نہیں اور نہ سب صحابہ قابل اقتدا ہیں وہ لوگ عام انسانوں سے مختلف نہیں ہیں اور نہ کوئی بہت اونچی چیز ہیں یہی مشہور نظریہ ہے اور اسی کی قرآن مجید بھی تائید کرتا ہے۔(۱)

قرآن مجید صحابہ کے بارے میں یہ قطعی فیصلہ نہیں کرتا کہ وہ نجات ہی پاجائیں گے اور جہنم کی آگ سے سلامت رہیں گے بلکہ قرآن ان کی عدالت اور تقدیس کا بھی قائل نہیں ہے بلکہ اکثر مقامات پر تو قرآن صحابہ کو ڈانٹ دیتا ہے اور ان کی نصیحت کرتا ہے ان پر عتاب والا انداز میں جب غور سے دیکھتا ہے تو اس مزاج کی بہت سی آیتیں نظر آتی ہیں ملاحظہ ہو۔

---

(۱)تاریخ طبری ج:۴ص:۵۸۹۔۵۹۰،فی ذکر بعض سیر المہدی و اخبارہ...تاریخ دمشق ج:۷ص:۱۸۰۔۱۸۱،حالات عبدالملک بن یزید ابی عون الازدی میں

(الم یان للذین امنوا ان تخشع)الی آخر[1]

ترجمہ:کیا صاحبان ایمان کے لئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر خدا کے وقت ڈریں اور قرآن جو حق کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تلاوت سے خشوع حاصل کریں اور ان لوگوں جیسے نہ ہوجائیں جو ان سے پہلے تھے کہ ان پر جب بہت مدت زرگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت سے لوگ فاسق ہوگئے۔اور ارشاد ہوتا ہے کہ:

(الم تر الی الذّین قیل لھم کفّوا ایدیکم و اقیموا الصّلاۃ)الی آخر[2]

ترجمہ:اے رسول کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جن کو(جہاد کی)آرزو تھی اور ان کو حکم دیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رہو اور پابندی سے نماز پڑھو اور زکات دیئے جاؤ گر جب جہاد ان پر واجب کیا یا تو جیسے کوئی خد اسے ڈرے بلکہ اس سے کہیں زیادہ اور گبرا کر کہنے ے خدایا تو نے ہم پر جہاد کیوں واجب کردیا ہم کو پھ دنوں کی اور مہلت کیوں نہ دی اے رسول ان سے کہ دو دنیا کی آسائش بہت تھوڑی سی ہے اور جو خدا سے ڈرتا ہے اس کی آخرت اس سے کہیں بہتر ہے اور وہاں تو تم پر بال برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔پھر دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

(ولقد کنتم تمنّون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ و انتم تنظرون)[3]

ترجمہ:اور تم موت کے آنے سے پہلے ڑائی میں مرنے کی تمنا کرتے تے پس اب تم نے اس کو پنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم اب دیکھ رہے ہو(پھر ڑائی سے ین کیوں چراتے ہو)

---

(۱)سورہ حدید آیت:۱۶

(۲)سورہ نساء آیت:۷۷

(۳)سورہ آل عمران آیت:۱۴۳

سورہ صف میں ارشاد ہوتا ہے:

(یاایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لاتفعلون-کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لاتفعلون)[۱]

ترجمہ:اے ایمان لانے والو!ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں خدا کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جو تم نہیں کرتے۔

بلکہ بہت سے موقع پر اس نے انہیں سختی سے ڈانٹا سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

(ویقولون آمنّا باللہ و بالرّسول و اطعنا ثمّ یتولّی فریق منھم مّن بعد)الی آخر[۲]

ترجمہ:اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا ور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت قبول کی پھر اس کے بعد ان میں سے کچھ لوگ(خدا کے حکم سے منہ)پھیر لیتے ہیں)اور(سچ تو یہ ہے کہ)یہ لوگ ایمان دار تھےہی نہیں اور جب وہ لوگ خدا اور اس کےرسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ رسول ان کے آپسی جھگڑے کا فیصلہ کر دیں تو ان کی طرف ہوتا تو گردن جھکائے ہوئے رسول کے پاس دوڑئے ہوئے آئے کیا ان کے دل میں کفر کا مرض باقی ہے(؟)یا شک میں پڑے ہوئے ہیں؟یا اس بات سے ڈرتے ہیں کہ(مبادا)خدا اور اس کے رسول ان پر ظلم کر بیٹھیں؟(یہ سب کچھ نہیں)بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں ایمان داروں کا قول تو بس یہ ہے کہ جب ان کو خدا اور اس کے رسول کے پاس بلایا جاتا کہ ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کر دیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سنا اور دل سے مان لیا اور یہی لوگ(آخرت میں)کامیاب ہونے والے ہیں۔

اور بہت سی آیتوں میں تو قرآن مجید صراحةً کہہ رہا ہے کہ بعض صحابہ ایمان کے دائرے سے نکل چکے ہیں۔

---

(۱)سورہ صف آیت:۲،۳

(۲)سورہ نور آیت:۴۷،۵۱

(یاایھا الذین آمنوا لاتتّخذوا الیھود و النّصاری اولیائ)الی آخر[۱]

ترجمہ:اے ایمان لانے والو یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا سرپرست نہ بناؤ کیوں کے یہ لوگ تمہارے مخالف ہیں مگر باہم ایک دوسرے کےدوست ہیں اور یاد رہے کہ تم میں سے جس نے ان کو اپنا سرپرست بنایا پس پھر وہ بھی انہیں لوگوں میں سے ہو یا،بیشک خدا ظالم لوگوں کو راہ راست پر نہیں لاتا تو اے رسول جن لوگوں کے دلوں میں(نفاق)ہے تم انہیں دیکھوگے کہ ان میں دوڑتے ہیں کہتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے نہ ملنے سے زمانہ کی گردش میں مبتلا ہوجائیں تو عنقریب ہی خدا مسلمان کی فتح یا کوئی اور بات اپنی طرف سے ظاہر کرے گا،تب یہ لوگ اس بدگمانی پر جو اپنے دل میں چھپاتے تھے شرمائیں گےاور مومنین(جب ان پر نفاق ظاہر ہوجائے گا تو)کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو سخت سے سخت قسمیں کھا کر ہم سے کہتے تھے کہ ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں ان کا سارا کیا دھرا اکارت ہوا اور سخت گھاٹے میں ہوگئے۔

اور سورہ توبہ جو منافقین کی مذمت سے مخصوص ہے اور منافقین کے کر وہ کارناموں کو کھل کر بیان کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا نام ہی سورہ فاضحہ(فضیحت کرنے والا سورہ)رکھ دیا گیا۔[۲]

اس طرح سورہ آل عمران بھی ان کے کارناموں کو بیان کر رہا ہے۔

یہ لوگ غزوہ احد میں کیا کر رہے تھے،اگرچہ احد میں بھاگنے والوں کو معاف کر دیا گیا ہے لیکن یہ بات بھی بتادی گئی ہے کہ صحابہ میں سے کچھ وہ لوگ بھی تھے جو دنیا کو چاہتے تھے اور وہ منافقین بھی تھے،جو اللہ کے بارے میں ایام جاہلیت کی طرح سوچتے تھے۔

---

(۱)سورہ مائدہ آیت:۵۱،۵۳

(۲) صحیح بخاری ج:۴ص:۱۸۵۲،کتاب التفسیر،باب تفسیر سورہ حشر، صحیح مسلم ج:۴ص:۲۳۲۲،کتاب التفسیر،باب فی سورۃ براۃ،و الانفال و الحشر،تفسیر ابن کثیرج:۲ص:۳۶۸،آیت(تحزر المنافقون)کی تفسیر میں، سنن سعید بن منصور،ج:۵ص:۲۳۲،باب تفسیر سورہ توبہ،تفسیر طبری،ج:۱۰،ص:۱۷۱،(تحزر المنافقون)کی تفسیر میں،تفسیر قرطبی،ج:۸ص:۶۱،سورہ توبہ کی تفسیر میں

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

(حتی اذا فشلتم و تنازعتم فی الامر و عصیتم)الی آخر[1]ترجمہ:یہاں تک کہ تمہارے پسند کی چیز(فتح) تمہیں دکھا دی اس کے بعد بھی تم نے(مال غنیمت دیکھ کر)بزدلانہ عمل کیا اور حکم رسول میں باہم جھگڑا کیا اور رسول کی نافرمانی کی تم میں سے کچھ تو طالب دنیا ہیں جو مال غنیمت کی طرف جھک پڑے اور کچھ طالب آخرت کہ جس نے رسول پر اپنی جان فدا کر دی۔اور ابن مسعود کی حدیث میں یہ ذکر چکا ہے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اصحاب پیغمبرؐ بھی دنیا کے خواہاں ہیں مگر اس آیت نے آکے ڈھول کی پول کھول دی۔[2]آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:(ثم انزل علیکم من بعد الغم امنة نعاساً یغشی طائفة منکم و طائفة قد اھمتھم انفسھم یظنّون)الی آخر[3]ترجمہ:پھر خدا نے اس رنج کے بعد تم پر اطمینان کی حالت طاری کی کہ تم میں سے ایک گروہ کو(جو سچے ایمان دار تھے)خوب گہری نیند آگئی اور ایک گروہ جن کو اس وقت بھی(بھاگنے کی شرم سے)جان کے لالے پڑے تھے خدا کے ساتھ زمانہ جاہلیت جیسی بدگمانیاں کرنے لگے اور کہنے لگے بھلا کیا یہ فتح کچھ بھی ہمارے اختیار میں ہے اے رسول کہہ دو کہ ہر امر کا اختیار خدا ہی کو ہے،زبان سے تو کہتے ہی نہیں یہ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے ہوئے ہیں جو تم سے ظاہر نہیں کرتے اب سنو کہتے ہیں کہ اس امر(فتح)میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں لڑ کے مرجانا لکھا تھا وہ اپنے گھروں

---

(۲)سورہ آل عمران آیت:۱۵۲

(۲)تفسیر ابن کثیر ج:۱ص:۴۱۴،آیت(منکم من یرید الدنیا)کی تفسیر میں،مجمع الزوائد ج:۶ص:۳۲۷۔۳۲۸،تفسیر طبری ج:۴ص:۱۳۰،کتاب الکشف و البیان،سورہ آل عمران کی تفسیر میں،تفسیر قرطبی،ج:۴ص:۲۳۷،سورہ آل عمران کی تفسیر میں

(۳)سورہ آل عمران آیت:۱۵۴

سے نکل نکل کے اپنے مرنے کی جگہ ضرور آجاتے اور یہ اس واسطے کیا گیا ہے کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس کا امتحان کرے(اور لوگ دیکھ لیں)تاکہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے صاف کر دے اور خدا تو دلوں کے راز کو خوب جانتا ہے۔

جنگ خندق میں اصحاب پیغمبر کے حالات کی عکاسی کرتا ہوا قرآن سورہ احزاب میں انہیں تین حصوں میں تقسیم کر رہا ہے۔

۱۔ثابت قدم مومنین جو صاحبان بصیرت ہیں،یہ وہ لوگ ہیں جو ذرا بھی نہیں بدلے اور ان کی حالت میں تغیر نہیں ہوا۔

۲۔منافقین جو زبانوں سے اسلام اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دل گواہی نہیں دیتے۔

۳۔وہ لوگ جن کے دل بیمار ہیں جن کے ایمان کمزور ہیں ہدایت اور گمراہی کے درمیان پھنسے ہوئے ہیں اور قوت ظاہری کی پیروی کرتے ہیں اور ہوا کے رخ ہونے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے:

(ولما رای المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله و رسوله و صدق الله و رسوله و مازادهم الا ایماناً و تسلیماً- من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضٰی نحبه و منهم مّن ینتظر و ما بدّلوا تبدیلا)[1]

ترجمہ:جب مومنین نے کفار کے گروہ دیکھے تو کہنے لگے یہی کا وعدہ اللہ اور اللہ کے رسول نے ہم سے کیا تھا،اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں ان کے ایمان میں اضافہ ہوا اور جذبہ تسلیم میں اضافہ ہوا۔

----

(۱)سورہ احزاب آیت:۲۲۔۲۳

یہ لوگ ان صاحبان ایمان میں سے ہیں جنہوں نے للہ سے جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا،ان میں سے کچھ نے اپنی زندگی کی مدت پوری کر لی اور کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہےہیں ان میں کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:(اذ جاؤوکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زراعت)الی آخر [۱]

ترجمہ:جب تمہارے اوپر نیچے سے فوجوں نے تمہیں گھیرلیا اور جب آنکھیں پتھرا سی گئیں اور دل اچھل کے حلق میں آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں بدگمانیوں میں مبتلا ہوگئے یہی وہ جگہ ہےجہاں مومنین مقام ابتدا میں تھے،جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے کہ ہم سے اللہ اور اللہ کے رسول نے جو بھی وعدہ کیا تھا وہ دھوکا تھا۔

سورہ انفال میں خدا نے واقعہ بدر کو پیش کیا ہے،یہ وہ جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو واضح فتح حاصل ہوئی تھی اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تھا،اللہ نے متوجہ کیا یہ سمجھانے کے لئے کہ اس جنگ میں فتح اللہ کی طرف سے ایک معجزہ تھی اور ارشاد ہوا:(لیهلک من هلک عن بيّنة و یحی من حی عن بينة)[۲]

ترجمہ:جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہوا اور جو زندگی پاتا ہے وہ دلیل کے ساتھ زندگی پائے گا۔

حالانکہ جنگ بدر میں اکثر مسلمان نفس کے بندے تھے اور بہت سی غلطیاں کر چکے تھے،ان کا ہدف آسانی اور کسب مال تھا اور ان کے اعمال ایسے نہیں تھے کہ انہیں نصرت اور فتح دلاسکیں اگر اللہ کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو نصرت و فتح کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔سورہ انفال میں ارشاد ہوتا ہے:

----

(۱)سورہ احزاب آیت:۱۰،۱۱،۱۲

(۲)سورہ انفال آیت:۴۲

(کما اخرجک ربک من بیتک بالحق و انّ فریقاً)الی آخر [1]

ترجمہ:اور جس طرح تمہارے پروردگار نے تمہیں بالکل ٹھیک مصلحت سے تمہارے گھر سے نکالا اور مومنین کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا،وہ لوگ حق کے ظاہر ہونے کے بعد بھی خواہ مخواہ سچی بات میں تم سے جھگڑتے تھے اور اس طرح کرنے لگے گویا کہ وہ زبردستی موت کے منہ میں ڈھکیلے جارہے ہوں اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں یہ وہ وقت تھا جب خدا تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ کفار کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے لئے ضروری ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ کمزور جماعت تمہارے ہاتھ آئے اور خدا یہ چاہتا تھا کہ اپنی باتوں کو حق ثابت کرے اور باطل کو ملیا میٹ کر دے،اگر چہ گنہگار کفار اس سے ناخوش ہی کیوں نہ ہوں؟جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری سن لی اور جواب دیا کہ میں تمہاری لگاتار ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا،یہ امداد غیبی خدا نے صرف تمہاری خاموشی کے لئے کی تھی اور یاد رکھو مدد سوائے خدا کے اور کے یہاں سے ہرگز نہیں ہوتی اور خدا غالب، حکمت والا ہے۔

اور سورہ انفال ہی میں ارشاد ہوتا ہے:(اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلاً و لو)الی آخر [2]

ترجمہ:جب خدا نے تمہیں خواب میں کفار کو کم کر کے دکھلایا تھا اور ان کو تمہیں زیادہ کر کے دکھلاتا تو تم یقیناً ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگتے مگر خدا نے اس(بدنامی)سے بچایا اس میں تو شک نہیں کہ وہ دل کے خیالات سے واقف ہے۔اللہ نے مشرکین کے دلوں کو مرعوب کر دیا تھا جس کا فائدہ مسلمانوں نے اٹھایا نتیجہ میں مقتولوں سے زیادہ اسیروں کی تعداد تھی،مسلمانوں نے کافروں کو زیادہ قیدی اس لئے بنایا کہ وہ ان کے وارثوں سے خوب فدیہ اور مال وصول کر سکیں یہاں تک کہ جو مارے گئے تو ستر ہی اور پھر اسیر بھی

---

(۱)سورہ انفال آیت:۸،۹،۱۰،۵،۶،۷

(۲)سورہ انفال آیت:۴۳

ہوئے،انہیں واقعات کے سلسلے میں لتا ہے کہ عبدا ن بن عوف نے مال غنیمت میں بہت سی زر ہیں لوٹی یں جب وہ امیہ ابن ف اور اس کے بیٹے علی کے پاس سے زرے امیہ بن ف نے کہا کہ مجھے ا یر کرنے سے ہیں چھ فائدہ ہوگا،عبدا ن بن عوف نے کہا بات تو تم ھیک ک رہے ہو پس انہوں نے زر ہیں چھوڑ دیں اور امیہ بن ف اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑ لیا عبدا ن کہتے ہیں میں ان دونوں باپ بیٹوں کو گرفتار کر کے ے جارہا تھا کہ راستے میں بلال ملے امیہ بن ف نے کہ میں جب بلال تے تو ان پر بڑی سختیاں کی یں اور انہیں بہت ستاتا تھا کہ وہ اسلام چھوڑ دیں اکثر انہیں پکڑ کے کہ کے ریگستانوں میں ے جاتا اور پیٹھ کے بل لٹا کے ان کے ینہ پر ایک بڑا پتھر رکھوا دیتا صورت حال یہ تھی کہ ریگستان تپ رہا تھا اور بلال کے سینے پر گرم پتھر رکھا ر تا اور امیہ ان سے کہتا یا تو اسلام چھوڑ دو یا یوں سزا جھیلتے رہو لیکن بلال کی زبان پر ایک ہی کلمہ ہوتا،احد،احد بہرحال جب بلال نے امیہ ابن ف کو ا یر کی حالت میں دیکھا تو ئے کہ لوگوں اس کفر کی جڑ امیہ ابن ف ہے اگر یہ بچ یا تو میں نہیں بچوں گا،عبدا ن بن عوف کہتے ہیں میں نے پوچھا بلال کیا میرے ا یر ہونے کے لئے ک رہے ہو؟فرمایا ہاں اگر یہ بچ یا تو میں نہیں بچوں گا۔

میں نے امیہ بن ف سے پوچھا کے اے کالی عورت کے بیٹے تو سن رہا ہے؟پھر بلال نے ایک ماری اور پکار کے کہا اے اللہ کے مددگاروں یہ کفر کی جڑ امیہ ابن ف ہے اگر یہ بچ یا تو میں نہیں بچوں گا،پس لوگوں نے ہمیں گھیر لیا اور میں امیہ ابن ف کی حفاظت کر رہا تھا کہ ایک آدمی نے تلوار کھینچ کے اس کے بیٹے پر حملہ کر دیا اس کا بیٹا گر یا اور امیہ نے ایک دردناک ماری میں نے کہا امیہ اپنی فکر کر و،تمہاری کوئی پناہ گاہ نہیں میں تم کو بالکل بھی نہیں بچاسکتا اتنے میں لوگ دونوں باپ بیٹوں پر تلوار ے کے ٹوٹ پڑے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا،یہاں تک کہ ان کا کام تمام کر دیا۔عبدا ن بن عوف کہتے ے خدا بلال پر رحم کرے میرے ہاتھ سے زر ہیں بھی نکل ئیں اور میں اپنے قیدی کے فدیہ سے محروم رہا۔(۱)

---

(۱) یرہ نبویہ ابن ہشام ج:۳ص:۱۷۹۔۱۸۱،تاریخ طبری ج:۲ص:۳۵،واقع بدر میں،الثقات لابن حبان ج:۱ص:۱۷۳،۱۷۲،ذکر السنۃ الثانیہ من الھجرۃ میں

بخاری کے الفاظ میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے عبدالرحمن بن عوف نے بتایا کہ بدر کے دن میں امیہ بن خلف کو لے کے پہاڑوں کی طرف نکل گیا تا کہ میں اس کو بچاؤں اس وقت لوگ سو رہے تھے لیکن بلال کو پتہ چل گیا پس بلال باہر نکلے اور انصار کی ایک جماعت کے پاس آئے آکے کہنے لگے کہ امیہ بن خلف گرفتار ہوا ہے،اگر وہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا پس بلال کے ساتھ انصار کا ایک گروہ نکلا تو جب مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ لوگ امیہ بن خلف کو قتل کرنے کے لئے ہم کو گھیر لیں گے تو میں نے اس کے بیٹے کو پیچھے چھوڑدیا تا کہ وہ لوگ آئیں اور اس میں مصروف ہوجائیں،لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا اور پھر ہمارے پیچھے لگ گئے،امیہ بھاری بھر کم تھا،جب وہ ہمارے پاس پہونچے تو میں نے اس سے کہا کہ جھک جاپس وہ جھک گیا اور میں اس پر چھا گیا تا کہ اس کو بچاسکیں لیکن لوگوں نے تلوار سے کونچ کونچ کر اس کو میرے نیچے سے نکال لیا اور قتل کر ڈالا ایک تلوار سے میرا پیر بھی زخمی ہو گیا۔[1]

مختصر یہ کہ خونریزی اور سفا کی جنگ بدر کے بعد اسیروں کے ساتھ ہوگئی یہاں تک کہ سعد بن معاذ کو یہ بات ناگوار خاطر گزری سرکار دو عالم نے سعد کے چہرے پر آثار کراہت دیکھے تو آپ نے پوچھا سعد کیا مسلمانوں کی خون ریزی تمہیں بری لگ رہی ہے سعد نے بہت معقول جواب دیا کہ یا رسول اللہ مشرک تو پہلی مرتبہ گرفتار بلا ہوئے ہیں میرا خیال ہے کہ ان کی جان بخشی ان کی خونریزی سے زیادہ بہتر ہے قرآن مجید نے بھی ان کی تائید کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

(ما کان لنبیّ ان یکون له اسری حتّی یثخن فی الارض)[3]

ترجمہ:نبی کے شایان نہیں کہ وہ اپنے لئے اسیروں کو رکھے تا کہ ان کا خون زمین پر

---

(۱) صحیح بخاری ج:۲ص:۸۰۷،کتاب الولایۃ،باب اذا و کل المسلم حربیاً..

(۲)الثقات لابن حبان ج:۱ص:۱۶۹،اسی طرح سیرہ نبویہ لابن ہشام ج:۳ص:۱۷۶،تاریخ طبری ج:۲ص:۳۴ واقعہ بدر میں

(۳)سورہ انفال آیت:۶۸،۶۷

بہایا جائے تم لوگ عوارض دنیا کو دوست رکھتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ بڑی حکمت و قوت والا ہے اگر جو پہلے

زرچکا(یعنی فتح،مقتولین کی تعداد)وہ تقدیر میں لکھا نہیں ہوتا تو تم عذاب عظیم سے دوچار ہوتے۔

خداوند عالم نے اصحاب پیغمبر اور تمام مسلمانوں کو سمجھانے کے لئےقرآن مجید میں سابقہ امتوں کے کارنامے مقام مثال میں پیش کئے ہیں خاص طور سے بنی اسرائیل کو پیش کیا ہے ان کی وہ کارستانیاں کے طور پر مثال میں آتی ہیں جو انہوں نے اپنے انبیا کے ساتھ انجام دیں(انبیا کی مخالفت،ان کو اذیت دینا)اور کتاب خدا آنے کے بعد ان کے درمیان اختلافات اس مضمون کی بہت سی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

(وماختلف فيه الا الّذين اوتوه من بعد ما جائتهم البيّنات..)الی آخر [۱]

ترجمہ:اس میں اختلاف وہی لوگ کرتے ہیں جو لوگ دلیلیں آنے کے باوجود پہلے بھی اختلاف کر چکے ہیں آپس کی بغاوت کی بنا پر اور اللہ صاحبان ایمان کو ہدایت کا راستہ دکھا دیتا ہے اور ان چیزوں کے بارے میں مقام اختلاف کی وضاحت کر دیتا ہے تو اس کی اجازت سے حق کا اعلان کرتے ہیں،اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

پھر اللہ انہیں گزشتہ امتوں کے بڑے اعمال دکھاکے ڈراتا ہے۔

(ولا تكونوا كالّذين تفرّقوا و اختلفوا من بعد ما...)الی آخر [۲]

ترجمہ:اے مسلمانوں ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو گروہ در گروہ بٹ گئے جب ان کے پاس دلیلیں آئیں ان کے لئے تو بہت بڑی سزا ہے۔جس دن کچھ چہرے چمک رہے ہونگے اور کچھ چہرے سیاہ پڑچکے ہونگے ان سے پوچھا

----

(۱)سورہ بقری آیت:۲۱۳

(۲)سورہ آل عمران آیت:۱۰۵،۱۰۶،۱۰۷

جائے گا کیا تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا،اب اپنے کفر کی وجہ سے زاب کا مزہ پکو و لیکن جن کے چہرے آبدار ہوں گے وہ خدا کی رحمت میں ہوں گے اور ہمیشہ اسی حال میں ہوں گے۔

اور ارشاد ہوا:(یاایها الذین آمنوا لاتکونوا کالّذین اذوا موسی فبرّاه الله ممّا قالوا و کان عندالله وجیهاً)[۱]

ترجمہ:اے ایمان لانے والو!ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنوں نے موسیٰ کو اذیت دی،تو خدا نے ان کی تہمتوں سے موسیٰ کو بری کر دیا موسیٰ تو اللہ کے نزدیک صاحب منزلت ہیں اور دوسری جگہ ارشاد ہوا:(وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ و لا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً)[۲]

ترجمہ:تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم نبی کو اذیت دو اور ان کی ازواج سے نبی کے بعد نکاح کر لو۔

پھر ارشاد ہوا:(انّ الّذین یوذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدّنیا و الآخرة و اعدّ لهم عذاباً مهیناً)

ترجمہ:بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ کے لئے سخت زاب ہے۔

اور اللہ نے نبی کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:(یمنّون علیک ان اسلموا قل لا تمنّوا علیّ اسلامکم بل الله یمنّ

---

(۱)سورہ احزاب آیت:۶۹

(۲)سورہ احزاب آیت:۵۳

(۳)سورہ احزاب آیت:۵۷

علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین)[1]

ترجمہ:اے نبی!یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے آپ ان سے کہ دیں مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہاری ایمان کی طرف رہنمائی کی اگر تم سچے دل سے مسلمان ہوئے ہو۔

ارشاد ہوا:(واعلموا انّ فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتّم)[2]

ترجمہ:مسلمانوں تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بہت سی باتوں میں تمہاری اطاعت کرے پھر تو تم بکھر جاؤگے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا:(الم تر الی الّذین نھوا عن النّجوی)الی آخر [3]

ترجمہ:آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں راز کی گفتگو کرنے سے روکا گیا لیکن وہ باز نہیں آئے اور اب بھی کانا پھوسی کرتے رہتے ہیں ان کی یہ راز کی گفتگو گناہ سرکشی اور پیغمبر کی نافرمانی کے لئے ہے جب آپ کو سلام کرتے ہیں تو اللہ نے جن الفاظ سے سلام کیا ہے ان الفاظ کا استعمال نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہماری باتوں پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا؟ان کے لئے جہنم کافی ہے جس میں وہ جھونکے جائیں گے اور وہ(جہنم)بُرا ٹھکانہ ہے اے ایمان لانے والو!اگر آپس میں راز کی باتیں کرنا ہی ہےیں تو گناہ سرکشی اور معصیت پیغمبر کے لئے رازداری کی بات مت کرو بلکہ نیکی اور تقویٰ کے لئے کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف واپس جاکے تم سب کو ہمیشہ رہنا ہے۔

----

(۱)سورہ حجرات آیت:۱۷

(۲)سورہ حجرات آیت:۷

(۳)سورہ مجادلہ آیت:۸،۹

اللہ نے یہ کہہ کر پیغمبر کی حوصلہ افزائی کی ہے:(یاایھا الرّسول لا یحزنک الّذین یسارعون فی الکفر من الّذین قالوا آمنّا بافواھھم ولم تومن قلوبھم)[۱]

ترجمہ:اے رسول جن لوگوں نے صرف اپنی زبان سے ایمان کا اقرار کیا ہے اور بری تیزی سے پھر کافر ہورہے ہیں ان کو دیکھ کے آپ کو رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے اصل میں ان کے دل میں ایمان نہیں لائے تھے۔

جیسا کہ اللہ نے ان لوگوں کو پیغمبرؐ کی اذیت رسانی پہ ڈرایا ہے اور آپ کی مخالفت پہ تنبیہ کی ہے:(یاایّھا الّذین آمنوا استجیبوا للہ و للرّسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا...)الی آخر[۲]

ترجمہ:اے ایمان لانے والو!جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں پکارتے تو ان کی آواز پہ لبیک کہو،اس لئے کہ انہوں نے تمہیں حیات ایمان بخشی ہے اور یہ جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حاءل ہوجاتا ہے اور تم اسی کی طرف واپس جانے والے ہو اور اس فتنہ سے ڈرو جو خاص ظالموں کے لئے مصیبت بنے گا اور یہ جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

عون بن قتادہ کہتے ہیں کہ زبیر بن عوام نے کہا ہمیں پیغمبرؐ نے ایسے فتنے سے ڈرایا جو ہم دیکھ کر نہ تو سمجھتے تھے اور نہ ہم دیکھتے تھے کہ ہم اسی فتنہ کے لئے پیدا ہوئے ہیں ارشاد ہوا۔

(واتّقوا فتنةً لاتصیبنّ الّذین ظلموا منکم خاصّةً)

ترجمہ:ایسا فتنہ جو خاص ظالموں کو پہنچے گا۔

---

(۱)سورہ مائدہ آیت:۴۱

(۲)سورہ انفال آیت:۲۴،۲۵

ہم بہت مدت تک اس آیت کو پڑھتے رہے بعد میں پتہ چلا کہ جنگ جمل کے لئے کہنے ے تجھ پ واۓ ہو ہم سب جو انتے تے
گ بر نہیں ک ے۔[۱]

اسی طرح خدا سورہ نور میں ارشاد فرماتا ہے:(لاتجعلوا دعاء الرّسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً قد)الی آخ[۲]

ترجمہ:اے ایمان دارو!جس طرح سے تم سے ایک دوسرے کو نام ے ک بلایا کرتے ہو اس طرح آپس میں رسول کو بلایا نہ کر و خدا ان لوگوں کو خ اب جانتا ہے جو تم میں سے آنکھ بچاکے(پیغمبرؐ کے پاس سے)کھسک جاتے ہیں اور جو لوگ اس کے کم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرتے ر نا چاہئے کہ مبادا ان پ کوئی مصیبت یا ان پ کوئی دردناک زاب نازل ہو۔

پھر اس بھی اکتفا نہیں کی بلکہ انہیں دھمکایا کہ تم آزمائے جاؤگے بغیر آزمایش کے ہم ایمان کی سند نہیں دیتے۔

سورہ عنکبوت میں ارشاد ہوا:(أحسب النّاس ان يتركوا ان يقولوا آمنّا و هم لايفتنون-ولقد فتنّا الّذين من قبلهم فليعلمنّ الله الّذين صدقوا وليعلمنّ الكاذبين)[۳]

ترجمہ:کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف یہ ک دینے سے کہ ہم ایمان لائے ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور آزمایا نہیں جائے گا پھر ہم نے تو ان لوگوں سے پہلے جو امتیں تھیں انہیں آزمایا اور کون جھوٹے اور سچے ہیں ان کا بھی پتہ ۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

----

(۱)السنن الواردة فی الفتن ج:۱ص:۲۰۴،باب قول اللہ عزّ و جل(واتّقوا فتنةً لاتصيبنّ الّذين)تفسیر ابن کثیرج:۲ص:۳۰۰،آیت کی تفسیر میں

(۲)سورہ نور آیت:۶۳

(۳)سورہ عنکبوت آیت:۲،۳

(ام حسب الّذین فی قلوبھم مّرض ان لم یخرج اللہ اضغانھم-ولو نشاء لارینا کھم فلعرفتھم...)الی آخر[1]

ترجمہ: کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا دل کے کینوں کو کبھی ظاہر نہیں کرے گا اور اگر ہم چاہتے تو ہم تمہیں ان لوگوں کو دکھا دیتے تو تم ان کی پیشانی سے ہی ان کو پہچان لیتے اور تم انہیں ان کے انداز گفتگو سے ہی ضرور پہچان لوگے اور خدا تو تمہارے اعمال سے واقف ہے اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے تاکہ تم میں جو لوگ جہاد کرنے والے اور تکلیف جھیلنے والے ہیں ان کو دیکھ لیں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔

اور اللہ نے بتادیا کہ وہ مقام امتحان میں بہت کمزور ہیں اور مال خرچ کرنے میں بہت بخیل ہیں،دوسری جگہوں کو چھوڑ کے صرف نجوی ہی کے معاملے کو لے لیجئے اللہ نے انہیں حکم دیا کہ جب نبی سے کچھ راز کی بات کہنا چاہیں تو کچھ صدقہ نکال دیں اس حکم کا آنا تھا کہ بریک لگ گئی اور سوائے امیرالمومنین علیؑ کے نبیؐ سے راز کی بات کہنے کے لئے کوئی آگے نہیں بڑھا۔[2]

اس لئے کہ اب مال خرچ ہورہا تھا قرآن مجید نے مسلمانوں کی اس حرکت پر انہیں بری طرح ذلیل کیا ہے(یاایّھا الّذین آمنوا ازا ناجیتم الرّسول فقدّموا بین یدی نجواکم صدقةً ذلک خیر لّکم و اطھر فان لّم تجدوا فانّ اللہ غفور رّحیم-ءاشفقتمان تقدّموا بین یدی نجواکم صدقات فاذ لم تفعلوا و تاب اللہ علیکم فاقیموا الصّلوة و آتوا الزّکوة و اطیعوا اللہ و رسولہ و اللہ خبیر بما تعملون)[3]

---

(۱)سورہ محمد آیت:۲۹،۳۰،۳۱

(۲)المستدرک علی الصحیحین ج:۲ص:۵۲۴،کتاب التفسیر سورہ مجادلہ کی تفسیر میں،تفسیر ابن کثیر ج:۴ص:۳۲۸،سورہ مجادلہ کی آیت نجوی کی تفسیر میں،تفسیر قرطبی ج:۱۷ص:۳۲۰ اس آیت نجوی کی تفسیر میں

(۳)سورہ مجادلہ آیت:۱۲،۱۳

ترجمہ:اے ایمان دارو!جب پیغمبر سے کوئی بات کان میں کہنی چاہو تو کچھ خیرات اپنی سر گوشی سے پہلے دےدیا کرو یہی تمہارے واسطے بہتر اور پاکیزہ بات ہے پس اگر تم اس پر مقدور نہ ہو تو بیشک خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے(مسلمانوں)کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ(رسول کے)کان میں بات کہنے سے پہلے خیرات کر لو تو جب تم لوگ(اتنا)نہ کر سکے اور خدا نے تمہیں معاف کر دیا تو پابندی سے نماز پڑھو اور زکوۃ دیتے رہو اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے۔

بلکہ اللہ نے سورہ محمد میں ان کی کنجوسی کے اوپر بہت ذلیل ہے اور صاف صاف یہ کہہ دیا کہ اصحاب پیغمبرؐ بہت کنجوس ہیں،سورہ محمد میں ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ-إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ-هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم (۱)

ترجمہ:دنیاوی زندگی تو بس کھیل تماشہ ہے اور اگر تم(خدا پر)ایمان رکھو گے اور پرہیزگاری کروگے تو وہ تم کو تمہارا اجر عنایت کرے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا اور وہ تم سے مال طلب،رحم سے چمٹ کے مانگے بھی تو(ضرور)بخیل لگو اور خدا تمہارے کینہ کو ضرور ظاہر کر کے رہے گا،دیکھو تم لوگ وہی تو ہو کہ خدا کی راہ میں خرچ کے لئے بلائے جاتے ہو تو بعض تم میں ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اور(یاد رہے کہ)جو بخل کرتا ہے تو خود اپنے ہی سے بخل کرتا ہے اور خدا تو بے نیاز ہے اور تم(اس کے)محتاج ہو اور اگر تم(خدا کے حکم سے)منہ پھیروگے تو خدا(تمہارے سوا)دوسروں کو بدل دے گا اور وہ تمہارے ایسے(بخیل)نہ ہوں گے۔

----

(۱)سورہ محمد آیت:۳۶،۳۷،۳۸

اور اللہ نے اصحاب پیغمبر کے انقلاب،ارتداد اور بدکرداری پر صاف اعتراض کیا ہے چنانچہ سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُأَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْوَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًاوَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾(۱)

ترجمہ:محمد تو صرف رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی بہتر پیغمبر گزرچکے ہیں پھر کیا اگر محمد اپنی موت سے مرجائیں یا مارڈالیں تو تم الٹے پاؤں اپنے کفر کی طرف پلٹ جاؤگے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا بھی تو ہرگز خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑے گا اور اللہ عنقریب شکر کرنےوالوں کو اچھا بدلہ دے گا۔

اور سورہ حج میں ارشاد ہوا-﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾(۲)

ترجمہ:لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ایک کنارے پر کھڑے ہوکے اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے وہ مطمئن ہوگئے اور کہیں ان کو کوئی مصیبت چھوبھی گئی تو فوراً منھ پھیر کے کفر کی طرف پلٹ پڑے انہوں نے گھاٹا اٹھایا دنیا و آخرت میں(صریح گھاٹا)

سورہ محمد میں ارشاد ہوا۔فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ

---

(۱)سورہ آل عمران آیت:۱۴۴

(۲)سورہ حج آیت:۱۱

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ)[1]

ترجمہ:کیا تم سے یہ بعید ہے کہ اگر تم حاکم ہوتے تو روئے زمین میں فساد پھیلانے اور اپنے رشتہ ناتوں کو توڑنے لگو یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور اللہ نے ان کے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

اللہ نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ صراحت سے بتادیا کہ اصحاب پیغمبرؐ میں کچھ لوگ طیب ہیں اور کچھ خبیث اور تمام چہرے جانے پہچانے ہیں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

(مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ)[2]

ترجمہ:(منافقو)خدا ایسا نہیں کہ برے بھلے کی تمیز کئے بغیر جس حالت میں تم ہو اسی حالت پر مومنوں کو بھی چھوڑ دے اور خدا ایسا بھی نہیں غیب کی باتیں بتادے مگر ہاں خدا اپنے رسولوں میں سے جسے چا تا ہے غیب کی باتیں بتانے کے لئے چن لیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ نے جنہیں غیب کی باتیں بتانے کے لئے چنا ہے وہ منافقین نہیں ہیں اس لئے منافقین تو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے پہچانے جاچکے ہیں۔

صالح بندے بہت کم ہیں کہ جن کی طرف متنبہ کیا گیا ہے:

ارشاد ہوا:(وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ)[3]

---

(۱)سورہ محمد آیت:۲۲/۲۳

(۲)سورہ آل عمران آیت:۱۷۹

(۳)سورہ سبا آیت:۱۳

میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں

سورہ واقعہ میں ارشاد ہوا:(ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ-وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ)[۱]

ترجمہ:بے شک صالح لوگ پچھلی گزشتہ امتوں سے تھے اور پچھ آنے والی امتوں میں اسی طرح اللہ نے متوجہ کیا ہے کہ مقام امتحان میں ثابت قدم رہنے والے بھی بہت کم ہیں سورہ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:(وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْوَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا)[۲]

ترجمہ:اگر ان پر ہم واجب کر دیں کہ اپنے نفسوں کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو یہ لوگ ایسا نہیں کریں گے سوائے چند افراد کے حالانکہ جن باتوں کو کرنے کے لئے ان سے کہا جارہا ہے ان میں انہیں کی بھلائی ہے اور شدید ثابت قدمی کا ثبوت ہے۔

کتاب عزیز میں اللہ نے منافقین کے بارے میں اور مریض دلوں کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے کبھی ان کی مذمت کی ہے کبھی انہیں برا کہا ہے، کبھی انہیں عذاب شدید سے ڈرایا ہے کبھی دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب کی پیشین گوئی کی ہے ظاہر ہے کہ اس مختصر سے کتابچہ میں ان تمام باتوں کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

عام اصحاب کے بارے میں نبی کریمؐ کا نظریہ

وہ حدیثیں جو اصحاب کے بارے میں نبیؐ سے مروی ہیں ان آیتوں سے تعداد میں کم نہیں ہیں روایت ہے کہ سرکار دو عالم نے انہیں خطاب کر کے فرمایا تم ضرور گزشتہ امتوں کی پیروی کروگے،ہر قدم پر

---

(۱)سورہ واقعہ آیت:۱۳،۱۴

(۲)سورہ نساء آیت:۶۶

پیروی کروگے ان کے قدموں سے قدم لا کر چلوگے،یہاں تک کہ اگر وہ بچّو کے سوراخ میں بھی داخل ہوئے ہوں تو تم ان کے پیچھے پیچھے چلے جاؤگے،مجمع نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا گزشتہ امتوں سے مراد یہود و نصاری ہیں،آپ نے فرمایا پھر کون ہے؟[1]اسی طرح جناب حذیف کا قول ہے کہ تم بنواسرائیل کی قدم بقدم پیروی کروگے البتہ میں یہ نہیں جانتا کہ تم بنواسرائیل کی طرح بچھڑے کو پوجوگے یا نہیں؟[2]اور امام مالک کی موطا میں یہ حدیث ہے کہ امام مالک ابونضر سے جو عبداللہ ابن عمر کے غلام تھے یہ بات سنی کہ عبیداللہ ابن عمر کو بتایا کہ سرکارؐ نے فرمایا میں احد کے شہیدوں پر گواہ ہوں تو ابوبکر نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا ہم لوگ ان میں شامل نہیں ہیں ہم بھی انہیں کی طرح اسلام لائے اور ہم نے بھی انہیں کی طرح جہاد کیا حضورؐ نے فرمایا یقیناً تم اسلام لائے اور تم نے جہاد کیا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد تم کیا حرکتیں انجام دوگے؟یہ سن کے ابوبکر رونے لگے اور بہت دیر تک روتے رہے پھر کہنے لگے کیا آپ کے بعد ہم پھر برے کام کرنے والے ہیں؟[3]

حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالمؐ جنت البقیع کے قبرستان میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اے قبروں میں سونے والے مومنو اور مسلمانوں تم پر سلام ہو کاش تم جان سکتے کہ اللہ نے تمہیں کن فتنوں سے نجات دی جو تمہارے بعد اٹھنے والے ہیں پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا

---

(۱) صحیح بخاری ج:۶ص:۲۶۶۹،کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ،نبی کا قول کے اپنے سے پہلےوالوں کے اتباع کے بارے میں،اسی طرح ج:۳ص:۱۲۷۴،کتاب الانبیاء:باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، سنن بن ماجہ ج:۲ص:۱۳۲۲،کتاب الفتن،افتراق امم کے باب میں مجمع الزوائدج:۷ص:۲۶۱،کتاب الفتن،ماقبل کے سنتوں پر عمل کرنے کے باب میں۔المستدرک علی صحیحین ج:۱ص:۹۲۔۹۳کتاب الایمان، صحیح بن حبان ج:۱۵ص:۹۵،اس حدیث کے ذیل میں کہ جس میں کہا گیا ہے کہ امت فتن و حوادث کا شکار ہوگی،مسند احمدج:۲ص:۳۲۷،مسند ابی ھریرہ ج:۳ص:۸۹مسند سعید الخدری،مسند الطالسی ج:۲ص:۲۸۹جس میں ابوسعید خدری نے نبیؐ سے روایت کی ہے

(۲)مصنف ابن ابی شیبہ ج:۷ص:۴۸۱،کتاب الفتن،جو فتنہ سے بھاگتے ہیں اور پناہ مانگتے ہیں

(۳)موطا مالک ج:۲ص:۴۶۱۔کتاب الجھاد:باب الشہداء فی سبیل اللہ،التمھید بن عبدالبرج:۲۱ص:۲۲۸

اور فرمایا قبروں میں سونے والے تم سے اچھے ہیں اصحاب کہنے لگے خدا کے رسولؐ وہ ہم سے اچھے کس وجہ سے ہوگئے ہماری طرح وہ بھی مسلمان ہوئے ہماری طرح انہوں نے بھی ہجرت کی اور ہماری طرح انہوں نے بھی راہ خدا میں خرچ کیا پھر وہ ہم سے اچھے کس طرح ہوگئے آپ نے فرمایا کہ انھوں نے محنت کی لیکن مزدوری میں سے کچھ کھایا نہیں میں ان پر گواہ ہوں اور تم نے جو محنت کی تو اس کی مزدوری کھارہے ہو اور مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد تم کیا کروگے۔[1]

اس طرح ہادی برحق نے آنےوالے فتنوں کے خطرے سے اپنے اصحاب کو آگاہ کردیا اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ سرکارؐ مدینہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے اور فرمایا مسلمانوں کیا تم بھی وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں میں تو تمہارے گھروں میں فتنوں کو گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں۔[2]

اور عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن پیغمبرؐ عائشہ کے گھر سے نکلے اور کہا فتنہ کی جڑ یہاں ہے اور یہیں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔[3]

عبداللہ ابن عمر ہی کہتے ہیں کہ ایک دن سرکارؐ عائشہ کے حجرہ کا سہارا لےکر کھڑے تھے اور فرمارہے تھے فتنہ یہاں ہے فتنہ یہاں پر ہے یہیں سے شیطان کی سینگ نکلیں گے[4]پھر ان عمر ہی سے روایت ہے کہ حضرت نے منبر کی طرف بڑھتے ہوئے فرمایا فتنہ یہاں ہے اور یہیں سے

---

(۱)تاریخ مدینہ منورہ ج:۱ص:۹۴،اسی طرح ازہد لابن مبارک ص:۱۷۱،المصنف عبدالرزاق ج:۳ص:۵۷۵،کتاب الجنائز،قبروں پر سلام کے باب میں،تفسیر ثعلبی ج:۴ص:۱۵۴

(۲) صحیح بخاری ج:۲ص:۸۷۱،کتاب المظالم:باب اماطۃ الاذی، صحیح مسلم ج:۴ص:۲۲۱۱،کتاب الفتن و اشتراط الساعۃ:باب نزولالفتن کمواقع القطر،المستدرک علی صحیحین ج:۴ص:۵۵۳،کتاب الفتن و الملاحم،مسند احمدج:۲ص:۲۰۰،حدیث اسامہ بن زید

(۳)مسند احمدج:۲ص:۲۳،اور اسی طرح مسند عبداللہ بن عمر بن خطاب میں ص:۲۶

(۴)السنن الواردہ فی الفتن ج:۱ص:۲۳۵،نبی کے قول کے باب میں،فتنہ شرق کی طرف سے ہوگا

شیطان کے سینگ نکلیں گے۔[1]

نافع نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر ممبر سے خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا کہ وہاں فتنہ ہے وہیں سے شیطان کے سینگ نکلیں گے۔[2]

ابی مویہبہ جو پیغمبرؐ کے غلام تھے کہتے ہیں کہ ایک دن سرکار جنت البقیع کے قبرستان میں داخل ہوئے اور فرمایا اے قبر میں سونےوالو تم پر سلام ہو جس حال میں تم ہو وہ زندہ لوگوں سے بہت بہتر ہے کاش تم جان سکتے کہ اللہ نے کن برے حالات سے تمہیں نجات دی ہے فتنے بڑے چلے آرہے ہیں جیسے اندھیری رات آتی ہے،جس میں ایک فتنہ کے بعد دوسرا فتنہ آرہاہے اور دسرا فتنہ پہلے فتنہ سے بڑا ہے۔[3]

کعب بن عجرہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم منبر نبوی میں بیٹھے تھے اور ہم نو آدمی تھے کہ پیغمبرؐ منبر میں داخل ہوئے اور تین بار فرمایا کہ کیا تم سن رہے ہو تمہارے اوپر کچھ لوگ امام ہونےوالے ہیں پس جوان کے جھوٹ کی تصدیق اور ان کے ظلم کی تائید کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے نہ میں اس سے ہوں وہ حوض کوثر پر مجھ سے نہیں ملے گا اورجوان کے پاس جاکر ان کے جھوٹ کی تصدیق نہیں کرے گا اور ان کے ظلم میں اعانت نہیں کرے گا وہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں وہ حوض کوثر پر مجھ سے لاقات کرے گا۔[4]

---

(۱)فوائد اللیث بن سعد ص:۷۰، گیارویں حدیث

(۲) صحیح بخاری ج:۳ص:۱۱۳۰،ازواج نبی کے بیوت کے باب میں

(۳)مسند احمدج:۳ص:۴۸۹،حدیث ابی مویہبہ مولی رسول اللہ،المستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۵۷،کتاب المغازی، مجمع الزوائدج:۹ص:۲۴،کتاب علامات النبوۃ،باب تخییر بین الدنیا والآخرۃ،المعجم الکبیرج:۲۲ص:۳۴۶،اور اسی طرح سنن الدارمی ج:۱ص:۵۰،باب وفات النبیؐ طبقات الکبری ج:۲ص:۲۰۴،فی ذکر خروج رسول اللہ

(۴)السنن الکبری بیہقی ج:۸ص:۱۶۵،کتاب قتال اہل البغی:جماع ابواب الرعاۃ...، مجمع الزوائدج:۵ص:۲۴۷،کتاب الخلافۃ:باب فیمن یصدق الامراء،المعجم الکبیرج:۱۹ص:۱۴۱،شعب الایمان ج:۷ص:۴۶،السادس و الستون من باب الایمان

اور اسی طرح اس کے علاوہ بھی حدیث ہے[1]

ابومریم کی حدیث ہے کہ میں نے عماریاسر کو کہتے سنا کہ انہوں نے ابوموسیٰ سے کہا اے ابوموسی میں تمہیں خدا کی قسم دے کے پوچھ رہاہوں کہ پیغمبرؐ نے خاص کر تمہاری طرف متوجہ ہوکے نہیں کہا تھا کہ ہماری امت میں عنقریب فتنہ اٹھنےوالا ہے اے ابوموسیٰ اس وقت تم سوجاؤگے جب کہ اٹھ بیٹھنےوالا تم سے بہتر ہوگا اور تم بیٹھے ہوگے جب کہ کھڑا رہنےوالا تم سے بہتر ہوگا اور تم کھڑے ہوگے جب کہ چلنے والا تم سے بہتر ہوگا ابوموسیٰ پیغمبرؐ نے خاص تمہیں مراد لیا تھا اور لوگوں کو شامل نہیں کیا تھا،راوی کہتا ہے کہ یہ سن کے ابوموسیٰ بہت خاموشی سے کھسک گئے اور عمار کا کوئی جواب نہیں دیا۔[2]

حذیفہ کہتے ہیں ہم پیغمبرؐ کی خدمت میں تھے کہ آپ نے فرمایا جو لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہیں انہیں شمار تو کرو ہم نے خدا کے رسول ہم لوگ چھ یا سات سال سو ہیں آپ کو ہمارے بارے میں کوئی خوف ہے کیا؟آپ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں ہے تم لوگ آزمائے جاؤگے حذیفہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی اور ہم لوگ ایسے آزمائش میں پڑے کہ چھپ کے نماز پڑھنی پڑی[3]اور پیغمبرؐ کے دور کی نماز کو چھپاکے پڑھنا ہمیں ضروری ہو یا ورنہ نمازیں ہمارے یہاں جماعت سے پڑھی جاتی تھیں لیکن نبی والی نماز نہیں تھی(ختم حدیث)مناسب معلوم ہوتا

---

(۱)السنن الکبری بیہقی ج:۸ص:۱۶۵،کتاب قتال اہل البغی:جماع ابواب الرعاۃ، سنن الترمذی ج:۴ص:۵۲۵،کتاب الفتن،المستدرک علی الصحیحین ج:۱ص:۱۵۱،کتاب الایمان، صحیح ابن حبان ج:۱ص:۵۱۳ اسی طرح،ص:۵۱۷،کتاب البر و الاحسان:باب الرفق و الامر بالمعروف،اور ص:۵۱۹،مسند احمدج:۴ص:۲۴۳،المعجم الکبیرج:۱۹ص:۱۳۴،۱۳۵،اور اسی مضمون میں ص:۴۱

(۲) مجمع الزوائدج:۷ص:۲۴۶،کتاب الفتن:باب فی الحکمین،الکامل فی الضعفاءج:۵ص:۱۸۶احالات علی بن نیروز میں،تاریخ دمشق ج:۳۲ص:۹۳،حالات عبدالبر بن قیس بن سلیم میں

(۳)مصنف بن ابی شیبہ ج:۷ص:۴۶۸،کتاب الفتن:باب من کرہ الخروج فی الفتنۃ...، صحیح ابن حبان ج:۱۴ص:۱۷کتاب التاریخ،باب

ابتداءاسلام میں اسلام کا دعوی کرنےوالے، سنن نسائی ج:۵ص:۲۶۷،الایمان لابن مسندہ ج:اص:۵۳۶،جسی روایت کا ذکر جس میں پہلے اسلام لانےوالوں کو مقدم کیا گیا ہے

ہے کہ ایک بار پھر آپ کے گوش گزار کروں کہ انس کے بیان کے مطابق یا تو وہ نماز جو رسول کے ساتھ پڑھتے تھے بھول گئے یا جان بوجھ کے وہ نماز چھوڑ دی تھی۔

سرکار دو عالمؐ نے تو بعض صحابہ کے گمراہ ہونے کی یا منافق ہونے کی یا اسلام سے نکل جانے کی صراحت کر دی تھی،مثلاً آپ نے فرمایا تھا کہ عمار کو قتل کرنے والا آپ کا لباس چھیننےوالا جہنمی ہوگا۔[۱]

یا یہ کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔[۲]

اور آپ نے حکم دیا تھا کہ جب معاویہ کو منبر یا اس کی لکڑیوں پہ دیکھنا تو اس کو قتل کر دینا۔[۳]

(ا)الطبقات الکبری ج:۳ص:۲۶۱،فی ذکر (و من حلفاء بنی مخزوم(عمار بن یاسر)المستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۴۳۷،کتاب معرفۃ الصحابہ(عمار بن یاسر) کے مناقب میں، سیر اعلام نبلاءج:۴۲۵،۴۲۶،حالات عمار بن یاسر میں،الاصابۃ ج:۷ص:۳۱۲،حالات ابی الغادیہ جہنی میں، مجمع الزوائدج:۷ص:۲۴۴،کتاب الفتن:باب فما کان بینہم من الصفین،مسند احمدج:۴ص:۱۹۸،عمر بن عاص نے رسولؐ سے حدیث نقل کی

(۲) صحیح بخاری ج:اص:۱۷۲،کتاب الصلوۃ:باب المساجد،اور ج:۳ص:۱۰۳۵،کتاب الجہاد و السیر:باب مسح الغبار عن الناس فی السبیل، صحیح مسلم ج:۴ص:۲۲۳۶،کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل..

(۳) سیر اعلام النبلاء ج:۳ص:۱۴۹،حالات معاویہ میں اورج:۶ص:۱۰۵،حالات عمر بن عبید میں،تھذیب التھذیب ج:۲ص:۳۶۸،حالات الحکم بن ظہیر الفزاری میں،ج:۵ص:۹۵،حالات عباد بن یعقوب میں،ج:۸ص:۶۴،حالات عمر بن عبید میں،ج:۷ص:۲۸۴،حالات علی بن زید بن جدعان میں،الکامل فی الضعفاءج:۲ص:۱۴۶حالات جعفر بن سلیمان الضبعی میں،ص:۲۰۹،حالات حکم بن ظہیر میں ج:۵ص:۹۸۔۱۰۱۔۱۰۳،حالات عمر بن عبید میں ص:۲۰۰،حالات علی بن زید بن جدعان میں،ص:۳۱۴،حالات عبدالرزاق بن ہمام میں،ج:۶ص:۴۲۲،حالات مجالد بن سعید بن عمیر میں،ج:۷ص:۸۳،حالات الولید بن قاسم بن الولید میں المجروحین لابن حبان ج:اص:۱۶۲،حالات احمد بن محمد بن مصعب میں،ص:۲۵۰،حالات حکم بن ظہیر میں،ج:۲ص:۱۷۲،حالات عبادہ بن یعقوب میں،الضعفاء العقیلی ج:۳ص:۲۸۰،حالات عمروبن عبید بن باب میں،العلل و معرفۃ الرجال ج:اص:۴۰۶،تاریخ دمشق ج:۵۹ص:۱۵۵،۱۵۶،۱۵۷،حالات معاویہ بن صخر ابی سفیان میں

عبداللہ ابن زبیر کے بارے میں فرمایا تھا کہ کہ میں ایک منیٰ ا الحاد کرے گا جو قریشی ہوگا اور اس کا نام عبداللہ ہوگا وہ ساری دنیا کے ناہوں کے مقابلے میں اس کا آد ا ناہ ہوگا یا یہ کہ کے حرم کو قریش کا ایک شخص حل سے بدل دے گا،اگر اس کے ناہوں کو تولا جائے تو ثقلین کے ناہوں سے بھاری پڑے گا۔[۱]اور حضرت نے ناکثین قاسطین اور مارقین سے لڑنے کا کم دیا تھا۔[۲]

چنانچہ مخنف بن سلیم سے روایت ہے کہ ہم لوگ ابوایوب انصاری کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ عمامیں اپنے ہاتھ گھوڑوں کو چارہے تے تو ہم نے کہا ابوایوب آپ نے پیغمبرؐ کی قیادت میں تو مشرکوں سے جنگ کی اب آپ مسلمانوں سے لڑنے نکلے ہیں ابوایوب نے فرمایا ہمیں پیغمبرؐ نے ناکثین،قاسطین اور مارقین سے لڑنے کا کم دیا تھا ہم قاسطین اور ناکثین سے تو لڑچکے اور انشااللہ اب ہم مارقین سے نہروان میں لڑیں گے اور نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔[۳]جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نے سرکار سے پوچھا کہ حضورؐ چھ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمیں کہ میں رہنے کی وجہ سے اجر نہیں ملے گا حضورؐ نے فرمایا ضرور اپنا اجر پاؤگے چاہے تم سخت پتھروں کے درمیان رہو وہ کہتا ہے کہ یہ سن کر کے میں آپؐ کی طرف جھکا آپؐ نے فرمایا میرے اصحاب ہاتھ منافق ہیں(۴)اور ابومسعود کہتے ہیں کہ ایک دن سرکارؐ نے خطبہ میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا

---

(۱) مجمع ازوائدج:۳ص:۲۸۴۔۲۸۵،کتاب لج:باب فی حرم ۃ و النہی عن استحلالھا،اور اسی طرح تاریخ دمشق ج:۲۸ص:۲۱۸۔۲۱۹،حالات عبدالبر بن ازبیر میں

(۲)المستدرک علی صحیحین ج:۴ص:۱۵۰،کتاب معرفۃ الصحابہ،مجمع ازوائدج:۵ص:۱۸۶،کتاب الخلافۃ:باب الخلفاءوالاربعۃ،کتاب خلافت چاروں خلیفہ کے باب میں ج:۷ص:۲۳۸،کتاب الفتن:باب فیما کان بینہم فی صفین،مسند ابی یعلی ج:اص:۳۷۹،مسند علی بن ابی طالب میں،مسند البزارج:۲ص:۲۱۵ج:۳ص:۲۷،مسند شاشی ج:۲ص:۳۴۲،المعجم الکبیرج:۴ص:۹۱

(۳) مجمع ازوائدج:۶ص:۲۳۵،کتاب قتال اہل البغی:باب ما جاء فی ذی الثدیۃ اور اسی طرح معجم الکبیرج:۴ص:۱۷۲،اکامل فی الضعفاءج:۲ص:۱۸۷،حالات الحارث بن حصیرۃ الازدی میں

(۴) مجمع ازوائدج:۵ص:۲۵۲،کتاب الجہاد:باب ہجرۃ البادیۃ و البادیۃ اور اسی طرح مسند احمدج:۴ص:۸۳،جبیر بن مطعم کی حدیث میں،مسند الطیالسی ج:۲ص:۱۲۸،جبیر بن مطعم کی حدیث میں

مسلمانو! تمہارے درمیان منافق ہیں تو میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہوجائے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے فلاں اٹھ جا،اے فلاں اٹھ جا،اے فلاں اٹھ جا،اس طرح آپ نے چھتیس آدمیوں کو اٹھایا پھر فرمایا تمہارے ہی اندر ہے ہاں تم ہی میں سے ہے،پس خدا سے ڈرو۔(۱)

مسلم اپنی سند کے ساتھ حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہمارے اصحاب میں بارہ منافق ہیں ان میں آٹھ جنت میں داخل ہی نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں اونٹ داخل ہو۔(۲)

مسلم کہتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا میں اس آدمی جیسا ہوں جس نے آگ روشن کی اور جب آگ روشن ہوگئی تو اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے لیکن آگ میں اس کا سامان جل رہاہے یہی مثال ہماری اور تمہاری ہے میں نے تمہارے کمربند کو پکڑ رکھا ہے تاکہ آگ سے باہر کھینچ لوں پس آگ سے بچو آگ سے بچو،اگر تم مجھ سے بھاری پڑے تو آگ میں گر جاؤگے(۳)اس طرح کی روایت جناب جابر سے ہے حضور نے فرمایا میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی تو آگ نے اس کا . تر اور ساز و سامان پکڑلیا وہ اپنے سامان کو بچا تو رہا ہے مگر میں نے تمہیں آگ سے بچانے کے لئے پکڑ رکھا ہے اور تم میرے ہاتھوں سے پھسلے جارہے ہو۔(۴)

زبیر بن عوام کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا تمہارے جسم میں گزشتہ امتوں کی بیماریاں داخل ہوگئی ہیں یعنی حسد اور بغض اور بغض کو کاٹنےوالی ہیں سر کے بال کاٹنے والی نہیں دین

---

(۱)مسند احمدج:۵ص:۲۷۳،حدیث ابی سعود عقبہ،مسند عبدبن حمیدص:۱۰۶،المعجم الکبیرج:۱۷ص:۲۴۶،حدیث عیاض بن عیاص

(۲) صحیح مسلم ج:۴ص:۲۱۴۳،کتاب صفات المنافقین، سنن کبریٰ بیہقی ج:۸ص:۱۹۸،کتاب المرتد:باب ما یحرم بہ الدم،مسند احمدج:۵ص:۳۹۰،حدیث حذیفۃ بن الیمان

(۳) صحیح مسلم ج:۴ص:۱۷۸۹،کتاب الفضائل:باب شفقۃ، صحیح بخاری ج:۵ص:۲۳۷۹،کتاب الرقاق:باب الانتھاء عن المعاصی،مسند احمدج:۲ص:۳۱۲،مسند ابی ہریرہ میں

(۴) صحیح مسلم ج:۴ص:۱۷۹۰،کتاب الفضائل:شفقتہ علی امتہ،تفسیر قرطبی ج:۲۰ص:۱۶۵،الترغیب و الترہیب ج:۴ص:۲۴۵، کتاب صفۃ الجنۃ و النار

کا گلا اتارنےوالی،ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جب تک تم آپس میں محبت نہیں کروگے اس وقت تک تمہارا ایمان ثابت نہیں ہوگا۔[1]ام سلمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں سرکارؐ نے کہا میرے اصحاب میں کچھ ایسے بھی اصحاب ہیں جو مجھے مرنے کے بعد نہیں دیکھیں گے اور نہ میں ان کو دیکھوں گا۔[2]عقبہ کہتے ہیں ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کسی کی نماز جنازہ پڑھانے والے نماز کے بعد آپ منبر پر گئے اور آپ نے فرمایا مسلمانوں میں تم سے پہلے مرنےوالا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں خدا کی قسم اس وقت میں اپنے حوض کو دیکھ رہاہوں مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں خدا کی قسم میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک اختیار کروگے بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں الجھ جاؤگے۔[3]انس کہتے ہیں سرکارؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے دو صحابی لائے جائیں گے۔[4]

---

(۱)مسند احمدج:اص:۱۶۳،مسند الذبیر بن العوام، سنن ترمذی ج:۴ص:۶۶۳،۶۶۴،کتاب صفۃ القیامۃ و الرقائق:باب لم یعنونہ، مجمع الزوائدج:۸ص:۳۰،کتاب الادب:باب ماجاء فی الاسلام سنن الکبری بیھقی ج:۱۰اص:۲۳۲،کتاب الشہادات:جماع ابواب من تجوز شہادتہ..،مسند البرازج:۶ص:۱۹۲،مسند شاشی ج:اص:۱۱۴،فیما رواہ یعیش بن الولید مولی ابن الزبیر عنہ،مسند الطیالسی ج:اص:۱۲۷،احادیث الزبیر بن عوام میں

(۳) صحیح بخاری ج:۵ص:۲۴۰۸،کتاب الرقاق:باب فی الحوض، صحیح مسلم ج:۴ص:۱۷۹۵،کتاب الفضائل:باب اثبات حوض نبینا ص و صفاتہ، سنن الکبری نسائی ج:۴ص:۱۴،جماع ابواب الشہید...،مسند احمدج:۴ص:۱۴۹،حدیث عقبۃ بن عامر الجہنی، صحیح ابن حبان ج:۸ص:۱۸،کتاب الزکوۃ:باب جمع المال من حلہ...،مسند رویانی ج:اص:۱۵۷،مسند مرثد بن عبداللہ، سیر اعلام النبلاءج:۶ص:۳۳،حالات یزید بن ابی حبیب

(۴)مسند احمدج:۳ص:۱۴۰،مسند انس بن مالک میں

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو یا ہے یہ کہتے ہیں پیغمبرؐ کے بعد پیغمبرؐ سے رشتہ داری لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچائےگی خدا کی قسم مجھ سے رشتہ داری دنیا اور آخرت دونوں جگہ فائدہ دےگی۔

اے لوگو! میں تم سے پہلے حوض پر پہنچوں گا،جب تم آؤگے تو تم میں سے ایک کہےگا اے خدا کے رسولؐ میں فلاں ہوں اور فلاں کا بیٹا ہوں میں کہوں گا جہاں تک خاندان کا سوال ہے وہ تو میں جانتا ہی ہوں لیکن تم نے میرے بعد بہت کارنامے انجام دیئے ہیں اور اپنے پچھلے مذہب پر پلٹ گئے۔(۱)

ابوہریرہ کہتے ہیں حضور نے فرمایا کے میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے لیکن انہیں حوض کے پاس سے ہٹا دیا جائےگا میں آواز دوں گا مالک یہ تو میرے اصحاب ہیں جواب ملےگا وہ تو ہیں لیکن انہوں نے آپ کے بعد بہت کچھ کارنامے انجام دیئے ہیں جو آپ کو معلوم نہیں ہیں یہ لوگ اپنے پچھلے مذہب پر پلٹ گئے تھے۔(۲)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں قیامت میں حوض کے کنارے کھڑا ہوں گا کہ اس وقت ایک گروہ میرے سامنے سے گزرےگا جس کو میں پہچانتا ہوں گا کہ میرے بعد ان کے درمیان ایک آدمی آکے کھڑا ہوجائےگا اور ان سے کہے چلو،میں پوچھوں گا کہاں جواب ملےگا جہنم میں پوچھوں گا ان کا قصور کیا ہے؟جواب ملےگا انہوں آپ کے بعد بہت سے کارنامے انجام دیئےہیں اور اپنے پچھلے مذہب پر واپس پلٹ گئے تھے پھر ایک گروہ آئےگا جن کو میں پہچان رہا ہوں گا کہ ایک آدمی میرے بعد ان کے درمیان آکے کہےگا چلو میں پوچھوں گا کہاں جواب ملےگا

---

(۱) مجمع الزوائدج:۱۰ص:۳۶۴،کتاب البعثت:باب ماجاءفی حوض النبیؐ اور اسی طرح مسند ابی یعلی ج:۲ص:۴۳۳،مسند ابی سعید خدری میں،مسند عبد بن حمیدج:۱ص:۳۰۴،مسند ابی سعید خدری میں،فتح الباری ج:۱۱ص:۳۸۶

(۲) صحیح بخاری ج:۵ص:۲۴۰۷،کتاب الرقاق:باب فی الحوض،تفسیر قرطبی ج:۴ص:۱۶۸،مسند عمر بن خطاب ص:۸۶،تغلیق تعلیق ج:۵ص:۱۸۶،کتاب الرقاق:باب فی الحوض

جہنم میں پوچھوں گا انہوں نے کیا کیا ہے؟جواب ملے گا آپ کے بعد اپنے پچھلے مذہب پر رجعت قہقری کی ہے تو میں ان میں سے کسی کو نجات یافتہ نہیں دیکھتا مگر جیسے بے ولا بھٹکا کوئی اونٹ۔[۱]

جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی منبر سے بہت سے لوگوں کو نکال دیا اور کہا منبر میں سویا نہ کرو لوگ نکلنے لگے تو علیؑ بھی ان کے ساتھ نکلے آپ نے علیؑ سے کہا تم منبر میں واپس جاؤ اس میں جو میرے لئے حلال ہے وہ تمہارے لئے بھی حلال ہے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں تم ان لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹا رہے ہو اور تمہارے ہاتھ میں ایک عصا اور عوسج ہے۔[۲]

میں نے حدیثوں کے سمندر سے کچھ قطرے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں اس لئے کہ گنجائش بہت کم تھی،ہم نے شیعوں کی دلیلیں نہیں پیش کیں نہ ان کے نظریات پیش کئے اس لئے کہ ہم وہ نہیں چاہتے تھے۔اب ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ رضائے حق کا طالب ہو اور خدا کے غضب سے ڈرے اس کی سزا سے بچے اور خلوص کے ساتھ اپنی تحقیق کو کمل کرے تاکہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے ارشاد ہوتا ہے۔

(و من جاهد فانّما يجاهد لنفسه انّ الله لغنى عن العالمين)[۳]

ترجمہ:جو کوشش کرتا ہے وہ اپنے نفس ہی کے لئے کوشش کرتا ہے اللہ تو تمام عالم سے بےنیاز ہے۔

جب خدا اس کے جذبہ خلوص اور تلاش و جستجو کے ارادوں کو جان جائے گا تو اس کی طرف سے مدد بھی ہوگی اور وہ حق کے راستے کی ہدایت بھی کر دے گا ارشاد ہوتا ہے: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ[4]

---

(۱) صحیح بخاری ج:۵ص:۲۴۰۴،۲۴۰۶،۲۴۰۷،۲۴۰۸،کتاب رقاق،باب حوض میں

(۲)تاریخ المدینۃ المنورہ ج:۱ص:۳۸

(۳)سورہ عنکبوت:آیت۶

(۴)سورہ عنکبوت آیت۶۹

ترجمہ:جو ہماری راہ میں کوشش کرتا ہے ہم اسے اسے اپنے راستے کی ہدایت بھی کر دیتے ہیں اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک تنبیہ اس بات کے لئے کہ اب طبیعت بشری پر تھے اور اس کے تقاضون کو پورا کرنے پر مجبور تھے

یہ بات زیادہ قابل توجہ ہے کہ صحابہ بہرحال انسان تھے اور انسانی طبیعت کے تقاضوں کو پورا کرنے پر مجبور تھے،ایک انسان کے اندر خیر و شر کے دواعی موجود رہتے ہیں اور اس کا نفس خیر و شر کے درمیان الجھا رہتا ہے اس طرح صحابہ نے اپنی زندگی کے بہت سے سال ایام جاہلیت میں گزارے اور جاہلیت کی عادتیں ان کے اندر جڑ پکڑچکی تھیں اور اسلام بھی ایک اصلاحی دعوت ہے جس کے ذریعہ انہیں بلایا گیا اور اصلاح کی کوشش کی گئی پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ محض کلمہ پڑھ لینے سے اچانک ان کی طبیعتیں بدل گئیں اور نفس صاف ہوگئے جب کہ اسلام میں داخل ہونے کے وقت پر مسلمانوں کے حالات جدا جدا تھے،کوئی رغبت کے ساتھ مسلمان ہوا،کوئی خوف سے ان کے اسلام لانے کی بنیاد تک کہ اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے لئے حضور کو ان کی تالیف قلب کرنی پڑی اور مال کے ذریعہ ان کو اپنی طرف راغب کرنا پڑا،حسن اخلاق کے ذریعہ اور بھی تال میل اور غلطیوں سے چشم پوشی کرکے سرکارؐ نے انہیں مسلمان بنائے رکھا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

(فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْوَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ)[1]

---

(۱)سورہ آل عمران آیت۱۵۹

ترجمہ: آپ خدا کی رحمت کی وجہ سے ان کے لئے بہت نرم ہیں اگر آپ بداخلاق اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے چلے جاتے پس آپ انہیں معاف کرتے رہیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کے ساتھ ہی امور میں مشورہ بھی کرتے رہیں۔

بلکہ جو لوگ اسلام پر اعتماد کرکے یا بصیرت قلب کی بنیاد پر اسلام کو قبول کرچکے تھے ان کے بارے میں بھی یہ فرض نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہ جائیں اور فتنوں کے دور میں استقامت سے کام لیں،اس لئے کہ نفس انسانی برائی کی طرف کھینچتا ہے اور شیطان اپنے ہاتھ سے موقع جانے نہیں دیتا،ہمارے لئے سامری کے واقعہ میں ایک بڑا مقام عبرت ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایمان کے باوجود موسی کے اصحاب کس طرح راہ حق سے ہٹ گئے اور فتنہ میں گرفتار ہوگئے،قرآن مجید حکایت کرتا ہے:(قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي)(۱)

ترجمہ: سامری نے کہا میں نے وہ بات دیکھی جو آپ کے صحابہ نہ نہیں دیکھی تھی تو میں نے بنی اسرائیل کے نشان قدم سے ایک مٹھی خاک اٹھائی پس میں نے اس کو ذخیرہ کر لیا اور میرے نفس نے مجھ سے یوں سوال کیا تھا۔

بلعم باعور کا واقعہ کم عبرت ناک نہیں جس کی تفصیل قرآن بیان کرتا ہے:(وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ-وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ)(۲)

----

(۱)سورہ طہ آیت:۹۶

(۲)سورہ اعراف 175،176

ترجمہ:اور اس کی خبر بھی بتائیے جس کو ہم نے اپنی نشانی دی تھی وہ اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا،پس وہ گمراہ ہو گیا اور ہم چاہتے تو اس کو اس کے ساتھ لیتے لیکن ہم نے اسے ہمیشہ کے لئے زمین ہی میں رہنے دیا تو وہ اپنے خواہش نفس کی پیروی کرنے لگا،وہ تو کتے جیسا ہو گیا کہ اس پر بار لادو جب بھی زبان نکالے گا اور چھوڑ دو جب بھی زبان نکالے گا،جیسے وہ قوم جو ہماری نشانیاں جھٹلاتی ہے تو آپ اسے بیان کر دیں تاکہ یہ لوگ سوچیں۔یاد رکھئے مخلوقات کے سلسلے میں اللہ کی سنت ایک ہی ہے-(وَلَنتَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا)[1] ترجمہ:اور کبھی تم اللہ کی سنت کو تبدیل ہوتا ہوا نہیں پاؤگے۔

میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں گمراہ کن فتنوں سے اور برے نتیجوں سے سوائے خدا کے کوئی بچانے والا بھی نہیں ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔صحابہ کے موضوع پر اہل سنت اور شیعوں کے درمیان ہر دور میں بحث ہوتی رہی ہے۔سب کا تذکرہ کرنے کی اس خط میں گنجائش نہیں ہے،اگر مزید معلومات چاہئے تو ان کتابوں کا مطالعہ کیجئے جو ساتویں صدی کے بعد علما نے لکھی ہیں اور ان کی تفصیل ابن ابی الحدید نے لکھی ہے[2]اس موضوع پر وہ کتاب بہت فائدہ بخش ہوگی،لیکن ہم اس بات کی ذمہ داری نہیں لیتے کہ اس کتاب کی سب باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

گذشتہ بیانات کی روشنی میں شیعوں کا صحابہ کے بارے میں نظریہ

گذشتہ بیانات کو دیکھتے ہوئے شیعہ اس معاملے میں حق بجانب ہیں کہ وہ تمام صحابہ کو مقدس اور محترم نہیں سمجھتے اور صحابہ کو تنقیدی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ قابل تنقید بات کرتے ہیں اور ان کے بارے میں

---

(۱)سورہ فتح آیت:۲۳

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۲ص:۱۰۱اور اس کے بعد

ان کے اعمال اور سلوک کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں صحابہ کے بارے میں بولنے سے پہلے انہیں شریعت اور عقل کے ضابطوں پر پرکھتے ہیں تاکہ جو کچھ بولیں دلیل کے ساتھ بولیں اس لئے شیعوں کی نظر میں صرف وہی صحابہ قابل تعظیم ہیں جنہوں نے حق کو لازم سمجھا عقیدہ اور سلوک میں ثابت قدم رہے اور اپنے پروردگار کے امر کو کج فہمی کا شکار نہ بنایا بلکہ وجائے عہد کرتے رہے یہ وہ صحابہ ہیں جن کی شیعہ تعظیم بھی کرتے ہیں تقدیس بھی کرتے ہیں اور ان پر فخر بھی کرتے ہیں،اس لئے کہ یہی لوگ وہ ہیں جن کے سہارے اسلام کی چکی چلتی ہے اور دین کا ستون کھڑا ہے،یہ لوگ موالات کے قابل ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہی لوگ اللہ کے ولی ہیں،جیسا کہ خداوند عالم ان کی تعریف میں ارشاد ہوتا ہے:(إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ-نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ-نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ)(1) ترجمہ:بیشک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو بس اللہ ہے اور اسی بات پر قائم رہے ان کے یہاں فرشتے نازل ہوتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ڈرو نہیں گھبراؤ نہیں اور اس جنّت کی بشارت حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے سرپرست ہیں جنّت میں تم جو چاہوگے تمہیں ملے گا اور جو مانگوگے پاؤگے فرشتوں کا نزول خدائے غفور و رحیم کی طرف سے ہوتا ہے۔

اور جس نے عہد کو توڑا حق سے جدا ہو یا عقیدہ بدلا پچھلے مذہب پر پلٹا وہ سزا وبال اور لعنت کا مستحق ہے چاہے وہ صحابی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ سورہ فتح میں ارشاد ہوتا:(فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ

----

(۱)سورہ فصلت آیت۳۰،۳۱،۳۲

فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا)[۱]

ترجمہ:پس جو اپنے عہد کو توڑدے اس نے اپنے نفس ہی کے عہد کو توڑا ہے اور جو اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو وفا کرتا ہے اس کو اللہ اجر عظیم دیتا ہے۔

سورہ رعد میں ارشاد ہوتا ہے:(وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِأُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ)[۲]

ترجمہ:جو لوگ اللہ سے عہد باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جہاں اللہ نےلنے کا حکم دیا ہے وہ قطع تعلق کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں ان پر لعنت ہے اور ان کا برا ٹھکانہ ہے۔

خدا کی راہ میں محبت خدا کی راہ میں روشنی

قرآن مجید نے ان سے محبت کرنے کی بہت سخت تاکید کی ہے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور ان کو دشمن رکھتے ہیں،حدیث نبوی اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ارشادات بھی اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں محبت کی جائے اور خدا ہی کی راہ میں دشمنی کی جائے۔

چنانچہ سورہ مجادلہ میں ارشاد ہوتا ہے:(لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْأُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ)[۳]

---

(۱)سورہ فتح آیت۱۰

(۲)سورہ رعد آیت۲۵

(۳)سورہ مجادلہ آیت:۲۲

ترجمہ:جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں انہیں تم اللہ اور اللہ کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرتا ہوا نہیں پاؤگے چاہے وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں ان کے بھائی ہوں،ان کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان بیٹھ گیا ہے اور ایمان کی روح ان کی تائید کرتی رہتی ہے۔

اور سورہ ہود میں ارشاد ہوتا ہے کہ: فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلاَ تَطْغَوْاْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَلاَ تَرْكَنُواْ إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللّهِ مِنْ أَوْلِيَاء ثُمَّ لاَ تُنصَرُونَ(1)

ترجمہ:آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہئے اور وہ بھی قائم رہیں جو آپ کے ساتھ توبہ کرتے ہیں اور تم لوگ طغیانی مت کرنا اس لئے کہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور ظالموں کا سہارا تو لینا ہی نہیں ورنہ آگ تم کو چھولے گی،یاد رکھو خدا کے علاوہ کوئی تمہارا ولی نہیں(اگر تم نے ظالموں کا سہارا لیا)تو پھر تمہاری مدد نہیں کی جائےگی۔

عمروبن مدرک طائی امام صادق علیہ السلام سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ سرکار نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ ایمان کے لئے سب سےزیادہ قابل اعتماد کیا پہچان ہے؟لوگوں نے کہا اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے بعض لوگوں نے کہا کہ مومن نماز سے پہچانا جاتا ہے کسی نے کہا زکوۃ سے،کسی نے کہا روزے سے،کسی نے کہا حج اور عمرہ سے اور کسی نے کہا جہاد سے آپ نے فرمایا تم نے جن اعمال کا بھی ذکر کیا سب کی فضیلت اپنی جگہ پر ہے،لیکن یہ چیزیں ایمان کی قابل اعتماد نشانی نہیں بن سکتیں،البتہ قابل اعتماد سہارا ایمان کا اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں بغض ہے اور اللہ کے دوستوں سے محبت کرنا اور اللہ کے دشمنوں سے الگ رہنا۔(۲)

---

(۱)سورہ ہود آیت۱۱۲۔۱۱۳

(۲)الکافی ج:۲ص:۱۲۵۔۱۲۶کتاب الایمان و الکفر باب الحب فی اللہ و البغض فی اللہ چھٹی حدیث

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ سرکار نے کہا اے عبداللہ سب سے زیادہ قابل ا تماد سہارا اسلام کا کیا ہے؟میں نے کہا اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے،آپ نے فرمایا خدا کی راہ میں ولا،خدا کی راہ میں محبت اور خدا کی راہ میں بغ ۔(۱)

ابن عمر کی حدیث ہے کہ حضرت فرمایا خدا کی راہ میں محبت کرو خدا ہی کی راہ میں بغ کرو خدا کی راہ میں دوستی کرو خدا ہی کی راہ میں دشمنی کرو،تم اسی کے ذریعہ خدا کی ولایت کو پاسکتے ہو انسان ایمان کا مزہ پا ہی نہیں سکتا جب تک محبت اور عداوت کا معیار خدا کی ذات کو نہ بنائے چاہے تنا ہی روزہ دار ہو چاہے تنا ہی نمازی ہو۔(۲)

اسحاق ابن عمار کی حدیث امام صادق علیہ السلام سے ہے حضرت نے فرمایا جو دین کی بنیاد پر محبت نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں(۳)اور اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں اہل سنت نے بھی روایت کی ہیں اور شیعوں نے بھی۔(۴)

شیعوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی آواز پر لبیک کہیں اس کے حکم کی پیروی کریں اور اس

---

(۱)السنن البری بیہقی ج:۱۰ص:۲۳۳۔کتاب الشہادت،اہل عصبیہ کے شہادات کے باب میں اور یہ روایت حدیث براد ابن عباس اور عائشہ سے بھی منقول ہے،مجمع ازوائدج:اص:۱۶۲کتاب ا م اس باب میں کہ سب سے زیادہ کون ا م ہے،معجم الاوسط ج:۴ص:۳۷۶،اس کے علاوہ بھی کتابوں میں ہے

(۲) مجمع ازوائدج:اص:۹۰،کتاب الایمان اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی کے باب میں

(۳)اکافی ج:۲ص:۱۲۷کتاب الایمان و الکفر حب ن اللہ بغ ن اللہ کے باب میں حدیث۱۶

(۴)اکافی ج:۲ص:۱۲۴،کتاب الایمان و الکفر حب ن اللہ بغ ن اللہ کے باب میں،وسائل الشیعہ ج:۱۱ص:۴۳۱باب ۱۵ امر و نہی کے لئے جو مناسب ہے اس کے باب میں،اور یہ تمام کی تمام کتاب امر و نہی میں موجود ہے اس کے لئے دوسرے بھی بہت سارے مصادر شیعہ موجود ہیں، نن کبری نسائی ج:۶ص:۵۲۷،کتاب الایمان و شرائعہ، نن کبری بیہقی ج:۱۰ص:۲۳۳کتاب الشہادات،مصنف بن شیبہ ج:۶ص:۱۶۴،کتاب الایمان،چھسا باب،:ج:۷ص:۱۳۴،کتاب ازھد، سنن ابی داؤدج:۴ص:۱۹۸،کتاب الدیات،مجمع ازوائدج:اص:۸۹۔۹۰،کتاب الایمان،باب الایمان حب ن اللہ و البغ ن اللہ،تہیدج:۷اص:۴۲۹۔۴۳۰۔۴۳۱

کے فیصلہ پہ سر جھکائیں اللہ کہتا ہے۔

(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا)(۱)

ترجمہ:مومن اور مومنہ کے شایان شان ہرگز نہیں کہ جب اللہ اور اللہ کا رسول کوئی فیصلہ کر دے تو پھر وہ خود کو بھی صاحب اختیار سمجھیں جو اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

صحبت کا اثر اور اس کی اہمیت

جہاں تک صحبت پیغمبرؐ کا سوال ہے تو اگر صحابی نے حق صحبت کو ادا کیا ہے تو یقیناً صحبت پیغمبرؐ انسان کی رفعت و شان اور اس کے تقدس میں اضافہ ہی کرے گی اس لئے کہ پیغمبر کے اصحاب نے حرمت رسول کا خیال کیا ہے حق صحبت کی رعایت کی اور اللہ کا اس کی اس نعمت پہ شکریہ ادا کیا ہے ہمارے لئے تو اصحاب پیغمبرؐ یوں بھی قابل احترام ہیں کہ وہ حضرات سابق الایمان ہیں اللہ کی دعوت کو انہیں نے ہم تک پہنچایا ہے اور یہی صحابہ ہمارے لئے ہدایت اور نجات کا سبب ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے:(وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ)(۲)

ترجمہ آیت:اور وہ لوگ جو بعد میں آئے کہتے ہیں پالنے والے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں کینہ مت چھوڑنا بیشک تو مہربان اور رحیم ہے۔

---

(۱)سورہ احزاب آیت:۳۶

(۲)سورہ حشر آیت:۱۰

جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان اصحاب کی تعریف کی ہے اور نبی کریمؐ اور آپ کے اہل بیت طاہرین علیہم السلام نے بھی حدیثوں کے ذریعہ ان حضرات کو سراہا ہے اگر چہ اس مختصر کتاب میں ان آیتوں اور حدیثوں کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

البتہ اصحاب کی دوسری قسم وہ ہے جنہیں صحبت پیغمبرؐ کے غرور نے سرکش،مجرم، ملعون اور قابل سزا بنادیا ہے اس لئے کہ وہ صحبت پیغمبرؐ سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھائے ان کے سامنے حجت ظاہر تھی جس کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں زیادہ تھیں لیکن وہ مستقبل کے لوگوں کی گمراہی کا سبب بن گئے اور انہوں حق صحبت کو ضائع کر دیا۔

ارشاد ہوتا ہے:(أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ - جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَاوَبِئْسَ الْقَرَارُ)[1]

ترجمہ آیت: آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کی نعمتوں کو کفران میں بدل دیا اور اپنی قوم کو سزا کے ٹھکانے پہ لے گئے،وہ جہنم جس میں انہوں نے اپنی قوم کو پہنچادیا اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:(إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ)[2]

ترجمہ آیت: بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی ان نشانیوں اور ہدایتوں کو چھپاتے ہیں جنہیں ہم نے قرآن میں واضح کر دیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

----

(۱)سورہ ابراہیم: آیت:۲۸_۲۹

(۲)سورہ بقرہ: آیت:۱۵۹

سرکار دو عالم کے دور میں جو مرد اور عورتیں ہیں ان کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اسی لئے خداوند عالم نے نبی کی عورتوں سے فرمایا:(يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ - وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا-يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ - إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا)[۱]

ترجمہ آیت:اے نبی کی عورتو!تم میں سے جو فاحشہ مبینہ(زنا)کی مرتکب ہوئیں اس کو دو گنا عذاب ملے گا اور اللہ کے لئے یہ آسان بات ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانبرداری کرے گی اور نیک کام انجام دے گی ہم اس کو دوہرا اجر دیں گے اور اس کے لئے عزت دار حلال رزق کا انتظام کر دیں گے۔

پھر فرمایا اے شقران اچھائی تو کسی کی طرف سے بھی ہوا چھائی ہی ہوتی ہے،لیکن تم نیک کام کروگے تو زیادہ اچھا ہوگا،اس طرح برائی تو برائی ہے چاہے جو کرے لیکن لیکن اگر تم برائی کروگے تو زیادہ برا ہوگا اس لئے کہ شقران سرکار دو عالم کے غلاموں کی اولاد میں تھا اور بہت شراب پیتا تھا۔[۲]

صحابہ کو پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ دو باتوں کا لحاظ کیا جائے پہلی بات تو یہ ہے کہ عقلی دلیلوں اور شرعی دلیلوں کے مطابق استقامت کی ایک حد معین کی جائے جو صحیح راستے پر پہنچائے اور جب صحابہ کو پرکھا اور پہچانا جائے تو جذبات اور احساسات کے آئینے میں نہ پہچانا جائے۔

دوسرے یہ کہ یہ دیکھا جائے کہ اپنے اور پاک باز صحابہ کی جو حدیں معین کی گئی ہیں ان تمام باتوں کے بعد مناسب نظریے معین کئے جائیں ارادہ اور شجاعت کے سلسلے میں تاکہ کوئی نتیجہ سامنے آئے کیونکہ حق سے بلند و بالا کوئی چیز نہیں ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

----

(۱)سورہ احزاب:آیت:۳۰۔۳۱

(۲)شرح نہج البلاغہ ج:۸ص:۲۰۵،اسی طرح بحارالانوارج:۴ص:۳۴۹،العدد القویہ علامہ حلی:ص:۱۵۲

(وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ)[1]

صحابہ یا غیر صحابہ کے احترام کے لئے شیعوں کا یہی طرز فکر ہے اور شروع سے یہی طرز فکر رہاہے اس میں شیعہ کہیں سے کمزور نہیں پڑتا اور نہ کبھی کمزور پڑے گا انشاءاللہ،حالانکہ اس طرز فکر اور نظریہ پر قائم رہنے کے لئے شیعوں کو ہر دور میں بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہے سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اور بڑے مشکل حالات سے گزرنا پڑا ہے لیکن ان پر جو بھی مصیبتیں اس سلسلے میں آئی ہیں سب سے خدا واقف ہے اور شیعوں نے ان حالات کو ابتلا سمجھ کے خوشی سے قبول کیا ہے۔

غیر شیعہ افراد کا شیعوں کے بارے میں مناسب نظریہ

میں نے شیعہ نظریات آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے،اگر یہ نظریات آپ کو اور آپ کے ہم مذہب بھائیوں کو اپیل کریں تو کیا کہنا،الحمد اللہ ہم آپ ایک دوسرے سے متفق ہیں لیکن یہ نظریات آپ کو پسند نہیں آتے جب بھی آپ کو چاہیئے کہ شیعوں کو معذور سمجھ کے ان کے متعلق احترام و عزت کا اظہار کریں،اس لئے کہ ان کا نظریہ جو کچھ بھی ہے وہ بےدلیل نہیں ہے اور دلیل کےساتھ بات کرنےوالے یہ کہہ کے معاف کیا جاسکتا ہے کہ اس نے کوشش تو کی لیکن اجتہاد میں غلطی کی ظاہر ہے کہ شیعوں کا نظریہ کسی تعصب،دشمنی یا بغض و عناد کا نتیجہ نہیں ہے کہ ان کی حرمت کو پامال کر دیا جائے اور انہیں چاروں طرف بدنام کیا جائے یا ان کے اوپر طعن و تشنیع کیا جائے۔

مجھے نہیں معلوم کے دوسرے فرقے کے لوگ شیعوں کو ان کے نظریات و عقائد کی بنیاد پر کس دلیل سے برا بھلا کہتے ہیں جب کہ نظریاتی اختلاف کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شیعوں کو برا بھلا کہا جائے اور مخالف کا نظریہ نہیں ماننے کی وجہ سے شیعوں کی حرمت پامال کر دی جائے ان پر طعن و تشنیع کی جائے اور انہیں طرح طرح کی سزائیں دی جائیں۔

---

[1] سورہ احزاب: آیت:۴

دوسرے فرقوں سے شیعوں کا حسن معاشرت

خصوصاً شیعہ فرقہ دوسرے مسلمانوں سے معاشرت کرنے میں اپنے نبیؐ اور آئمہ اطہارؑ کی تعلیم پر عمل کرتا ہے انہوں نے شیعوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہر حال میں اپنے عقیدے کی حفاظت کرو اور ذاتی طور پر اپنے عقیدے کے مطابق عمل کرتے رہو۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاؤ اور ان سے رواداری کرنا چھوڑ دو بلکہ تمہیں چاہیئے کہ دیگروں سے حسن معاشرت کا اہتمام کرو خوش اخلاق سے لو اور ان کے حقوق کو ادا کرو تاکہ قوم ہوشیار رہے اور نفاق کی بوائی پیدا نہ ہو۔

سکونی کی حدیث لاحظہ ہو:امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں سرکار دوعالمؐ نے فرمایا:جس کے اندر تین باتیں نہیں اس کا عمل کمل نہیں۔

۱۔ورع:جو انسان کو خدا کی نافرمانی سے روکتا ہے۔

۲۔اخلاق:جس کے ذریعہ دوسرےلوگوں سے لا جلا جاتا ہے۔

۳۔علم:جس کے ذریعہ جاہل کی جہالت کا جواب دیا جاتا ہے۔[۱]

مرازم چھٹے امامؑ سے روایت کرتے ہیں کہ تم پر واجب ہے کہ مسجدوں میں نماز پڑھو لوگوں کے ساتھ اچھے پڑوسیوں کی طرح رہو،شہادت قائم کرو اور جنازوں میں شرکت کرو اس لئے کہ جب تک انسان زندہ ہے دوسرے انسان سے بےنیاز نہیں ہوسکتا سماج کا ہر آدمی ایک دوسرے کے لئے ضروری ہے۔[۲]

اس سلسلہ آخری حدیث میں لاحظہ ہو،معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام سے پوچھا کہ ہمارا سلوک ان لوگوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہیئے جو ہمارے آس پاس رہتے ہیں لیکن ہماری

----

(۱)اکافی ج:۲ص:۱۱۶،کتاب ایمان و کفر،باب مدارات حدیث۱

(۲)کافی ج:۲ص:۶۳۵،کتاب معاشرت جو چیز معاشرت میں محبوب ہے کے باب میں،حدیث:۱

طرح شیعہ نہیں ہیں،آپ نے فرمایا تم اپنے اماموں کی یرت پہ غور کر و جن کی تم اقتدا کر تے ہو،پس جیسے وہ کر تے ہیں تم بھی کر و،خدا کی قسم وہ نیروں کے مریضوں کی عیادت کر تے ہیں،ان کے جنازوں میں شریک ہوتے ہیں،ان کے لئے گوا یاں د یتے ہیں اور ان کی امانت کو ادا کر تے ہیں[1]اس کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

تنا اچھا ہوتا کہ تمام مسلمان انہیں حدیثوں پہ عمل کر تے اپنے عقیدوں کی حفاظت کے ساتھ بہترین طریقے سے لوگوں کو دعوت بھی دیتے رہتے اور دوسروں سے میل جول کے ساتھ اچھا سلوک اور محبت کا برتاؤ کر تے تا کہ مسلمان متحد رہیں بات ایک بگہ رہے اور آپس کی محبت دلوں میں باقی رہے پھر ہم سب مل جل کر عالم انسانیت کو اسلام عظیم کی طرف بلائیں اسلام کی آواز لوگوں کو سنائیں کلمہ طیبہ کو بلند کریں اور ظالموں کو منہ توڑ جواب دیں اور ایک مشترک ہدف کی خدمت کریں،نویں سوال کے جواب میں ہم وہ باتیں پیش کروں گا جو وہاں پہ نفع بخش ہوں،اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مدد کرے اور ہمیں توفیق دے وہ سب سے زیادہ رحم کرنےوالا ہے مومنین کا سرپرست ہے وہ میرے لئے کافی ہے اور بہترین وکیل ہے،

والحمد اللہ رب العلمین

----

(1)ن ج:2 ص 636 ،کتاب معاشرۃ حدیث 4

سوال نمبر۔۳

پھ اہل سنت حضرات یہ ازام تے ہیں کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں،شیعوں پہ ازام صحیح ہے؟حالانکہ میں نے علامہ شیخ محمد ابوزہرہ کتاب(الامام جعفر الصادقؑ)میں پڑ ا ہے کہ محقق وسیؒ سے نقل کیا یا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے،آپ کس اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟خداوند عالم آپ کی عمر میں اضافہ کرے۔

جواب:اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل امور آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ا۔پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ہر سنی عالم تحریف قرآن کی نسبت شیعوں کی طرف دیتا ہے،بلکہ بُ علمائے سنت نے تو شیعوں کی طرف سے خود ہی صفائی پیش کی ہے یہاں شیعہ سے مراد امامیہ رلیہ ہے۔

ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری متوفی۳۳۰ھ فرماتے ہیں،قرآن میں کمی اور زیادتی کے بارے میں رافضیوں کے درمیان اختلاف ہے،اس سلسلے میں تین فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ قرآن میں پھ کمی ہے زیادتی کا وہ بھی قائل نہیں،اس طرح وہ یہ بھی نہیں مانتا کہ قرآن کے اندر پھ تبدیلی کی گئی ہے،لیکن اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرآن میں سے پھ ضائع ہو یا ہے اس کو صرف امام جانتے ہیں،شیعوں کا تیسرا فرقہ جو اعتزال اور امامت کا قائل ہے اس کا خیال ہے کہ نہ قرآن میں پھ کمی ہوئی نہ کوئی زیادتی اللہ نے جیسا ہمارے نبی پہ اتارا تھا ویسا ہی ہے نہ بدلا یا ہے نہ کوئی لفظ اپنی جگہ سے ہٹایا یا ہے اور ہمیشہ قرآن ایسا رہے گا۔(۱)

---

(۱)مقالات الاسلامیین ج:۱ص:۱۱۴۔۱۱۵

شیخ رحمۃ اللہ ہندی اپنی کتاب اظہار الحق میں لکھتے ہیں کہ شیعہ اثنا عشری کے جمہور علما کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید تغییر و تبدیل سے محفوظ ہے قرآن میں وقوع نقصان کا قول مردود ہے۔[1]اور شیعہ علما اسے قبول نہیں کرتے پھر شیخ نے شیعوں کے بڑے اقوال کو مقام شہادت میں پیش کیا ہے۔

ہاں بعض سنی علما تحریف کو شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں،جیسے ابن حزم ظاہری اپنی کتاب الفصل فی الملل و النحل میں اور ایک جماعت متاخرین کی ہے،ان لوگوں نے اپنے قوم کو شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے اور ان پر حملے کرنے کے لئے وقف کر دیا ہے،سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے شیعوں پر بہت سے بہتان باندھے ہیں،ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے،تاریخ کے ذمہ ہے اور ہر ذوق جستجو رکھنےوالا اگر منصف ہے تو وہ بھی ان کا حساب کرے گا۔

اہل سنت اور شیعوں کا عدم تحریف قرآن پر عملی اجماع

۲۔شیعہ ہوں یا سنی تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ دو دفتیوں کے درمیان مصحف ہے وہ پورا قرآن مجید ہے وہی قرآن تمام اسلامی ملکوں میں پھیلا ہوا ہے اور تمام مسلمانوں کے درمیان تلاوت کیا جاتا ہے جب اس قرآن کو مسلمان ختم کر لیتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے پورا قرآن پڑھ لیا،جس طرح جب ایک سورہ پڑھتا ہے جو سورہ اس قرآن میں موجود ہے تو اس میں نہ کسی ایک کلمہ کی زیادتی کرتا ہے نہ کمی اور اس کو پڑھ نے کے بعد کہتا ہے کہ ہم نے فلاں سورہ پڑھ لیا،یہ باتیں ثابت کرتی ہیں کہ مسلمان چاہے سنی ہو یا شیعہ تحریف قرآن کا قائل بہرحال نہیں ہے یہ بات تمام مسلمانوں کی سیرت اور ان کے فقہا کے کلمات سے ظاہر ہے۔جب علما یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورہ کا کچھ حصہ یا فلاں سورہ پڑھنا مستحب ہے تو ان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ سورہ جو مصحف پاک میں لکھا ہوا ہے بغیر کسی کمی و زیادتی کے وہ یہ نہیں کہتے کہ

---

(۱)اظہارالحق ص:۳۵۴،چوتھی فصل میں جو احادیث پر شبہوں کے جواب ہیں،اور یہ شبہ اول کے جواب کے باب میں ہے

اس سورہ کو پڑھنے کے وقت ٖفلاں کلمہ کو زیادہ یا ٖفلاں کلمہ کو کم کر لینا چاہئیے جب کہ اگر قرآن میں وہ کلمہ زیادہ ہوتا تو علما ضرور متنبہ کرتے کہ اس کلمہ کو حذف کر دینا اس لئے کہ آدمی کا کلام نماز کے درمیان پڑھنا نماز کو باطل قرار دینا ہے اور اگر اس سورہ میں کچھ کم ہوتا تو علما ضرور ہدایت کرتے کہ سورہ کو مکمل کرنے کے لئے ٖفلاں کلمہ لا لینا اس لئے کہ خصوصا فرقہ امامیہ کے یہاں مشہور ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک مکمل سورہ پڑھنا واجب ہے،علما کا سورہ پڑھنے پر خاموش رہنا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جو قرآن ہمارے سامنے ہے اسی کو وہ قرآن سمجھتے ہیں اور جو سورہ قرآن میں لکھے ہیں وہ سب کے سب مکمل سورہ ہیں۔

البتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معاملے میں سنی،شیعہ کے درمیان اختلافات ہے شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ توبہ کے علاوہ بسم اللہ...ہر سورہ کا جز ہے لہذا وہ نماز میں تلاوت سورہ کے وقت بسم اللہ کہتے ہیں،لیکن بسم اللہ کے علاوہ کسی چیز میں بھی عملاً اختلاف نہیں ہے۔یہی اجماع عملی ہے جو تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے بارے میں ایک نظریہ پر قائم رکھتا ہے چاہے وہ سنی ہوں یا شیعہ کا یہ کہنا ہے کہ قرآن اپنی اصل صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس کے مقابلے میں یعنی اس کے خلاف کسی مسلمان کا کوئی نظریہ نہیں ہے اس لئے قرآن مجید کے حقیقت کی دلیل ہے اور قرآن اپنی حقیقت کو خود ثابت کرتا ہے تمام عالم اسلام نے اس حقیقت کو مانا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور ان شبہات کو قوت مل ہی نہیں سکتی ہے جن کی وجہ سے ملت اسلامیہ میں کوئی بیڑ لپن یا بی پیدا ہو یا قرآن مجید کی حقانیت میں کسی شک کی گنجائش ہو۔

شیعہ علما عدم تحریف کے قائل ہیں

۳۔جن شیعہ علما نے صراحت فرمائی ہے کہ مصحف کی دودفتیوں کے درمیان جو کچھ موجود ہے وہ کل کا کل قرآن ہے وہ حضرات شیعوں کے بڑے علما ہیں ار ہر دور میں شیعوں کے علما نے تحریف کا انکار کیا ہے صرف شیخ وسی ہی پر یہ بات منحصر نہیں ہے بلکہ ان کے پہلے اور بعد کے تمام علما نے رم

تحریف کی تائید کی ہے۔

الف:شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی جن کی نیت ابوجعفر ہے اور آپ کے والد علی بن الحسن ہیں آپ شیعوں کے قدیم علماء میں ہیں مدرسہ قم کے زعیم اور اہل حدیث کے استاد ہیں آپ کی کتاب اعتقادات کا تذکرہ مصادر شیعہ کے ذیل میں آچکا ہے،اس کتاب میں آپ لکھتے ہیں۔

((ہمارا عقیدہ ہے کہ جو قرآن اللہ نے ہمارے نبی محمدؐ پر نازل کیا تھا وہ دودفتیوں کے درمیان موجود ہے یہ وہی قرآن ہے جو لوگوں کے پاس ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے اس میں(۱۱۴)ایک سو چودہ سورہ ہیں ہمارے نزدیک ((الم نشرح))اور((الضحی))ایک ہی سورہ ہے اور((لایلاف))اور((الم تر کیف))بھی ایک ہی سورہ ہے اور جو ہماری یہ قول منسوب کرتا ہے کہ ہم قرآن مجید کو اس سے زیادہ مانتے ہیں وہ جھوٹا اور ہمارے یہاں جو روایتیں پائی جاتی ہیں جیسے ہر سورہ قرآن پڑھنے کے ثواب کے بارے میں ختم کرنے کے بارے میں نماز نافلہ میں دو سوروں کے پڑھنے کے بارے میں اور نماز میں دو سوروں کے درمیان نبی کے بارے میں یہ روایتیں اس بات کی شاہد ہیں کہ ہم اسے قرآن سمجھتے ہیں جو لوگوں کے پاس موجود ہے اسی طرح ہمارے یہاں یہ روایتیں بھی ملتی ہیں جن میں ایک رات میں قرآن ختم کرنے کو منع کیا گیا ہے کم سے کم تین رات میں قرآن ختم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے یہ روایتیں بھی قرآن کے بارے میں ہمارے عقیدے کی تصدیق کرتی ہیں بلکہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ جو کچھ وحی نازل ہوئی اگر سب کو قرآن میں شامل کر لیا جاتا تو قرآن میں کم سے کم۱۷ہزار آیتیں ہوتیں۔

غیرقرآنی وحی کی مثال جیسے جبرئیل کا سرکار سے کہنا کہ اے محمد ہماری مخلوق کی مدارات کر دیا لوگوں کی سینہ پر وری اور ان کی عداوت سے پرہیز کرو یا یہ کہ جتنا ہے جی لو تم بہرحال میت ہو جس سے چاہو دل لگاؤ بہرحال اس سے جدا ہوجاؤگے،جو عمل چاہے انجام دو اپنے عمل سے تمہاری لاقات ہوگی،مومن کا شرف نماز شب ہے اور اس کی عزت لوگوں کو تکلیف نہیں دینا ہے یا سرکار دوعالم کا یہ قول کہ جبرئیل مجھ کو مسواک کی ہدایت کرتے رہے قریب تھا کہ میں اپنے دانت توڑ لوں یا دانتوں کی

جڑوں میں ے کر لوں اور پڑوسی کے بارے میں اتنی حدیثیں ہیں کہ میں سمجھا اب وہ پڑوسی کو میراث بھی دے دیں گے، عورت کے بارے میں اتنی حدیثیں ہیں کہ میں سمجھا اس کو طلاق دینا ہی نہیں چاہئے اور غلاموں کے بارے میں اتنی حدیثیں ہیں کہ میں سمجھا اب وہ ایک مدت معین کر دیں گے جو اس کی آزادی کا وقت ہوگا۔

یا غزوہ خندق سے فارغ ہونے کے بعد جبرئیل کا یہ پیغام لانا کہ اے محمدؐ اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ نماز عصر بنی قریظہ ہی میں ادا کریں یا سرکار کا یہ کہنا میرا پروردگار مجھے حکم دیتا ہے کہ میں لوگوں سے حسن اخلاق برتوں ان کی عقلوں کے مطابق جیسا کہ اللہ نے مجھے فرائض کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے سرکار کا یہ قول کہ میرے پروردگار کی طرف سے جبرئیل ایسا حکم لے کے آئے جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور میرا سینہ اور دل خوش ہو یا پیغام یہ ہے کہ اللہ کہتا ہے بیشک علی امیرالمومنین ہیں اور روشن پیشانی والوں کے قائد ہیں۔

یا سرکار کا یہ کہنا کہ جبرئیل مجھ پر یہ پیغام لے کے نازل ہوئے ہیں کہ اے محمد اللہ نے علی سے فاطمہ کی تزویج عرش پر کر دی ہے اور اس پر اپنے بہترین فرشتوں کو گواہ بنایا ہے آپ اس نیک کام کو زمین پر انجام دے کے اپنی امت کے بہترین اصحاب کو گواہ بنادیں، اس طرح کی بہت سی خبریں اور پیغامات ہیں جو وحی تو ہیں مگر قرآن نہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ جملے اگر قرآن ہوتے تو قرآن میں لادیئے جاتے اور اس سے الگ نہ رہ جاتے۔

جیسا امیرالمومنین نے قرآن کو جمع کیا اور مسلمانوں کے پاس لے کے آئے فرمایا: یہ تمہارے پروردگار کی کتاب ہے ٹھیک اس طرح جمع کی گئی ہے جیسی نازل ہوئی ہے اس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی ایک حرف بھی زیادہ یا کم نہیں ہے مسلمانوں نے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے ویسا ہی قرآن ہمارے پاس بھی ہے آپ یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے کہ انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اس کو خرید لیا، پس بری چیز خریدی ہے۔[1]

---

(۱) الاعتقادات: ص: ۸۳۔۸۶

ہم نے اس گفتگو کو طول دیا اس لئے کہ اس میں دو خاص باتیں ہیں

ا۔پہلی بات تو یہ ہے کہ رم تحریف کے اوپر میں نے تمام مسلمانوں کے اجماع عملی کا دعوی کیا لیکن دلیلیں شیعوں کی طرف سے پیش یں مثلا ختم قرآن اور قرات سورہ و غیرہ کے مسائل میں میں نے صرف شیعہ علما کی طرف سے پیش کر کے مسلمانوں کے اجماع عملی پر صرف شیعوں کی طرف سے دلیل دی ہے۔

۲۔دوسری بات یہ ہے کہ میں نے ان روایتوں کی تاویل پیش کی ہے جس سے تحریف کا وہم پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ عرض کیا ہے کہ ہر وں قرآن انہیں ہوتی لیکن اہم ترین بات یہ ہے کہ میں نے یہ تاویل اپنی طرف سے نہیں پیش کی ہے بلکہ جناب شیخ صدوق جیسے علما کا قول نقل کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ ہادی علیہم الصلوۃ و السلام کے زمانے سے بہت قریب تے اور اہل حدیث کے شیخ اور استاد تے جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے اس سے یہ بات ثابت ہے کہ اس طرح کی تاویلیں شیعوں کے یہاں زمانہ شروع میں پائی جاتی تیں۔یعنی یہ تاویلیں متاخرین کی ایجاد نہیں ہیں اور شادی یہی وجہ ہے کہ قدیم علما ان روایتوں کی بنا پر تحریف اور نقص کے قائل نہیں تے۔

ب:شیخ محمد بن لغمان آپ کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے

آپ قدیم علما میں ہیں بغداد کے مدرسہ کے زعیم ہیں اور اہل اجتہاد و نظر کے استاد ہیں شیخ مفید کے نام سے مشہور ہیں آپ اپنی کتاب(اوائل المقالات)میں فرماتےہیں امامیہ فرقے کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ قرآن میں سے کوئی کلمہ کوئی آیت اور کوئی سورہ کم نہیں ہے لیکن مصحف امیرالمومنین میں آیتوں کی جو تاویل پیش کی گئی تھی اور حقیقت تنزیل کی بنیاد پر معانی کی جو تفسیریں پیش کی گئی تیں وہ قرآن سے حذف کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ میرے نزدیک یہ قول نفس قرآن میں نقص کے قول سے زیادہ مشتبہ اور کمزور ہے میں ڈوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو اللہ حق و حقیقت کی توفیق عنایت فرمائے۔

لیکن جہاں تک قرآن میں زیادتی کا سوال ہے تو یہ قول میرے نزدیک ایک رخ سے تو بالکل ہی غلط ہے اور ایک رخ سے صحیح بھی ہے میں جس رخ سے اس کے غلط ہونے کا یقین رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ مخلوق کے لئے ممکن نہیں ہے کہ ایک سورہ کے برابر اضافہ کر دے اور فصحا کے سامنے یہ بات ثابت نہ ہوے اس لئے کہ قرآن کا اپنا ایک لہجہ اور ایک انداز ہے جس کی نقل مخلوق کے بس کاروگ نہیں،جس رخ سے زیادتی جائز سمجھی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک کلمہ یا دو کلمہ ایک لفظ یا دو لفظ یا ایک دو حروف کلمات سے مشابہ ہو جس کی وجہ سے فصیحوں کے نزدیک تمیز نہ ہوسکی ہے حلانکہ اس میں بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ رہبری کر دے کہ قرآن میں فلاں زیادتی ہے میرا کلام نہیں ہے مجھے اس طرح کی زیادتی کا یقین بھی نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قول بھی مشتبہ ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اس طرح کی زیادتی قرآن میں سرے سے واقع نہیں ہوئی اس کے ساتھ ہی میرے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام سے رد تحریف کی حدیثیں ہیں۔[1]

((اس کے علاوہ جناب شیخ نے اس سلسلے میں بہت سی باتیں کی ہیں۔))

ج:سید مرتضی علی بن الحسن الموسوی آپ اپنے استاد شیخ مفید کے جانشین تھے اور شیخ کی جگہ مدرسہ بغداد کے زعیم تھے،اہل نظر و اجتہاد کے استاد تھے آپ نے اپنی کتاب مجمع البیان میں تحریف کے سلسلے میں کلام پیش کرنے کے بعد کہا،یہ وہ نظریہ ہے جس میں مرتضی تائید کرتے ہیں اور یہ مکمل گفتگو انہوں نے مسائل طرابلس یات کے جواب میں لکھی ہے کہ نقل قرآن کی صحت کا علم اس طرح ہے جیسے کہ شہروں کے بارے میں بڑے بڑے واقعات کے بارے میں،عظیم حادثوں کے بارے میں،مشہور کتابوں کے بارے میں عرب کے اشعار کے بارے میں جاننا ہے،اس طرح کی چیزیں لکھنے کے وقت انسان بہت شدت سے توجہ دیتا ہے اور اپنے قدم کو بہت محتاط کر لیتا ہے اس طرح قرآن کو نقل کرنے میں قرآن جمع کرنےوالوں نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے اس لئے نبوت کا معجزہ علوم شرعیہ

---

(۱)اوائل المقالات ص:۸۱۔۸۲تالیف قرآن کے اقوال کے بارے میں

اور احکام دین کا ماخذ ہے اور مسلمان علما نے اس کو نقل کرنے میں تا حد امکان احتیاط سے کام لیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے وہ اختلافات بھی نقل کر دیئے ہیں جو قرآن کے اعراب،قرات حروف اور آیتوں کے سلسلے میں ہوتے ہیں پھر یہ سے ممکن ہے کہ اس نظر کے ساتھ اور کامل توجہ کے ساتھ جمع کیا ہوا کلام مغیر یا منقوص ہو،سید فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن یا لفظ قرآن کے نقل کی صحت کا علم ایسا ہی ہے جیسے من جملہ قرآن کا علم اس کے نقل کرنے میں وہی طریقہ اپنایا گیا ہے جو طریقہ کسی مصنف کی تصنیفات کو نقل کرنے میں استعمال ہوا ہے،جیسے سیبویہ اور مزنی کی کتابیں۔

صاحبان نظر جس طرح ان کتابوں کی تفصیل سے واقف ہیں اس طرح ان کتابوں کے اجمال سے بھی واقف ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی داخل کرنےوالا کوئی ایسا باب سیبویہ کی کتاب میں داخل کر دیتا ہے،جو اس کی اصل کتاب میں نہ ہو تو صاحبان نظر و اجتہاد فوراً اس کو پہچان لیتے ہیں اور جان جاتے ہیں کہ یہ الحاق ہے اور اصل کتاب میں نہیں پایا جاتا ہے یہی بات کتاب مزنی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے ظاہر ہے کہ جب مسلمان کتاب سیبویہ اور شعرا کے دیوان کو نقل کرنے میں اتنی احتیاط اور دقت نظر سے کام لیتا ہے تو قرآن مجید کے بارے میں بےاحتیاطی سے کرے گا۔

جناب سید تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن تو دور پیغمبرؐ میں ہی جمع ہوچکا تھا ارو تالیف پاچکا تھا،وہی قرآن آج ہمارے سامنے ہے سید مقام استدلال میں فرماتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں عہد پیغمبرؐ میں قرآن پڑھا جاتا تھا اور لوگ قرآن کو حفظ کیا کرتے تھے،یہاں تک صحابہ کی ایک جماعت کو حفظ قرآن پر معین کیا گیا تھا،نہیں پیغمبرؐ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور یہ لوگ آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے کچھ صحابہ نے مثلاً عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب نے تو پیغمبرؐ کے حضور میں کئی مرتبہ قرآن ختم کیا تھا۔

ان تصریحات کو دیکھتے ہوئے ہم تھوڑی سی توجہ دیں تو یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ درود پیغمبرؐ میں قرآن مجموعی طور پر موجود اور مرتب تھا نہ کہ بکھرا ہوا اور منتشر۔

سید فرماتے ہیں کہ امامیہ اور حشویہ میں جن لوگوں نے اس نظریہ کی مخالفت کی ہے ان کی تعداد

بہت کم ہے اس لئے کہ یہ اختلاف اہل حدیث کے ایک گروہ کی طرف منسوب ہوتا ہے،جنہوں نے کمزور حدیثیں نقل کی ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں ہیں ظاہر ہے ایسی حدیثوں کی طرف رجوع کر کے ایک یقینی بات کو جھٹلایا نہیں جاسکتا ہے۔[۱]

ابن حزم نے یہ تو اعتراف کیا ہے کہ شیعہ امامیہ تحریف کے قائل ہیں لیکن ان کی عبارت لاحظہ ہو،وہ کہتے ہیں((امامیہ فرقہ چاہے قدیم ہو یا جدید ان کا قول ہے کہ قرآن بدلا ہوا ہے اس میں کچھ زیادتی بھی ہے اور بہت زیادہ کمی بھی ہے۔

سواعلی بن الحسن(الحسین)بن علی ابی طالب کے یہ امامی فرقے سے ہیں اور اعتزال کا مظاہرہ کرتے ہیں تحریف قرآن کے منکر ہیں اور اس کے قائل کو کافر کہتے ہیں اس طرح ان کے دو ہم مذہب ابویعلی میلاد الطوسی اور ابوالقاسم رازی ہیں۔[۲]

سب سے زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ ابن حزم کہتے ہیں کہ جو تحریف قرآن کا قائل ہے اس کو سید مرتضیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اعلام شیعہ میں سے تھے اور سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ تحریف قرآن کا ماننےوالا کافر ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیعوں کی طرف تحریف قرآن کو منسوب کیا جائے جب کہ ان کا مرجع دینی،تحریف قرآن والے کو کافر کہتا ہے۔

د:شیخ ابوجعفر طوسی آپ کا تذکرہ مصادر شیعہ کے ذیل میں گزرچکا ہے آپ اپنے دور میں حدیث اور اجتہاد کے جامع تھے،یعنی اہل حدیث اور اہل اجتہاد دونوں کے مرجع تھے آپ نے اپنی تفسیر کی شاندار کتاب التبیان کے مقدمہ میں عدم تحریف کی صراحت کی ہے آپ نے فرماتے ہیں((قرآن مجید میں زیادتی اور نقص کے بارے میں گفتگو کرنا ہماری اس کتاب تبیان کے شایان نہیں ہے اس لئے کہ زیادتی کے بطلان پر تو امت کا اجماع ہے اب رہا نقصان کا سوال تو ظاہر یہ ہے کہ عام

----

(۱) مجمع البیان ج:۱ص:۱۵

(۲)الفصل فی الملل و النحل:ج:۴ص:۱۸۲

مسلمان اس کے خلاف ہے اور ہمارا مذہب بھی قرآن میں نقصان کا قائل نہیں ہے اس کی تائید جناب سید مرتضی نے بھی فرمائی ہے اور روایات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ شیعہ سنی دونوں فرقوں میں بہت سی روایتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن میں یہ بتایا یا ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتیں کم ہو ئیں یا کسی آیت کا کوئی ٹکڑا دوسری آیت میں جوڑ دیا یا لیکن یہ روایتیں احاد کے طریقہ سے نقل کی گئی ہیں جو نہ علم کا۔

سبب بنتی ہیں اس لئے ان کی طرف توجہ نہ دی جائے اور اپنا قیمتی وقت ان پر ضائع نہیں کیا جائے اس لئے کہ ایسی روایتوں کی تاویل ممکن ہے پھر ہماری وہ روایتیں جن کے ذریعہ قرآن کی قرات پر اور قرآن میں جو کچھ ہے اس کے تمسک پر اور خبروں کے اختلاف کی وجہ سے ان پر جو اعتراض کیا یا ہے اور وہ ان سے تحریف کے خلاف ہیں خود سرکار دو عالم کی یہ متفق علیہ حدیث جس کو کسی نے بھی غلط نہیں کہا ہے۔

(انی تاریک فیکم الثّقلین ما ان تمسکمتم بھما لن تضلّوا بعد کتاب اللہ و اھل بیتی و انّھما لن یّفترقا حتی یرد علی الحوض)

ترجمہ حدیث: میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں جب تک ان دونوں کو پکڑے رہوگے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے یہ دونوں چیزیں اللہ کی کتاب اور میری عترت ہیں یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے ہرگز الگ نہیں ہوں گی، یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کریں گی۔

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن ہر دور میں مکمل طور پر موجود رہا اس لئے کہ نبی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہمیں ایسی چیز کے تمسک کا حکم دیا جائے جس کے تمسک پر ہم قدرت نہیں رکھتے ہوں۔[1]

---

(1) تفسیر تبیان: ج:1ص:3-4

ھ:شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی۵۴۸ھ آپ تفسیر مجمع البیان کے مقدمہ میں لکھتے ہیں اور قرآن میں زیادتی اور کمی کا موضوع تفسیر کے شایان نہیں ہے جہاں تک زیادتی کا سوال ہے تو امت کا اس کے بطلان پر اجماع ہے لیکن کمی کے بارے میں ہمارے علما نے اور اہل سنت کے فرقہ حشویہ نے کچھ روایتیں پیش کی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے قرآن میں تغیر اور نقصان ہوا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ہمارے علما کا مذہب اس کی مخالفت کرتا ہے اسی نظریہ کی تائید سید مرتضی نے فرمائی ہے اور بھر پور دلیلوں کے ساتھ تحریف کو غلط ثابت کیا ہے سید مرتضی مسائل طرابلسات کا جواب دے رہے ہیں اس کے بعد سید مرتضی کی مذکورہ عبارت پیش کی گئی ہے۔(1)

و:علامہ حلی جمال الدین بن حسن بن علی مطہر جن کا تذکرہ مصادر شیعہ میں ہوچکا ہے یہ اپنے دور میں نمایاں شیعوں میں تھے ان سے سید مہنا نے کچھ سوالات کئے ہیں اس میں ایک سوال یہ بھی ہے۔

((کتاب عزیز کے بارے میں ہمارے سردار کا کیا قول ہے۔))

کیا ہمارے علما اس بات کو صحیح سمجھتے ہیں کہ قرآن میں نقص یا زیادتی ہوئی ہے یا یہ کہ اس کی ترتیب بدل دی گئی ہے یا ہمارے اس علما اس میں سے کسی بات کے قائل نہیں؟آپ مجھے فائدہ پہنچائیں خدا آپ کو اپنے فضل سے فائدہ پہنچائے اور آپ کے شایان سلوک آپ کے ساتھ کرے۔

علامہ نے جواب دیا،حق یہ ہے کہ قرآن میں تقدیم ہے اور نہ تاخیر زیادتی ہے نہ کمی میں اس طرح عقائد سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں،اس سے سرکار دو عالم کے معجزہ پر بات آتی ہے جو تواتر کے ذریعہ ثابت ہے۔(2)

ان حضرات کے بعد علما کی ایک کثیر جماعت ہے جو تحریف قرآن کی سختی سے منکر ہے جیسے

---

(1) مجمع البیان ج:1ص:15

(2)اجوبۃ المسائل المہناویہ المسلہ:13ص:121،نجنی تمرین قرآن شریف کے سلسلے میں جو کتاب الحق میں نقل ہوا ہے ص:15

محقق کرکی، صاحب مقاصد، محقق اردبیلی متوفی ۹۹۳ھ شیخ بہائی متوفی ۱۰۳۱ھ فیض کاشانی متوفی ۱۰۹۰ھ مرث ح عالی متوفی ۱۱۰۴ھ، آپ کی کتاب وسائل الشیعہ کا تذکرہ ہوچکا ہے اور جناب کاشف الغطا متوفی ۱۲۲۸ھ، اس کے علاوہ بعد میں آنے والے علما میں ایک بڑی جماعت ہے جن کو ول کلام کی وجہ سے چھوڑا جارہا ہے، پھر ہمارے دور میں بھی بہت سے علما ہیں جن میں شیعہ فرقے کے مرجع اور ہمارے استاد ابوالقاسم الخوئی نے اپنی کتاب البیان فی تفسیر القرآن کے مقدمے میں دعوہ تحریف کو ایک لمبی بحث کر کے توڑ پھوڑ دیا ہے۔

علما کی ایک بڑی جماعت ہے جنہوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور رم تحریف پر مضبوط دلیلیں دی ہیں ان خبروں پر تنقید کی ہے جو وقوع تحریف کی شہادت دیتی ہیں اور ان حدیثوں کی تاویل بھی بیان کی ہے، ظاہر ہے کہ ہم اس مختصر کتاب میں ان کے بیانات کی گنجائش نہیں پاتے، یوں بھی شیعہ قوم کے نمایاں علما کے اقوال اور ان کے اساتذہ کی تصریحات جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں میرے دعوائے رم تحریف کے لئے کافی ہے بلکہ میں یہ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ اہل سنت کے علما نے اس کثرت سے رم تحریف کی صراحت نہیں کی ہے جیسا کہ شیعوں کے یہاں پائی جاتی ہے، سنی علما نے رم تحریف پر استدلال کرنے میں زیادہ زحمت بھی نہیں اٹھائی ہے جب کہ شیعوں نے کافی تحقیق اور تفصیل سے کام لیا ہے سنی علما کا نظریہ تو اس اجماع عملی سے ثابت ہوتا ہے جس میں شیعہ اور سنی مشترک ہیں۔

۴۔ہم شیعوں کے پاس جتنی بھی روایتیں ہیں ان میں سے اکثر اہل سنت کے طریقوں پر مروی ہیں دونوں فرقے کے مصادر کو دیکھے گا وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ جائے گا اور یہ حدیثیں ایسی ہیں بھی نہیں جن سے قرآن شریف کی واقعیت پر بات آئے یا قرآن مجید کو مقام تشکیک میں ڈال دیا جائے جیسا کہ گزشتہ اور آئندہ بیان سے ثابت ہوگا، اس لئے اگر کسی کو اس طرح کی روایت ملتی بھی ہے تو ضروری ہے کہ یا تو اس کی تاویل کر دی جائے یا پھر خاموش ہوجایا جائے اس لئے کہ ایسی روایت بدیہیات سے ٹکراؤ کا سبب ہے، یوں بھی اس طرح کی روایتیں یا روایتیں تحریف کے

نظریہ کی تائید بھی نہیں کرتیں یا اس لئے کہ جمع کرنےوالے نے تحریف پر استدلال کرنے کے لئے جمع بھی نہیں کیا ہے بلکہ اس کا مقصد حدیثوں کو جمع کرنا تھا اس نے تو وہ روایتیں بھی جمع کی ہیں جو تحریف کے خلاف ہیں یا جن کی تاویل لازم ہے جیسا کہ جناب شیخ صدوق کے بیان سے ظاہر ہورہا ہے اس لئے بھی کہ یہ روایتیں بداہت سے ٹکرا رہی ہیں یا بغیر بداہت کے پیش کی جا رہی ہیں۔

ہاں بعض شیعہ اور بعض سنی علما ان حدیثوں کی بنیاد پر تحریف کو صحیح قرار دیتے ہیں بلکہ کچھ لوگوں نے اپنے گزشتہ دلائل میں اشارہ کیا ہے تو ایسے علما نے بنیادی غلطی یہ کی ہے کہ تحریف والی خبروں کو صحیح مانا ہے اور اس پر غور نہیں کیا ہے کہ کوئی بھی اس طرح کی خبریں پڑھ کے بداہت سے انکار نہیں کرسکتا حالانکہ شیعوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں،اتنے کم کہ انہیں مقام مثال میں نہیں لایا جاسکتا ہے ثابت ہوچکا ہے اور شیعوں کے بڑے بڑے علما اور شیوخ جو شیعوں کے لئے نمونہ عمل ہیں عدم تحریف پر ان کی تصریحات پیش کی جاچکی ہیں۔

قائلین تحریف کے ساتھ کیا کیا جائے؟

میرا خیال ہے کہ قائلین تحریف کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ وہ محض خطاکار ہیں اور یہ غلطی بھی ان سے غفلت کی بنیاد پر ہوئی ہے اس لئے وہ بےحرمتی کے مستحق نہیں ہیں اور نہ کافر ہیں خاص طور سے جب وہ اس بات پر تمام مسلمانوں سے متفق ہیں کہ قرآن مجید میں زیادتی یا نقصان نہیں ہوا ہے اس لئے کہ یہ بات یا تو تواتر سے ثابت ہے یا درجہ اجازت تک پہنچی ہوئی ہے اس لئے کہ عدم زیادتی پر تو اجماع ثابت ہوچکا ہے،قائلین تحریف کے ساتھ احترام سے پیش آنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ شیعہ اور ایک سنی فرقہ کے درمیان بسم اللہ..کو لے کے اچھا خاصہ اختلاف ہے سنی یہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ..ہر سورہ کا جز نہیں ہے جب کہ شیعہ اس کی جزئیت کے قائل ہیں ظاہر ہے کہ یہ معمولی اختلاف اس بات کی اجازت تو نہیں دیتا کہ جزئیت کے قائل کو عدم جزئیت کا قائل کافر کہے یا عدم جزئیت کے قائل کو جزئیت کا قائل کافر

کہے تو پھر قائین تحریف کو بھی ہمیں کافر کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ویسے جناب عبداللہ بن مسعود جو قرآن کی قرات کی دنیا میں ایک قدآور شخصیت ہیں آپ خود معوذتین کو قرآن میں شامل نہیں سمجھتے لیکن ہم انہیں صرف اس بنیاد پر کافر نہیں کہہ سکتے،اگر اس قول کی نسبت ان کی طرف صحیح ہو۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کے چھوٹے چھوٹے اختلاف ہمیں سقوط حرمت کا حق نہیں دیتے اور نہ کسی کو کافر کہنے کی اجازت دیتے ہیں زیادہ سے زیادہ ہم یہ کرسکتے ہیں کہ ان کے شبہات کو رفع کر دیں یا ان کی غلطیوں کی نشاندہی کر دیں تاکہ دوسرے لوگ بھی ان کی طرح غلطی نہ کریں اس لئے کہ اسلام اس اللہ کا دین ہے جس نے اپنے بندوں کے لیئے اس دین کو شریعت بناکے نافذ کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم اسلام اور کفر کی حدیں معین کرنے سے پہلے اللہ کے حکم کو دیکھ لیں(دین اس کا،شریعت اس کی،جس کو وہ کافر کہے گا وہ کافر اور جس کو وہ مومن کہے گا وہ مومن)کسی کو حق نہیں پہونچتا کہ محض اپنے نظریہ اور مسلمات کا مخالف ہونے کی وجہ سے کسی کو کافر کہہ دے جب مخالف کا انکار،اصول اسلام اور ان حدود الہیہ کو نہ پہنچتا ہو جو اللہ نےقائم کی ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس طرح کے خیالات سے بچیں اور سختی سے پرہیز کریں۔

عدم تحریف کی تاکید

۵۔ظاہر ہے کہ قرآن مجید اپنی حقانیت خود ثابت کرتا ہے،قرآن کوئی انسان کا انشا کیا ہوا نہیں ہے جیسا کہ خود قرآن کہتا ہے -

(وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللَّهِ)(۱)

ترجمہ آیت:ایسا نہیں ہے کہ یہ قرآن خدا کےسوا کوئی اور اپنی طرف سے جھوٹ بناڈالے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ تواتر سے مستغنی ہے اگر چہ قرآن کے بارے میں تواتر پایا جاتا ہے اور یہی

سورہ یونس آیت:۳۷

وجہ ہے کہ قرآن سرکار دو عالم کا معجزہ ہے جو آپ کی صداقت پر گواہی دیتا ہے،سرکار دو عالمؐ نے انفرادی طور پر قرآن کو اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور کسی کو اس نسبت کا گواہ نہیں بنایا اگر قرآن قرآن خود کو ثابت نہ کرتا ہوتا اور تواتر سے مستغنی نہ ہوتا تو اس کے اندر صلاحیت اعجاز بھی نہیں ہوتی اس کی طرف وہ تمام آیتیں اشارہ کرتی ہیں جو قرآن میں تحدی کے طور پر آئی ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے: قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً[1]

ترجمہ آیت:اے رسول آپ کہہ دیں کہ اگر سارے دنیا و جہاں کے آدمی اور جن اس پر اکھٹے ہوں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو غیر ممکن اس کے برابر نہیں لاسکتے اگرچہ اس کوشش میں ایک کا ایک مددگار بھی بنے۔

اب یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ وہ خبریں جن سے تحریف کا وہم پیدا ہوتا ہے اگر زیادتی کی طرف اشارہ کرتی ہیں یعنی قرآن میں انسان کا کلام بھی شامل ہے اور دو دفتیوں کے بیچ جو کچھ ہے وہ سب کا سب کلام اللہ نہیں ہے یا اس کو بدل دیا گیا ہے تو خود قرآن ان کی مدد کرے گا اس لئے کہ قرآن کا لہجہ اور اس کا اسلوب کہیں پر بھی بدلا نہیں ہے تا کہ یہ تمیز کی جاے کہ یہاں تک کہ قائین تحریف بھی اس کو کلام خدا مانتے ہیں۔

اور اگر تحریف کی خبرون سے وہ روایتیں مراد ہیں کہ جن میں قرآن کو ناقص بتایا گیا ہے یعنی دو دفتیوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ مکمل قرآن نہیں ہے بلکہ اس میں سے کچھ ضائع ہو گیا ہے تو اس کو رد کرنے کے لئے سید مرتضی کی دلیل کافی ہے کہ صاحبان نظر جب غیراللہ کے کلام کو جمع کرنے کے لئے بہت زیادہ احتیاط اور دقت نظر سے کام لیتے ہیں تو پھر اللہ کے کلام کو جمع کرنے میں اتنی بے

----

(۱)سورہ اسراءآیت:۸۸

احتیاطی سے کر سکتے ہیں کہ اس میں کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے اور انہیں کبر تک نہ ہو،ایک مضبوط دلیل اور بھی ہے وہ یہ کہ اب تک کسی نے بھی کوئی ایسا جملہ نہیں پیش کیا جس میں آیات قرآن جیسی صلاحیت ہو اور اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ قرآن تھا جواب تک قرآن میں شامل نہیں ہوا تھا۔

صدر اول کے مسلمان اپنے کلام میں مقام احتجاج میں قرآن مجید کی آیتیں پیش کرتے تے اس وقت کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ قرآن نہیں ہے،ظاہر ہے کہ قرآن کے باہر کے جملوں سے شہادت اور دلیل دینا اور مصحف کے اندر جملوں سے استدلال کرنا دونوں میں فرق ہے۔

مثلاً معصومہ کونینؑ نے دو خطبے ارشاد فرمائے دونوں ہی خطبوں میں استدلال کے لئے قرآنی آیات کا سہارا لیا،لیکن آپ نے جو آیتیں استعمال کی ہیں وہ مصحف شریف میں موجود ہیں حالانکہ مصحف شریف نسلاً بعد نسل ہم تک پہنچاہے لیکن حوا اسی مصحف کی آیتوں کا ہے جب کا معصومہ کا قرآن اس وقت کی بات ہے نبیؐ کی وفات کو زیادہ زمانہ نہیں زرا تھا اور قرآن کے ضائع ہونے یا پوشیدہ رہنے کا کوئی بھی سبب نہیں تھا۔

اب رہ گئیں وہ روایتیں جو کلمات اور عبارت اک طرف قرآن کے تحریف ہونے کا اشارہ کرتی ہیں تو ایسی روایتوں پہ توجہ نہیں دینی چاہئیے اس لئے کہ اصلی بات یہ ہے کہ وہ عبارتیں قرآنی نہیں ہیں ان کا اسلوب لب و لہجہ اور ضعف بیان اس بات کا شاہد ہے کہ وہ قرآن نہیں ہیں اور عدم تحریف پہ یہ کافی دلیل ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے اپنے مخصوص لب و لہجہ سے قرآن کو کامل بنادیا ہے اور ایک معجزاتی کتاب کی حیثیت دے کے حجت تمام کی ہے۔

اس لئے یہ بات طے ہے کہ اگر تاویل ممکن نہ ہو تو ایسی روایتوں کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ اس طرح کی کمزور روایتیں قرآن مجید کی اصلیت اور اس کے تواتر اور اعجاز کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان روایتوں کو جھوٹا مانتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی روایتوں کو اللہ کی طرف پلٹا دینا چاہئیے کہ خدا جانتا ہے اور ان روایتوں کا قائل جانتا ہے۔

اس لئے کہ یہ وہ اشکالی روایتیں ہیں جن کے بارے میں ہمارے اماموں نے وقوف کی ہدایت

کی ہے اور اس کے اہل کی طرف اس کے علم کو پلٹانے کی ہدایت کی ہے اس لئے کہ کبھی کبھی ماحول سے متاثر ہو کے بھی انسان ایسی باتیں کہہ دیتا ہے کو وہ کہنا نہیں چاہتا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بات کی جھوٹی نسبت بھی کسی کی طرف دیدی جاتی ہے اور اس کا علم صرف خدا کو ہوتا ہے۔

تحریف قرآن کا موضوع ایک خطرناک موضوع

۶۔ہم جس طرح خطرناک دور سے گزر رہے ہیں اس میں مسلمانوں کے لئے بہتر ہے کہ بجائے اس کے کہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیں اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں یا انہیں بدنام کریں،ہمیں چاہئے کہ ہم سب مل کر مندرجہ ذیل باتوں کی طرف زیادہ توجہ دیں۔

۱۔دینی حقائق کی تحقیق کامل موضوعیت کے ساتھ تعصب اور جذبات سے دور رہ کر کریں اور اس تحقیق میں ہمارا ہدف یہ ہو کہ ہم خدا کے نزدیک جواب دہی کے ذمہ دار ہیں اور دنیا میں اس کے خذلان اور آخرت میں اس کے عذاب سے محفوظ رہیں۔

۲۔جن عقائد میں ہم مشترک ہیں اس میں اسلام کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو کر اتحاد کا ثبوت دیں اور کلمہ اسلام کو بلند کرنے کے لئے اور مشترک ہدف کی خدمت کرنے کے لئے متحد ہوجائیں۔

اس دور میں میری ان لوگوں سے پر زور گزارش ہے جو شیعوں پر تہمت رکھتے ہیں اور بدنام کرتے رہتے ہیں کہ خدا کے لئے مہربانی صرف وہ تہمتیں رکھئے جو صرف شیعہ فرقہ کے لئے نقصان دہ ہوں اور اس طرح کی تہمتیں ہرگز مت رکھئے جو اسلام کو نقصان پہنچانےوالی ہوں اور جن کا لگاؤ اسلام کے مقدسات و رموز سے ہو مثلاً یہ الزام رکھنا کہ شیعہ غلو کرتے ہیں یہ ایک ستمگرانہ اور ظالمانہ الزام تو ہے لیکن اس کا نقصان صرف شیعوں کو پہنچتا ہے اب یہ شیعوں کی ذمہ داری ہے کہ یا تو وہ اس کی مدافعت کریں گے اور اس الزام کے نتیجوں سے خود کو نجات دینے کی کوشش کریں گے یا پھر اس کا جواب دینے سے عاجز ہوں گے،چاہے ان کا یہ ضعف صرف الزام دینےوالا ہی محسوس کرے،بہرحال الزام تراشی

کرنے والے کا مقصد تو حل ہوجائے گا اور اس کے غصہ کی آگ کو تشفی مل جائے گی۔

لیکن شیعوں پر یہ الزام کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں صرف شیعوں تک نہیں بلکہ قرآن مجید کے لئے بھی خطرناک ہے جو قرآن اسلام کا دائمی معجزہ ہے وہی قرآن پر عام مسلمانوں کا اجماع نہیں ہے اور وضاحت و ظہور میں اتنا کمزور ہے کہ ہر مسلمان اس کو کلام خدا نہیں مانتا بلکہ مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ اس کا اقرار نہیں کرتا اور اس میں تحریف کو مانتا ہے پھر یہ قرآن دوسری آسمانی کتابوں سے ممتاز کیوں کر ہوا جب کہ دوسری کتابوں کی طرح قرآن میں بھی تحریف ہوئی ہے،سوچئے کہ یہ بات کہاں تک پہنچی!آپ شیعہ دشمنی نے قرآن اور اسلام کے دشمنوں کو جو قرآن اور اسلام پر کسی مصیبت کے آنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں انہیں کتنا بڑا ہتھیار دے دیا۔

جو لوگ اس طرح کے الزام شیعوں پر رکھتے ہیں اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے شیعوں کی شان گھٹ جائے گی اور شیعوں کو اسلام سے نکالا جائے گا تو ان کا خیال ہے اس لئے کہ شیعہ فرقہ تمام اسلامی فرقوں کے اندر بلکہ خود اسلام کے اندر اتنی اہمیت رکھتا ہے اور اس کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ اس فرقہ کو ہٹ دھرمی اور غلط الزام تراشی کے ذریعہ نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا ہے،شیعوں کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہے اگر شیعہ اتنے مضبوط اور پائدار وجود کے حامل نہ ہوتے تو تمام مسلمان مل کے شیعوں پر یہ اعلامس حملے ہرگز نہیں کرتے اور شیعوں سے لوگوں کے دل میں وہ بغض اور عداوت ہرگز نہیں ہوتی جس کو ہم شیعہ آج جھیل رہے ہیں۔

یہ خدائی معجزہ ہے کہ بنی امیہ و بنی عباس کے دور سے شیعہ ظلم سہتے چلے آرہے ہیں(مترجم)گر دشمنان اسلام کے لئے قرآن مجید اور اسلام عظیم کے اوپر اس طرح کے الزامات یقیناً ایک خوش خبری ہوں گی انہیں دیر سویر تو معلوم ہو ہی جائے گا کہ یہ مسلمان خود قرآن مجید کی واقعیت پر متفق نہیں ہیں تو شیعہ کے خلاف یہ کوشش در حقیقت اسلام اور قرآن کو کمزور کردے گی،آپ یقین کریں اس طرح کے الزامات شیعوں کے خلاف نہیں بلکہ براہ راست اسلام اور قرآن کو نقصان پہنچاتے ہیں اب تو یہ ہوگا کہ اگر شیعہ تحریف قرآن کے الزام سے خود کو الگ ثابت کرنے کے لئے اور جھوٹ کو

جھوٹ ثابت کرنے کے لئے دلیلیں بھی دیں گے تو شیعہ سنی کا جو مشترک دشمن ہے وہ ان کی بات نہیں سنے گا اور اس ازام کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرے گا،بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا اس جھوٹ کو مضبوط کرنے کی کوشش کرے گا،اب اگر شیعوں نے ازام کے جواب میں ازام رکھا اور جواباً کہہ دیا کہ سنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں تو ظاہر ہے وہ سنی کتابوں سے دلیلیں دیں گے یہ اور برا ہوگا،اس لئے کہ دشمن کہے گا کہ تحریف قرآن کے اوپر تو سنی اور شیعوں کا اجماع ہوچکا ہے اس لئے کہ اس کی نسبت قرآن کی کرامت اور اسلام کی عزمت کو نقصان پہنچانا ہے اور پس وہ جان بوجھ کے اس اجماع عمل سے تجاہل برتے گا جو ابھی پچھلے صفحات پہلے بیان کیا جاچکا ہے،بلکہ وہ اسلامی علما کی تصریحات اور تحریف قرآن کے خلاف جو شواہد پیش کئے گئے ہیں ان کی طرف بھی جان بوجھ کے توجہ نہیں دے گا اور مسلمانوں کے اختلاف کو مشہور کر کے اپنا ندا مقدر حاصل کرے گا،اب وہ وقت نہیں رہا کہ مسلمانوں کے فرقے آپس میں ایک دوسرے پر اندر ہی اندر ازام تراشی کریں اور اس کی خبر دشمنوں کو نہ ہو،آج تو میڈیا نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی خبر دشمنوں کو فوراً ہوجاتی ہے،جس طرح مسلمانوں کو آپسی اختلاف کی خبر رہتی ہے تو جب دشمن باخبر ہوجائے گا تو اس کے لئے اسلام کو کمزور کرنا اور اس کو بدنام کرنا بہت آسان ہوجائے گا۔

جن حضرات نے اپنے قلم کے نیزے شیعوں کو نشانہ بنانے کے لئے اٹھا رکھے ہیں اور شیعوں کے حساس پہلوؤں پر چوٹیں کر رہے ہیں انہیں سمجھنا چاہئیے کہ اپنی اس حرکت سے وہ اسلام اور مقدسات اسلامی کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں۔میں تو عرض کرتا ہوں کہ تمام ملت اسلامیہ کو ایسے لوگوں کے خلاف متحد ہوجانا چاہئیے تا کہ ان کے دین اور مقدسات دین کو نقصان نہ پہنچانےوالوں سے سوال کیا جائے کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں اور بہتر طریقہ سے انہیں روک دیا جائے۔

تقریباً سات سال پہلے میرے سامنے ایک بہت خطرناک مسئلہ آیا تھا کچھ شیعہ نوجوان تحریف قرآن کے ازام سے تنگ آکے جوش میں آگئے تھے اور انہوں نے اہل سنت کے پاس تحریف قرآن کی جو روایتیں ہیں انہیں جواب میں پیش کرنے کی ٹھان لی تا کہ جواب بالمثل دیا جائے بلکہ انہوں

نے سنی حدیثوں سے اس جیب و غریب اور ناقابل گفتگو موضوع پ اچھا خاصہ مواد بھی ا ھا کر لیا تھا،لیکن جب مجے م لوم ہ-وا ت-و میں نے ان کے جوش کو ھنڈا کیا اور انہیں سمجھایا کہ ہماری اس حرکت سے تنی مش یں سامنے آئیں گی،ہم نے انہیں سمجھایا کہ ج-و پھ آپ جانتے ہیں اسے وسیع پیمانے پ مشہور نہ کریں اور انفرادی ور پ صرف معترضین کو ان کی غلطی پ- متوجہ کر- دیں ب-ڑے پیمانے پ اس آپسی ازام ت اشی اور ن و تشنیع کے طریقے سے بچیں تا کہ اس حساس مسئلہ میں ان کے کسی طریقہ سے قرآن مجی-د کو شعوری یا لاشعوری ور پ کوئی نقصان نہ پہنچ ے،ہم نے انہیں سمجھایا کہ شیعوں پ زیادتی اور حملے سے زیادہ بری بات ق-رآن مجی-د کی رفعت اور اس کی عظمت پ حملہ ہے،بات ان لوگوں کے سمجھ میں آگئی اور خدا ہی کر وہات کے معاملے میں بھ-ی حم-د کا مس-تحق ہے-(انا للہ و انا الیہ راجعون و العاقبة للمتقین)[1]

ہم تو بس خدا کے ہیں او اسی کی طرف واپس جانے واے ہیں اور عاقب تو صاحبان تقوی کا حق ہے۔

سورہ قص : آیت 83

سوال نمبر۔۴

نیوں کے امام مہدی جن کا انتظار کیا جارہا ہے دوسرے ہیں اور شیعوں کے دوسرے کیا دونوں رائے ایک ساتھ صحیح ہوسکتی ہے؟ صحیح رائے س کی ہے نیوں کی یا شیعوں کی؟

جواب:اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل امور آپ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں

ا۔امام مہدیؑ وہی صاحب ہیں جن کی سرکار دو عالمؐ اور آئمہ ہدیٰؑ نے بر دی ہے اور وہ تمام مسلمانوں کےنزدیک ایک ہی ہیں لیکن اختلاف کا موضوع دو باتیں ہیں۔

الف:حضرت کا ب،شیعوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام مہدی ابوعبداللہ الحسینؑ کی اولاد میں سے ہیں آپ امام حسینؑ کی ذریت کے نویں اور شیعوں کے بارویں امام ہیں علما اہل سنت کی ایک جماعت بھی شیعوں کہ اس عقیدے سے متفق ہے اس عقیدے کی گواہ وہ بہت سی حدیثیں ہیں جو نبیؐ اور آپ کے آل اطہارؑ سے مروی ہیں یا کسی دوسری بات پات کی دلیل میں ضمیمہ کر کے پیش کی گئی ہیں۔

ب:دوسرا اختلاف آپ کی ولادت کے سلسلے میں ہے،یعنی یہ کہ آپ پیدا ہوچکے ہیں اور فعلاً

موجود ہیں یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں،بلکہ اپنے قیام کے چھ دن پہلے پیدا ہوں گے امامیہ فرقہ کا اجماع قول اول پر ہے یعنی آپ پیدا ہوچکے ہیں،ان کا عقیدہ ہے کہ آپ بہ حکم خدا غائب ہیں اور ظہور کے لئے خدا کی اجازت کا انتظار کر رہے ہیں۔اہل سنت کی ایک جماعت بھی شیعوں کے اس قول سے متفق ہے لیکن علما اہل سنت کی ایک بڑی جماعت دوسرے قول کی قائل ہے یعنی آپ پیدا نہیں ہوئے ہیں بلکہ ظہور سے قبل پیدا ہوں گے۔

شیعہ فرقہ اور وہ حضرات جو شیعوں سے معاملے میں متفق ہیں وہ آپ کی ولادت پر حدیثوں کے ذریعہ دلیلیں دیتے ہیں لیکن دوسرے فریق کے پاس ظاہر ہے کہ ایسی خبریں نہیں ہیں جو آپ کی ولادت کی نفی کر سکیں۔

بلکہ ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ دلیلوں پر غور نہیں کرتے یا ان حدیثوں پر بھروسہ نہیں کرتے اور چونکہ ان کے نزدیک امام کی ولادت ثابت نہیں ہوسکی۔

اور آپ کی لمبی حیات کو وہ بعید از قیاس سمجھتے ہیں اس لئے انھوں نے گھبرا کے فیصلہ کر دیا کہ ابھی آپ پیدا نہیں ہوئے ہیں اور پھر چونکہ آپ کے متعلق وافر مقدار میں خبریں ہیں اس لئے انھوں نے مجبوری میں یہ فیصلہ کیا کہ آپ ظہور کے چھ پہلے پیدا ہوں گے۔

۲۔اب رہ گیا آپ کا یہ سوال کہ کیا سنی عقیدے والے مہدی اور شیعہ عقیدے والے مہدی ایک ہوسکتے ہیں تو عرض ہے کہ ایک ہونے کی کوئی گنجائش نہیں،اس لئے کہ امام مہدی ایک واحد شخص کا نام ہے جس کے بارے میں نبی نے ﷺ پیشین گوئی فرمائی ہے اور ظاہر ہے کہ شخص واحد کا دو مختلف حالتوں میں پایا جانا محال ہے دونوں میں سے کوئی ایک ہی قول صحیح ہوسکتا ہے۔یعنی یا تو یہ مان لیا جائے کہ پیدا ہونے اس لئے کہ معاملہ انہیں دو باتوں کے درمیان محصوت ہے اور جب دونوں باتوں میں سے ایک بات ثابت ہوجائے گی تو دوسری خودبخود باطل ہوجائے گی۔

۳۔اگر آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ کون سے رائے صحیح ہے تو فطری ور پر میں یہی کہوں گا کہ میرے مذہب کی رائے صحیح ہے اس کی وجہ وہ ٹھوس دلیلیں ہیں جو میری بات کی حمایت میں مجھ حاصل

ہیں ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک میری رائے کی خاص اہمیت نہیں ہوگی کہ آپ میری دلیلوں کی اہمیت سے ناواقف ہیں۔

چونکہ امام غائب اثنا عشری شیعوں کے خاتم الائمہ ہیں اس عقیدہ سے امامت کی تکمیل ہوتی ہے اور امامت و خلافت کو ثابت کرنے میں بھی حدیثیں اہل سنت کے دعوائے خلافت و امامت کے خلاف بھی استعمال ہوتی ہیں۔

لیکن اس سلسلے میں کافی لمبی گفتگو کی ضرورت ہے جس کو میں اس مختصر سی بحث میں چھیڑنا نہیں چاہتا جو حقیقت کا طالب ہے اس کو چاہئیے کہ خود تلاش کرے۔

دونوں فرقوں(شیعہ اور سنی)کے علاوہ درمیان نظام حکومت کی تعریف

ایک بات عرض کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ اور سنی دونوں فرقوں کے درمیان جب امامت پر گفتگو ہو تو کسی شخص کا تقابل کرنے کےبجائے نظام حکومت کو سمجھ لیا جائے یعنی اس بات پر بحث نہ ہو کہ علیؑ مستحق خلافت تھے یا ابوبکر یا یہ کہ اہل بیت کو یا پھر قریش اور مہاجرین صحابہ میں تقابل کر دیا جائے اس طرح تو بحث مردود ہو کے شخصی ہوجائے گی اس لئے کہ اسلام دین خاتم ہے اور جب تک یہ زمین باقی رہےگی اس وقت تک یہ دین بھی باقی رہےگا اور یہ بھی طے ہے کہ اسلام ہی تا قیامت اس دنیا کے لئے ایک حکومت کا نظارہ رکھتا ہے تو پھر نظام حکومت کے نفاذ کے لئے اور اسلامی حکومت کی تشریع کے لئے ایک ایسا نظام چاہئیے جس کے اندر زمین میں استمرار کی صلاحیت ہو اگر اس نظام امامت و حکومت کو ہم کسی ایک شخص یا چند افراد سے مخصوص کر دیں گے تو ظاہر ہے کہ جب وہ افراد دنیا میں رہیں گے تو نظام چلےگا اور اس کے بعد اسلام تو موجود رہےگا لیکن نظام اسلام کو نافذ کرنےوالا کوئی نہ ہوگا۔

اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ دونوں کے نظام حکومت و امامت میں مقارنت ہونی چاہئیے تو پھر یہ

ضروری ہے کہ دونوں کے پاس ایک ایسا نظام صالح ہونا چاہئیے جس کے ذریعہ اسلامی حکومت کے قوانین کا نفاذ اور اس کی تشریح ہوے اور اس کے اندر اتنا امتداد ہو کہ جب تک اس زمین کے سینے پر ایک بھی انسان ہے اس کے لئے تشریع اور تنظیم کے لئے کوئی ہو جو نظام حکومت اسلامی کے معیار پر پورا اترتا ہو اور جب ہم نظام حکومت کو معین کریں گے اور اس کی حقانیت پر شرعی دلیلیں قائم کریں گے تو پھر اس کے معیار پر حاکم بھی مل جائے گا اس لئے کہ اب ہم حاکم کی تلاش،شرعی اساس پر کریں گے اور جو ہماری نظام حکومت کی تعریف کی حدوں میں آئے گا وہی حاکم ہوگا باقی جو ان حدوں کے اندر نہیں آتا ہے خودبخود نکل جائے گا،حق کو پہچان لو اہل حق کو پہچان جاؤگے[1]البتہ اگر ہم شرعی نظام حکومت معین نہیں کریں گے اور پھر بھی حاکم شرعی بات کرنا چاہیں گے تو یہ گفتگو بےمعنی ہوگی اور یہ سوچنا ہی بے معنی ہے کہ کس کی حکومت شرعی تھی یا غیر شرعی اس لئے کہ ابھی تو ہم نے حکومت شرعیہ کو معین ہی نہیں کیا ہے۔اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ شیعوں کے نزدیک اسلامی نظام حکومت کا مطلب یہ ہے کہ امام کا تعین اللہ کی طرف سے ہو اس میں کسی سے مشورہ لینے،بیعت لینے یا اقرار لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

خداوند عالم کے لئے یہ ضروری ہے کہ امام کا تعین کرے اور اس کو مشخص کردے اس کے لئے ایسی دلیل دے کہ جو واضح ہو،تعین اللہ کی طرف سے یا تو نبی کے ذریعہ ہوتا ہے یا پھر اس امام کے ذریعہ ہوتا ہے جو نبی کی طرف سے معین کیا گیا ہو،اس لئے کہ نبی کا تعین کردہ امام نبی کے اشارہ پر ہی امام کو مشخص کرے گا اور نبی خدا کے اشارے پر۔

اس بنا پر عرض ہے کہ:

شیعوں کے نزدیک وہ امام جنہیں اللہ نے نبی کے بعد امامت کی ذمہ داری دی ہے اور جن کے ذریعہ اپنی تبلیغ کمل کرتا ہے وہ بارہ امامؑ ہیں اور وہ سب کے سب نبیؐ کے اہل بیت میں سے ہیں

----

(۱)تفسیر قرطبی،ج:اص:۳۴۰،آیت(ولاتلبسوا الحق بالباطل)کی تفسیر میں،فیض القدیر شرح جامع الصغیر،ج:اص:۲۸،۲۷۲،حدیث،۲۸۸،کی شرح میں،اسی طرح،ج:۴،ص:۲۳،۲۴۰۹حدیث کی شرح میں،احیاء العلوم،ج:اص:۱۲۶،الاعلام الشامخ فی آداب المتعلم والمعلم فی الجمل السابقہ

ان میں سب سے پہلے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ اسلام پھر ح ن سبط ازکی علیہ السلام،پھر حسین سبط شہید علیہ السلام پھر نو امام سبط ا نر امام حسینؑ کی ذریت میں ہیں،جن کے نویں،امام ابن الحسن العسکری،الغائبہ الہدی،المنتظر ہیں بارہ حضرات ہیں جو خلافت و کومت شرعی کے مالک ہیں،ان کے علاوہ کوئی کتنا ہی بڑا آدمی ہو امام نہیں ہوسکتا شیعوں کے پاس اپنے اس عقیدے کے لئے بھرپور دلیلیں ہیں جن پر وہ بھروسہ کرتے ہیں اور جن کے ذریعہ وہ حجت قائم کر کے اپنے مخالف کو تسلی بخش جواب دیتے ہیں۔

لیکن افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اہل سنت کے پاس نظام کومت کا ایسا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ ان حضرات نے اب تک امت کو اندھرے میں رکھا ہے میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ میں ان کے نظام کومت و شریعت کی تعریف کر سکوں اس لیے کہ وہ شیعوں کے عقیدے سے بالکل الگ عقیدہ رکھتے ہیں اگر کوئی آدمی ان کے خلفاء کے واقعات کو دیکھے اور ان خلفاء کی خلافت کو شرعی حیثیت دینے کے لئے ان حضرات نے جو مفروضات قائم کئے ہیں ان پر غور کرے تو اس کی نظر میں بات خودبخود واضح ہوجائے گی یہ الگ بات ہے کہ اہل سنت کی یہ کوشش رہی ہے کہ خلافت کا اختیار امت کو ہے،چاہے جس کو خلیفہ بنائے،حالانکہ اگر یہ بات مان لی جائے تو پھر نظام کمل نہیں ہوگا اس لئے کہ جب ہم اس کی تحرید کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔امامت و خلافت کا انتظام کرنے کا حق کس کو ہے؟اس کا نصب اس کا سن اس کی دینی اور سماجی حیثیت کیا ہونی چاہئے؟

۲۔خلافت کے لئے منتخب شخص کی اہلیت کب ساقط ہوجائے گی اور وہ کون سے اسباب ہیں جو اس کو معزول کر دیں گے؟

مثلاً فیصلے میں ظلم یا مطلق فسق،خرافات و مرض،عجز مطلق اور ضعف و غیرہ ان تمام باتوں کو بہت توجہ کے ساتھ واضح کرنا ضروری ہے تاکہ اختلافات کی کوئی صورت نہ پیدا ہو اس سلسلے میں عثمان کے معاملے میں جو کچھ ہوا اس سے امن بچانا بھی ضروری ہے،اس وقت عثمان کے مخالفین اس بات کا

مطالبہ کر رہے تے کہ ثمان کو خلافت سے م زول کر دیا جائے اس لئے کہ وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتے اور ثمان کہ رہے تے کہ اللہ نے جو لباس پہنایا ہے،اس کو وہ نہیں اتاریں گے،اس طرح کے واقعات کومت اموی اور عباسی میں بھی سامنے آئے۔

۳۔ لیزہ منتخب کرنے کا اختیار کا حق س کو ہے؟اس کی خاندانی،دینی اور سماجی حیثیت کیا ہونی چاہئے؟ س عمر میں اس کو یہ حق حاصل ہوتا ہے؟مردوں ہی کو یہ حق حاصل ہے یا عورتیں بھی حقدار ہیں و یرہ۔

۴۔ان امور کی نگرانی اور جانچ سے ہوگی؟یعنی سے پتہ چلے گا کہ س کے اندر خلافت کی صلاحیت ہے؟اور س کے اندر انتخاب و اختیار ہے؟منتخب شخص کے اندر کب تک وہ صلاحیتیں موجود ہیں اور کب تم ہوجاتی ہیں س طریقہ پہ ہم ان امور کو ثابت کر سکیں گے۔

۵۔امام اور لیزہ کی صلاحیت کیا ہونی چاہئیے اس لئے کہ جب اہل سنت کا شیعوں سے اختلاف ہوا تو انہوں نے کہ دیا کہ لیزہ کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے اجتہاد پہ عمل کر سکتا ہے،اپنے اجتہاد میں وہ خدا اور رسول کا پابند نہیں ہے،اس لئے لیزہ کی صلاحیت کی حدیں کیا ہیں؟طے ہوجانا چاہئے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہل سنت کے فاء کے کردار میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

جیسے اہل سنت اس بات کے قاء ہوگئے کہ نبی نے کسی کو لیزہ نہیں بنایا تھا اور لیزہ کے اختیار کا حق امت کو دے دیا تھا پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ابوبکر ،عمر کو لیزہ بناتے ہیں پھر عمر لیزہ بنانے کا ایک الگ طریقہ اختیار کرتے ہیں،ان کے خیال میں خلافت کی صلاحیت چند افراد میں تھی اور لیزہ بنانے کا اختیار بھی چند افراد کو تھا،پھر امیرالمومنینؑ کی بیعت ثمان کے بعد اجتماعی حیثیت سے کی جاتی ہے اور مہاجرین و انصار کے نمایاں افراد امیرالمومنینؑ کی بیعت کرتے ہیں اور عام مسلمان آپ کی خلافت کو قبول کرتے ہیں جب کہ ثمان کے دور میں ایسا نہیں تھا۔پھر امام نؑ کی بیعت ہوتی ہے لیکن آپ کی خلافت پہ امیرالمومنینؑ نص فرماتے ہیں یا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عوام نے امام ن کو لیزہ مانا،

واقعہ تحکیم میں معاویہ اپنے آپ کو خلیفہ شرعی ہونے کا اعلان کر دیتے ہیں(یعنی انتخاب خلیفہ کا کوئی اصول نہیں ہے جس کو جیسے موقع ملا وہ خلیفہ بناتا چلا گیا،اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ)مترجم

اس کے بعد اکثر خلفاء کی نص پر مستحق قرار پائے پھر معیار خلافت قوت کو مان لیا گیا اور اب خلیفہ نے ایک سے زیادہ اور دوسری اسلامی حکومتوں میں بھی یہی سلسلہ اپنایا گیا جیسے کبھی کسی کو خلافت سے الگ کر دیا گیا کبھی ولی عہد بنایا گیا، کبھی طاقت کے ذریعہ خلافت حاصل کی گئی اور کبھی دوسرے ذریعوں سے جس کی تفصیل مورخین نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہے۔

بلکہ اکثر بات اس سے بھی آگے بڑھ گئی ہے خلیفہ صرف اپنے بعد والے پر نص ہی نہیں کرتا بلکہ اپنے دور خلافت میں کچھ لوگوں کو خلافت کا حصہ دار بنانا چاہتا ہے،چنانچہ ابوبکر نے امیرالمومنین علیہ السلام کی قوت کو کمزور کرنے کے لئے عباس بن عبدالمطلب کو اپنے ساتھ لانا چاہا اور انہیں خلافت میں ایک حصہ دینے کی پیش کش کی یہ الگ بات ہے کہ جناب عباس بن عبدالمطلب نے ابوبکر کی یہ پیش کش ایک تاریخی جملہ کہہ کے ٹھکرا دی عباس بن عبدالمطلب نے فرمایا کہ تم ہمیں جو خلافت کا حصہ دار بنانا چاہتے ہو تو اگر خلافت تمہارا حق ہے تو ہم کیوں لیں؟اپنے حق کو اپنے پاس رکھو اور اگر مومنین کا حق ہے تو تمہیں اس میں حکم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر ہمارا حق دے رہے ہو تو سب دو ورنہ ہم کچھ حصہ لے کے راضی نہیں ہوں گے۔(۱)تو جناب والا اہل سنت کے نظریہ خلافت کے متعلق یہ ساری باتیں ہیں اور اب رہ گئے بقیہ دینی امور اور ان کی شرعی حیثیتیں تو خلفا نے اس میں بھی مداخلت کی ہے۔جیسا کہ ابھی ہم

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۲۲۱ الامامۃ و السیاسۃ ج:۱ص:۱۸،علیؑ کی بیعت کس طرح ہوئی تھی،تاریخ یعقوبی ج:۲ص:۱۲۵۔۱۲۶،سقیفہ بنی ساعدہ کی روایت اور بیعت ابی بکر کے باب میں۔

آپ کے ساتویں سوال کے جواب میں عرض کریں گے کہ عمر اور ابوبکر کے دور خلافت میں سنت نبوی کو معطل کردیا گیا اور حدیث نبی بیان کرنے کا حق بھی مسلمانوں سے سلب کرلیا یا صرف چند حدیثیں(جو بظاہر ان کے مفاد میں تھیں،مترجم)بیان کرنے کی اجازت دی گئی یہی حال معاویہ کے دور میں خلافت میں رہا،وہ مسلمانوں سے کہا کرتا تھا کہ اے لوگو!پیغمبرؐ کی حدیثیں کم سے کم بیان کرو اگر تم حدیث بیان کرنا ہی چاہتے ہو تو صرف وہ حدیثیں بیان کرو جو عمر کے دور میں رائج تھیں[1]عمر نے مسلمانوں پر ہمیشہ ہمیشہ دینی امور میں اپنی رائے مسلط کی،جیسے متعۃ الحج اور متعۃ النساء کو حرام قرار دینا(اسلام پر ایسا بھی وقت پڑا ہے،مترجم)کہ لوگ فقہ،عقائد اور حدیث کی توجیہ کے وقت اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ حکام وقت ان کی طرف متوجہ ہوں،بلکہ حکام اپنے مطلب کی توجیہ کرنے کے لئے علما کی پرورش کرتے تھے جیسے منصور عباسی نے امام مالک بن انس سے کہا کہ فقہ کی ایسی کتاب لکھیں جو لوگوں پر تحمیل کردی جائے اور مامون نے ارادہ کیا تھا کہ متعہ کو حلال کردے لیکن لوگوں کے ڈر سے خاموش رہا،مامون نے قرآن کے مخلوق ہونے کا نظریہ اور اللہ کی قیامت کے دن نفی رویت ہونے کے نظریہ کی مسلمانوں پر تحمیل کی۔

مامون،معتزلہ کے مذہب کی ترویج کرتا رہا،یہاں تک کہ متوکل نے آکے اس کو بدل ڈالا اور رویت کی حدیثوں کو عام کرنے کا حکم دیا۔پھر قرآن کے رمز قدامت کا نظریہ بھی رائج کیا اور معتزلہ کے مذہب کے خلاف نظریوں کی حوصلہ افزائی کی۔

سن۴۰۸ھ میں قادر نے حنفی معتزل اور شیعوں سے توبہ کرنے کو کہا،ان کے علاوہ بھی جو لوگ اس کے نظریوں کے مخالف تھے سب سے توبہ کرنے کو کہا اور مناظرہ کرنے کو منع کردیا،پھر بات یہاں تک پہنچی کہ صرف مذاہب اربعہ کے نظریات کے مطابق فیصلہ ہونے ،اس کی سختی سے پابندی

---

(۱)کنزالعمال ج:۱۰ص:۲۹۱،حدیث۲۹۴۷۳،اور اسی طرح معجم الکبیرج:۱۹ص:۳۷۰،جس میں عبداللہ بن عامر الحصی التاری نے معاویہ سے روایت کی ہے

کی گئی اور آج تک اہل سنت میں مذاہب اربعہ ہی قابل اعتبار ہیں آخر میں عثمانیوں نے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو شاہی مذہب قرار دیا۔اس کے علاوہ بھی خلفا کے دور میں بہت ہرج مرج ہوتا رہا جن کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں لیکن اس تناقض دینی کا نتیجہ عوام کو بھگتنا پڑا حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ حکومت بدلنے سے دین نہیں بدلا کرتا یہ ساری خرابیاں صرف اس لئے پیدا ہوئیں کہ خلیفہ کی صلاحیت کے بارے میں اہل سنت کے پاس کوئی ٹھوس نظریہ نہ پہلے تھا،نہ اب ہے اور ظاہر ہے کہ آج بھی خلافت کسی جب تک حدیں معین نہ کی جائیں مکمل نہیں مانا جاتا اور خلافت کی تحدید نہیں ہوسکتی یہ بات طے شدہ ہے چونکہ میں اہل سنت کے مذہب کے بارے میں بہت کم جان سکاہوں اس لئے میں اہل سنت کو اس بات کا ذمہ دار بناتا ہوں کہ وہ اپنے مذہب کی تشریح اور تعارف کرادیں۔

جب اہل سنت حضرات خلیفہ اور نظام خلافت کی واضح تعریف کردیں گے اور اس تعریف کو شرعی دلائل سے مضبوط کریں گے اس حیثیت سے کہ وہ تعریف ان کے لئے معیار بن جائے اور اس کی شرعیت،امامت اور خلافت کے دعوے میں ثابت ہوجائے تو پھر ممکن کہ ہم شیعہ سنی دونوں کے نظام حکومت کو سامنے رکھ کے اشتراک کے راستے تلاش کریں اور دونوں کی دلیلوں کو ان دلیلوں کے لحاظ سے موازنہ کرکے اور اسنی اور شیعوں کی دلیلوں کے درمیان جہاں ترجیح کا پہلو نکلتا ہے اس پر غور کرکے دونوں کی دلیلوں میں جو قوی تر دلیل ہو جو قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش کی جاسکتی ہے،اسے اختیار کریں۔

ارشاد ہوتا ہے:(يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ)(1)

ترجمہ:اس دن کو یاد کرو جس دن ہر شخص اپنی ذات کے بارے میں جھگڑنے کے لئے موجود ہوگا اور ہر شخص کو جو کچھ بھی اس نے کیا تھا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

لیکن اگر نظام خلافت کی مذکورہ جہات سے شرعی تعریف ہی نہیں ہوے تو پھر ایسا نظام اس

----

(1)سورہ نحل آیت:111

کام کا اس کے اندر یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ شیعہ نظریہ کے مقابلے میں رکھا جاے اور موازنہ کیا جاے پھر اس کی اسلامی تشریع بھی تو ناممکن ہے۔خلافت و امامت کا مسئلہ ایک شرعی مسئلہ ہے(اور اس موضوع کی تعریف اور اس کا تعارف اگر شریعت کی طرف سے نہیں کیا گیا ہے تو ایک اہم ترین موضوع سے چشم پوشی برتی گئی ہے بلکہ اپنے موضوع کو ناقص رکھا گیا ہے جس کا رسالت کے مستقبل سے ہے،اگر ہم یہ مان لیں کہ خلافت اور امامت کا تعارف اور تعریف دین میں موجود نہیں ہے تو پھر مندرجہ ذیل خرابیاں سامنے آتی ہیں)[1]

ا۔پہلی بات تو یہ ہے کہ دین ہی ناقص ہے اور شارع اقدس کی طرف سے ایک شرعی موضوع کی تعریف کی گئی اور نہ امت کے سامنے اس کی وضاحت کی گئی ہے اس لئے کہ امامت کے لئے کچھ شرعی احکام بھی وارد کئے ہیں۔

امامت ایک شرعی موضوع ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے یہ ہم پہلے مان چکے ہیں کہ امام کا وجود واجب ہے امام کی اطاعت واجب ہے جو امام پر خروج کرے اس سے جنگ واجب یہ سب سے ادا ہوں گے؟اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع اقدس نے اس موضوع کی وضاحت نہیں کی اور ظاہر ہے کہ یہ دین کا نقص ہے شریعت کی کمزوری ہے اور اسلام عظیم ان کمزوریوں سے پاک ہے بلکہ دین کو ناقص چھوڑ دنیا خدا کے اس قول کی مخالفت ہے کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے:(أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا)[2]

ترجمہ:آج ہم نے تمہارے دن کو کامل کر دیا اپنی نعمتیں تم پر تمام کیں اور تمہارے اسلام دین کو پسند کر لیا،یہ آیت بتارہی ہے کہ دین کامل ہوچکا ہے۔

۲۔نظام سلطنت کے بارے میں شریعت کی خاموشی بہت سی مشکلات پیدا کرے گی مثلاً

(ا)مترجم

(۲)سورہ مائدہ آیت۳

نظام میں خلل،امامت کے مختلف دعویداروں کی سرکشی،خواہشات نفس کی طغیانی اور ان خرابیوں سے جو خرابیاں پیدا ہوں گی وہ بھی بے حد خطرناک ہیں،مثلاً مسلمانوں کی تک حرمت،فساد کا انتشار،جان اور مال کا ضائع ہونا(جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا ماحول پیدا ہوجائے گا)(مترجم)حلانکہ لت اسلامیہ ان تمام بری حالتوں کو جھیل چکی ہے،اسلامی تاریخ کی کتابیں اس بات کی شاہد ہیں۔

اور کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ دنیا کو ایک نظام حکومت بھی دے دے،خلافت کے منصب کا تعارف بھی کرادے اور خلیفہ کے معین کرنے کا طریقہ نہ بتائے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے قوانین کو وضع کرنے والے نظام سلطنت کی تشریع اور قوانین پر سب سے زیادہ توجہ دیتے ہیں تا کہ قانونی نقص سے محفوظ رہ سکتے پھر اللہ اور اس کا رسول اتنے اہم موضوع کو مہمل جیسے قرار دے گا جبکہ مذکورہ خرابیوں سے بچنے کا قانون نے بہت زیادہ اہتمام کیا ہے خاص طور سے حکومت اور خلافت کا اسلامی قانون میں ایک بلند مرتبہ ہے اور مقدس مقام ہے یہاں تک کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام وقت کی معرفت ضروری ہے اور اس کی بیعت واجب ہے،جو بغیر معرفت امام کے مرجاتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے جیسا کہ آنے والے صفحات میں ہم عرض کریں گے مسلمانوں کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امام کی طاعت واجب ہے اس کے خلاف خروج حرام ہے امام کے خلاف خروج کرنے والا باغی ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے شخص سے جنگ کریں۔

سرکار حجۃ بن الحسن العسکری المہدیؑ کے سلسلے میں مذہب شیعہ کی حقانیت پر چند دلیلیں

اب ہم امام مہدی علیہ السلام کی طرف واپس آتے ہیں عرض ہے کہ مہدی کی امامت خود ہی وجود مہدی کا مطالبہ کرتی ہے اور اگرچہ حضرتؑ کی ذات گرامی،عمارت امامت کی آخری اینٹ ہے گویا کہ رسالت امامت کا وہ آخری حصہ ہے جہاں پر مہر لگائی جاتی ہے،پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ شیعوں

کے پاس نظام امامت کی بہت واضح اور مظبوط دلیلیں کثرت سے موجود ہیں لیکن یہاں دو باتوں پر توجہ دلائی جارہی ہے،پہلے حضرت حجۃؑ کا وجود اور دوسرے آپ کی امامت عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف۔

امام کی معرفت واجب ہے اور اس کے حکم کو بھی ماننا واجب ہے

حضور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔جو اپنے زمانے کے امام کی معرفت کے بغیر مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔[1]جو بغیر امام کے مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔[2]جو اس حال میں مرجائے کہ کسی امام کی امامت میں نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے([3]جو کسی امام کی امامت میں نہ مرے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔[4]

جو مرجائے اور اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔[5]

---

(۱)ینابیع المودۃ ج:۳ص:۳۷۲،طبقات الحنیفۃ ص:۴۵۷

(۲)مسند احمدج:۴ص:۹۶،معاویہ ابن ابی سفیان کی حدیث میں، لیۃ الاولیاءج:۳ص:۲۲۴زید بن اسلم کے حالات میں، معجم الکبیرج:۱۹ص:۳۸۸،جس میں شریح بن عبید نے معاویہ سے روایت کی ہے مسند الشامین ج:۲ص:۴۳۸،ضمن میں شریح بن عبید، مجمع الزوائدج:۵ص:۲۱۸،کتاب الخلافۃ، لزوم جماعت اور طاعت ائمہ اور ان سے قتال کے نہی ہونے کے بارے میں

(۳)السنۃ بن ابی عاصم ج:۱ص:۵۰۳،امیر کے وقار و عزت کے فضل کے باب میں،مسند ابی یعلی ج:۱۳ص:۳۶۶معاویہ بن ابی سفیان کی حدیث میں

(۴) مجمع الزوائدج:۵ص:۲۲۴،کتاب الخلافۃ،لوگوں کے ساتھ رہنے اور امت سے خروج اور اس کے قتال کی نہی کے باب میں،مجروحین ج:۱ص:۲۸۶، یح بن دعج کے حالات میں

(۵) صحیح مسلم ج:۳ص:۱۴۷۸،کتاب الامارۃ:باب وجوب لازمت جماعت مسلمین، سنن الکبری بیہقی ج:۸ص:۱۵۶،کتاب قتال اہل بغی،جماع ابواب الرعاۃ باب الترغیب،تفسیر ابن کثیرج:۱ص:۱۵۸،آیت:۵۹،کی تفسیر میں سورہ آل عمران، مجمع الزوائدج:۵ص:۲۱۸،کتاب خلافت باب لزوم جماعت و اطاعت ائمہ اور نہی قتال کے بارے میں،کبہ لہ سز ی ص:۱۲۹،السنۃ ابن ابی عاصم ج:۲ص:۵۱۴باب عزت و توقیر امیر کے بارے میں معجم الکبیرج:۱۹ص:۳۳۴،اور اسی طرح یہ روایت شیعہ مصادر میں بھی وارد ہوئی ہے،کافی ج:۱ص:۳۷۶،کتاب حجت باب من مات و لیس من ائمۃ الہدی،حدیث۱۔۲۔۳،ص:۳۷۸کتاب حجت:باب مایجب علی الناس عند مضی الامام حدیث۲ اور ص:۱۸۰کتاب حجت باب معرفت امام ص:۳۷۴،کتاب حجت باب من دان اللہ عز و جل بغیر امام من اللہ،بحارالانوارج:۲۳،ص:۷۶۔۹۵باب معرفت امام

اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی بھی زمانہ امام سے خالی نہیں ہے،ہر دور میں ایک امام موجود رہتا ہے جس کی اطاعت لوگوں پر واجب ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی امامت،شرعی اصولوں پر ہوتی ہے اس سلسلے میں خداوند عالم کا یہ قول بھی ہے کہ:(يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ)(۱)

ترجمہ:قیامت کے دن ہم لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔

حالانکہ کچھ لوگوں نے اس آیت میں امام سے نبی مراد لیا ہے،یعنی ہر امت اپنے اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائےگی،لیکن امام کا اطلاق نبی کے لئے آیت کے ظاہر معنی کے خلاف ہے اس لئے کہ عرف عام میں امام اس کو کہتے ہیں جو دینی اور دنیاوی امور میں ان کی امامت کرتا ہے اور لوگ اسی کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ نبی اپنے زمانے میں اپنی امت کا امام ہوتا ہے نبی کے مرنے کے بعد دوسرا نبی آتا ہے جو امت کا امام اور قابل پیروی ہوتا ہے،آیت میں امام تذکرہ ہے حدیث میں بھی امام کا تذکرہ ہے اس لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ حدیثیں آیت کی تشریح کر رہی ہیں اور امام سے وقت کا امام مراد ہے اگر اس بات کو نہ بھی مانا جائے تو جن حدیثوں کو پیش کیا گیا ہے وہ بہرحال اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی بھی زمانہ امام سے خالی نہیں ہے،ایسا امام جس کی بیعت لوگوں پر واجب ہے اس لئے کہ اس کی امامت شرعی ہے اور یہی حدیثیں اور آیتیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ مذہب شیعہ کا قول بالکل صحیح ہے کہ امام مقرر کرنا اللہ کی ذمہ داری ہے اور امام کو منصوص من اللہ ہونا چاہئے امام اس بات کا ہرگز محتاج نہیں ہے کہ لوگ اس کو امام مانیں اور اس کی بیعت کریں اور اطاعت کریں اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے امام بنایا گیا ہے، گزشتہ صدی میں تو یہ بات بالکل واضح ہوگئی اس لئے کہ ۱۳۴۲ھ کے بعد اہل سنت نے اپنا بنایا اور اس کی بیعت کرنا بالکل چھوڑ دیا،اس لئے کہ مذکورہ سال میں ترکستان میں خلافت عثمانیہ ساقط ہوگئی،(اب اس دور میں

----

(۱)سورہ اسراء:آیت:۷۱

کوئی ایسا امام موجود نہیں ہے تو پھر مذکورہ حدیثوں کے مطابق کیا مسلمان جاہلیت کی موت مر رہے ہیں مترجم) جبکہ حدیثیں کہتی ہیں کہ ہر دور میں اور اس دور میں بھی ایک امام ہے جو واجب الطاعۃ ہے ماننا پڑے گا کہ امام موجود ہے اور وہی امام مہدی ہیں اس لئے کہ اس دور میں ہم دونوں ہی کے پاس سوائے امام مہدی کے کوئی امام نہیں ہے اور نہ کسی کی امامت کا احتمال ہے۔

بارہ امام قریش سے ہیں

۲۔سرکار دو عالم سے کثیر تعداد میں ایسی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جن میں اس امت کے اماموں کو شمار کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امام سارے کے سارے قریشی ہیں۔یہ حدیثیں بہت سے طریقوں سے مروی ہیں،جن کو اکثر اہل سنت نے صحیح قرار دیا ہے بلکہ بغوی تو کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں متفق علیہ ہیں۔(۱)

لطف کی یہ بات یہ ہے کہ یہ ساری حدیثیں مذہب امامیہ کے عقیدے کے مطابق ہیں،اس لئے کہ شعیوں کے نزدیک بارہ امام ہیں جن کے پہلے مولائے کائنات امیرالمومنین علیؑ ہیں اور آخری امام مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ،مری سمجھ میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان حدیثوں سے آئمہ اہل بیت کو مراد نہ لیا جائے،اگر کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے تو اہل سنت کا امامت کے بارے میں وہ عقیدہ ہے جس میں خلافت کو شرعی حیثیت دینے کی کوشش کی ہے لیکن ان کے بنائے ہوئے خلفا کی حرکتوں نے ان کی دلیلوں کا تیاپانچہ کر دیا ہے چونکہ ان کے خلفا کے کردار مذکورہ حدیثوں کےمطابق نہیں تھے اس لئے انہوں نے حدیثوں کی توجیہ کی اور پھر اس توجیہ پہ باقی نہیں رہے،بلکہ حضرات نے تو ایسی توجیہات کی ہیں جن کی کمزوری روز روشن ظاہر ہے۔(۲)

انہوں نے زبردستی اور ہٹ دھرمی سے اپنی بات کو ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ منطق کا تقاضا

---

(۱)شرح السنۃ ج:۱۵ص:۳۰۔۳۱،دلیل متحرین فی بیان الناجین ص:۲۲۶سے نقل کیا گیا ہے

(۲)فتح الباری ج:۱۳ص:۲۱۱۔۲۱۵

ہے کہ واقعات کو دلیل کے مطابق ہونا چاہئیے،حیثیت طے کرنی چاہئیے اس لئے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے((حق کو پہچانو اہل حق سمجھ میں آجائیں گے))پھر دلیلوں کو توڑ مروڑ کر واقعات کے مطابق کرنا اور واقعات کے ہاتھ میں دلیل کا فیصلہ دے کے ان واقعات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلیلوں کی توجیہ کرنا بے معنی بات ہے،مذہب شیعہ کا عقیدہ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ہے اس کی صحت پر دلیل دینے میں بس اسی منزل پر اکتفا کی جاتی ہے۔

جب امامت کے مباحث میں گفتگو کی جائےگی اور شیعہ دلیلیں اس سلسلے میں پیش کی جائیں گی تو باقی باتیں بھی ہوجائیں گی خاص طور سے ابھی سرکار حجۃ بن الحسن العسکری المہدیؑ کے بارے میں بہت سی باتیں رہ گئی ہیں،اسی لئے شیعوں نے حضرت حجۃؑ کے موضوع پر بہت زیادہ گفتگو کی ہے یہاں تک کہ بڑے علما نے تو اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں،جو چاہتا ہے کہ حقیقت کا پتہ چلائے اور اللہ کے سامنے مسئولیت سے نپٹے،اس کو چاہئیے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرے اور ان کو پڑھ کر غور و فکر کرے اس لئے کہ خدا کی طرف سے توفیق ملتی ہے اور اسی کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے۔

سوال نمبر۔۵

ز ب امام کے سلسلے میں شیعہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ خدا پہ واجب ہے کہ وہ بندوں پہ لطف و کرم کرے اور لوگوں کے درمیان رل کا جاری ر نا اس کا لطف ہے اور یہ رل امام کے ذریعہ ہی قائم ہوسکتا ہے اس لئے خدا پہ واجب ہے کہ وہ ز ب امام کرے لیکن آج کے دور میں جبکہ لوگوں کے درمیان کوئی امام عادل نہیں ہے کیا یہ دلیل صحیح نہیں ہوجاتی؟(یعنی امام عادل نہیں اور رل لطف الٰہی ہے تو اب دنیا لطف الٰہی سے محروم ہے)

جواب:سب سے پہلے ضروری ہے کہ لطف الٰہی کی تشریح کر دی جائے وہ لطف الٰہی جس کی بنیاد پہ شیعہ کہتے ہیں کہ ز ب امام خدائے متعال پہ واجب ہے۔

پہلے یہ عرض کر دای جائے کہ لطف الٰہی سے کیا مراد ہے؟پھر اس دلیل کے بارے میں طے کیا جائے کہ دلیل ابطال کے لائق ہے یا نہیں؟

لطف الٰہی کے قائد کی شرح اور اس کی تعریف

عالم بشریت کے لئے لطف الٰہی کے قائدہ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انسان ذاتی ور پہ ناقص ہے اپنے اپ برے کو س جانتا فساد،شر اور ظلم سے معصوم نہیں ہے بلکہ بھی بھی صلاح و فساد کے

درمیان تنازع ہوتا ہے خیر و شر، ظلم و عدل کو نہیں سمجھتا اس لئے ایک امام معصوم کا بہرحال محتاج ہے جو عالم انسانیت کو خیر و عدل پر جمع کرے اور شر و فساد و ظلم سے دور رہے، خدا کی حکمت اور اس کی رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بندوں پر رحم کرے، اس کے لئے ضروری ہے کہ خدا ایک امام معصوم کو منصوب کرے اور پھر ٹھوس دلیلوں اور واضح نشانیوں کے ساتھ عوام کے سامنے اس امام کو معارف کرے شاید اسی کی طرف قدرت کا اشارہ ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:(وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ)(۱)

ترجمہ:انہوں نے خدا کی جس میں قدر چاہئیے تھی نہیں کہ جب وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بشر پر کچھ نہیں نازل کیا۔

چونکہ انسان ہر دور میں ہدایت کا محتاج ہے اس لئے کہ وہ ہر وقت ناقص ہے اس لئے امام کا وجود ہر دور میں ضروری ہے اور امام کی ضرورت نبیؐ کے ذریعہ پوری نہیں ہوسکتی اس لئے کہ نبیؐ تو اپنے دور کا امام ہوگا لیکن نبیؐ کی وفات کے بعد ضرورت باقی رہے گی اور ضرورتوں کو پورا کرنےوالا مفقود ہوگا،اسی صورت میں نبیؐ کے بعد امت میں اختلاف پیدا ہوجائے گا شر و فساد پیدا ہوجائیں گے اور امت کے کچھ لوگ اللہ کی اطاعت سے خروج کا اعلان کردیں گے دین کے علوم ضائع ہوں گے اور امت انتشار کا شکار ہوجائے گی لطف الٰہی کے قاعدہ کا یہی فائدہ ہے کہ عوام کی شرعی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پھر امام کو تسلط و اختیار حاصل ہونا چاہئے اور زمانہ کا اقتدار امام کے ہاتھوں میں کردینا خدا کے اوپر واجب ہے کہ وہ بندوں کو امام کا حکم ماننے پر اس کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کرے اس لئے کہ یہ صورت حال تو بہت کم حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ تاریخ کے ان مختصر زمانوں کو مقام مثال میں پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس مطلب یہ ہے کہ خدا کے اوپر نصب امام واجب ہے تا کہ انسان کی نفسانی کمزوریوں کے علاج کا ایک ذریعہ موجود رہے اور وہ امام وقت سے متعارف رہیں تا کہ ان پر واجب حجت تمام کی جاسکے۔

---

(۱)سورہ انعام آیت:۹۱

(لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ)[1]

ترجمہ:جو ہلاک ہو دلیل کی بنیاد پر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کی بنیاد پر زندہ رہے۔

پھر اس کے بعد عوام کو اختیار ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے منصوب امام کو مانے یا نہ مانے اگر لوگ خدا کی نعمت کا شکر یہ ادا کر کے امام کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے امور کی اصلاح ہوجائےگی اور ان کے درمیان خیر و برکت عام ہوجائے گا جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ:(وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ-وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌوَ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ)[2]

ترجمہ:اور اہل کتاب ایمان لاتے اور(ہم سے)ڈرتے تو ہم ضرور ان کے گناہوں سے در گزر کرتے اور ان کو نعمت و آرام(بہشت)کے باغوں میں پہنچادیتے اور یہ لوگ تو ریت اور انجیل اور جو(صحیفے)ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے نازل کئے گئے تھے(ان کے احکام کو)قائم رکھتے تو ضرور(ان کے)اوپر سے بھی(رزق برس پڑتا)اور پاؤں کےنیچے سے بھی(ابل آتا اور یہ خوب چین سے)کھاتے ان میں سے کچھ لوگ تو اعتدال پر ہیں،مگر ان میں کے بہتر جو کچھ کرتے ہیں برا ہی کرتے ہیں۔

اگر مسلمان خدا کا کفران نعمت کرتے ہیں اور امام وقت کی مخالفت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں اپنے اعمال کا مزہ چھکنا پڑے گا اور ان کے درمیان ظلم و فساد عام ہوجائے گا اس لئے کہ خدا فرماتا ہے:(مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ)[3]

---

(۱)سورہ انفال آیت:۴۲ (۲)سورہ مائدہ آیت:۶۵۔۶۶

(۳)سورہ نساءآیت:۷۹

ترجمہ: تمہیں جو اچھائیاں ملتی ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں اور تم جو برائیاں جھیلتے ہو یہ تمہارے نفس کے اعمال کا نتیجہ ہے.

اللہ پر کوئی حجت نہیں ہے اس لئے کہ اس نے عوام پر لطف و کرم کیا تھا کہ امام مقرر کر دیا اور سیدھے راستے کی ہدایت کر دی اب یہ ان کی غلطی تھی کہ انہوں نے خدا کے معین کردہ امام کو چھوڑ کر اپنی طرف سے ایک ایک امام بنالیا اور اپنی غلطیوں کا ذمہ دار بھی اس کو ٹھہرادیا اور اپنے گناہ بھی اسی پر لاد دیئے۔

خداوند عالم اگر اسی گمراہی میں بندوں کو چھوڑ دے یعنی ان کے لئے کوئی ایسا امام نہ بنائے جو ان کے درمیان ہدایت کرنےوالا ہے اور ان کے حالات کے مطابق انہیں ہدایت پر مضبوطی سے قائم رکھنےوالا ہے تو یہ بندوں کی حق تلفی ہوگی اور اللہ کے لطف کے خلاف ہوگا عوام کی ہدایت و اصلاح کے لئے ان کو شریعت کی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ ناکافی ہوگا بلکہ بندے خدا پر حجت قائم کر دیں گے کہ ہماری ہدایت کا انتظام نہیں کیا گیا اور اللہ ان باتوں سے بہت بلند ہے اس لئے کہ خداوند اپنی کتاب پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ O أَن تَقُولُواْ إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَآئِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ Oأَوْ تَقُولُواْ لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِآيَاتِ اللّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُواْ يَصْدِفُونَ (1)

ترجمہ:ہم نے اس کتاب مبارک کو نازل کیا پس تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنوتا کہ تم پر رحم کیا جائے(تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو)کتاب ہمارے پہلے دو گروہوں(یہود و نصاری)پر نازل کی گئی گر یہ کہ ہم انکی تعلیمات سے غافل رہے یا یہ(نہ کہو)کہ وہ کتابیں ہم پر نازل ہوتیں تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے اب تو تمہارے پروردگار کی طرف سے خود ہی دلیل آگئی اور ہدایت و رحمت بھی..

---

(۱)سورہ انعام آیت۱۵۵۔۱۵۶۔۱۵۷

(تو قا رہ لطف)امامت کے معاملے میں بھی اس طرح جاری ہے جس طرح دوسرے احکام کے بارے میں جیسے واجبات،محرمات اور آداب و غیرہ میں۔

قائدہ لطف کا تقاضہ یہ ہے کہ چونکہ لوگ اپنی جہالت اور محتاجی کی بنیاد پر قاصر ہیں اس لئے اللہ پر واجب ہے کہ ان پر لطف و کرم کرے ان کے لئے ایک ایسا نظام وضع کردے جن سے ان کے امور کی اصلاح ہوجائے ان کے معاد و معاش اور خود خدا سے رابطہ اور ان کی آپسی معاشرت کو قانونی حیثیت مل جائے لیکن قا رہ لطف اس بات کا تقاضہ نہیں کرتا کہ اللہ اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے مناسب ماحول بھی تیار کرے اور ان پر زبردستی ان کے احکام لادے،تا کہ وہ خیر و صلاح کے راستے میں کامیاب ہوسکیں اور شر و فساد سے دور رہ سکیں بلکہ خدا پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ ایسے احکام جو بندوں کے لئے صالح ہوں ان کا ایک نظام ان کے سامنے رکھ دے جبکہ اس نظام کو اختیار کرنے کا حق بندوں کو دےدے جس کی طرف سورہ دہر کی ابتدائی آیت میں۔

ارشارہ کیا ہے:(إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا)(۱)

ترجمہ:ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا اب چاہے وہ شکر کرے چاہے وہ کفران نعمت کرے۔

پس جو خدا کی اطاعت کرے گا اور اور ان احکام پر عمل کرے گا وہ کامیاب اور خوش بخت ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا اور ان احکام سے منہ موڑے گا وہ بدبخت اور نقصان اٹھانےوالوں میں ہوگا اور اس کی خدا پر کوئی حجت نہیں ہے۔

لطف الٰہی کا اصول صرف مذہب امامیہ کا نظریہ ماننے پر ہی ہو

میں نے لطف الٰہی کے اصول کی وضاحت کردی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف امامیہ مذہب کے قائل ہونے پر ہی اس اصول کو مانا جاسکتا ہے۔

---

(۱)سورہ انسان آیت:۳

اس لئے کہ اس دور میں بھی شیعہ فرقہ بارہویں امام کے وجود کا قائل ہے جو حضرت حجت ابن الحسن صلوۃ اللہ علیہ کی ذات مقدس ہے الحمداللہ وہ بالفعل موجود ہیں اور اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں آپؑ جسمانی اعتبار سے موجود ہیں اور اپنی قدرت کا استعمال کر رہے ہیں،بلکہ آپ کا وجود مبارک قارہ لطف الٰہی پر ایک محسوس دلیل ہے۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب آپؑ کو سلطنت او اقتدار ہی حاصل نہیں ہے اور آپؑ اس دور میں رسالت قائم ہوگا جب دنیا چاہےگی اور اس کی ضرورت محسوس کرےگی،اس سے آپؑ کی امامت پر نہیں فرق آتا اور نہ خدا چاہےگی اور اس کی ضرورت محسوس کرےگی،اس سے آپؑ کی امامت پر نہیں فرق آتا اور نہ خدا کے فضل اور اس کی تشریع میں کوئی کمی ثابت ہوتی ہے بلکہ آپ کی حالت آپؑ کے آباء کرام علیہم السلام سے مختلف نہیں ہے جن کی سلطنت اور اقتدار کے درمیان اس دور کے ظالم لوگ حائل ہوگئے اور انہیں امور کی قیادت اور لوگوں کے درمیان رسالت قائم کرنے سے روک دیا،بلکہ آپؑ کے حالات اور اکثر انبیاء کے حالات ملتے جلتے ہیں،اس لئے کہ حضور بھی عام عالم انسانیت کے درمیان رسالت کا نفاذ نہیں کر پائے اس لئے کہ آپؐ کی عمر نے وفا نہیں کی امام مہدی کی غیبت اور آپؑ کی امامت پر کوئی الزام نہیں آتا نہ یہ کہ آپؑ ایسے امام ہیں جو امامت کی ذمہ داریاں پوری کرنے سے قاصر ہیں اور نہ قائدہ لطف الٰہی پر کوئی الزام آتا ہے بلکہ آپؑ کی امامت میں اور برسر اقتدار آنے میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ ماحول ہے جو آپؑ کے اردگرد پایا جاتا ہے۔

وہ ماحول جس کا نتیجہ فاسد سماج اور ظالم حکومتوں کا قیام ہے دوسری رکاوٹ خود عالم انسانیت کی نیز ذمہ داری ہے کہ انسان اس فرض اطاعت کو ادا نہیں کرتا ہے جو حق ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بلکہ ہوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح آپؑ کے آباء طاہرین جناب ابوابراہیمؑ،حضرت موسیؑ بن جعفر الکاظم علیہ السلام،ابوالحسینؑ علی ابن محمد الہادی النقی علیہ السلام اور ابومحمد العسکری علیہ السلام نے قیدخانے میں زندگی گزاری اسی طرح آپؑ غیبت میں زندگی گزار رہے ہیں مذکورہ حضرات میں اور آپؑ کی

غیبت میں اگر فرق ہے تو بس اتنا کہ وہ حضرات جبری طور پر ظالموں کی قید میں ڈال دیئے گئے تھے آپؑ نے ظالموں کی طرف سے خوف جان کی وجہ سے غیبت اختیار کر رکھی ہے ابھی ماحول آپؑ کے ظہوار کے لئے سازگار نہیں ہے اور آپؑ کی غیبت کی دوسری مصلحتیں بھی ہیں، جن کا علم اللہ کو ہے یعنی غیبت میں آپؑ کی امامت کا قصور نہیں ہے بلکہ خدا کی مصلحت کا تقاضہ ہے، جس دن یہ اسباب ختم ہوجائیں گے اس دن آپؑ انشاءاللہ ظاہر ہوں گے اور لوگوں سے اپنے نفس کو پوشیدہ نہیں کریں گے پھر آپؑ کی امامت اپنے فرائض کو جو اللہ کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں اور مقام سلطنت میں حاصل ہوں گے پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کرے گی، آپؑ کے اندر عدل و انصاف کو قائم کریں گے اور تمام امور کو اپنے طور پر جاری کریں گے(انشاءاللہ تعالی)

حاصل کلام یہ ہے کہ آپؑ کی اور آپؑ کے آبائے طاہرین علیہم السلام کی امامت کی شرعی حیثیت قائدہ لطف الٰہی کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے، بالفعل جو عدل و انصاف آپؑ کی طرف سے نہیں قائم ہو پارہا ہے وہ اس لئے کہ انسانی سماج آپؑ کی امامت کے مزاج کے مطابق نہیں ہے آپؑ کی امامت کے قیام میں جو رکاوٹیں وہ لوگوں کی تقصیر اور مداخلت بےجا کا نتیجہ ہیں جو پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے قاعدہ لطف الٰہی ان موانع کو دور کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے۔

جب آپ کے سامنے ساری باتیں رکھ دی گئیں تو پھر آپ اپنے اس قول پر غور کریں(کیا اس زمانے کے امام کا عدل سے خالی ہونا قاعدہ لطف الٰہی سے نہیں ٹکراتا)اگر امام کو غیر موجود سمجھتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ابھی کوئی اور یہ زمانہ یا کوئی بھی زمانہ امام سے خالی نہیں ہے لہذا قاعدہ لطف نہ ٹوٹتا ہے اور نہ باطل ہوتا ہے اور اگر امام کے غیر موجود ہونے سے آپ کی یہ مراد ہے کہ امام کو نہ سلطنت و اقتدار ہے اور نہ اقامہ عدل ہورہا ہے تو یہ قاعدہ لطف الٰہی کے منافی نہیں ہے کیونکہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ امام صالح کی امامت میں عدل کو قائم کرنے کے لئے ماحول کا سازگار ہونا ضروری ہے اور سلطنت کا حاصل نہ ہونا بالفعل اقامہ عدل میں بڑی رکاوٹ ہے اور شیعوں کا لطف الٰہی کی بنیاد پر امامت کا استدلال کسی بھی طرح ساقط نہیں ہوتا۔

سوال نمبر۔٦

حدیث ترت سے مولا علیؑ کی امامت کا وجود سے ثابت ہوسکتا ہے؟کیا ممکن ہے کہ حدیث ترت سے سمجھا جائے کہ سرکار صحابہ کو اہل بیتؑ کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کر رہے ہوں اور صحابہ کو اہل بیتؑ کی طرف متوجہ کر رہے ہوں اور اس حدیث کو خلافت پر نس نہ سمجھا جائے؟

جواب: آپ کے اس سوال کے جواب میں چھ امور پیش کئے جارہے ہیں جو ایک دوسرے پر مرتب ہیں۔

ا۔عرض ہے کہ یہ حدیث کثیر طریقوں سے اور قریب المعنی الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے حضور سرور کائناتؐ نے اس حدیث کو مختلف موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس منزل میں موقعہ پر چھ ثبوت پیش کروں جن کے ذریعہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے اور جو طریقوں سے شامل ہیں تا کہ مجھے اپنی بات ثابت کرنے میں آسانی ہو۔

حدیث ثقلین کے متن حاضر ہیں

الف: جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ ایام حج میں عرفہ کے دن میں نے سرکار کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اس وقت آپ اپنے ناقہ پر سوار تھے اور میں نے سنا کہ حضورؐ فرما رہے تھے اے لوگو! میں تمہارے درمیان چھوڑ دی ہیں اللہ کی کتاب اور میری ترت(اہل بیتؑ) جس کو پکڑے رہوگے تو بھی گمراہ نہ ہوگے۔(ا)

(ا) سنن ترمذی،ج:۵،ص:٦٦٢،کتاب مناقب،باب مناقب اہل بیتؑ نبیؐ

ب:زید بن ارقم اور ابوسعید کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:میں تمہارے درمیان دوچیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ جب تک تم ان سے تمسک رکھوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے ان میں ہر ایک،ایک،دوسرے سے عظیم تر ہے اللہ کی کتاب ایک ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے اور میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہوئے ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے،یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے پھر دیکھو کو میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو...؟[1]

ج:زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور ہادی برحق مکہ اور مدینہ کے درمیان اس جگہ اترے جہاں پانچ بڑے اور سایہ دار درخت ہیں۔لوگوں نے درخت کے نیچے جھاڑو دیکر صاف کر دیا پھر سرکارؐ نے وہاں رات کو قیام کیا اور عشا کی نماز پڑھی،پھر آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے،آپؑ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور جب تک خدا نے چاہا وعظ و پند اور ذکر و تذکر کرتے رہے پھر فرمایا لوگو!میں تمہارے درمیان دو امر چھوڑ کے جارہا ہوں جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے وہ دو امر کتاب خدا اور میرے اہل بیتؑ میری عترت ہیں۔[2]

د:ابوسعید خدری نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا مجھے لگتا ہے کہ خدا کی طرف سے مجھے بلایا جائے گا اور میں جواب دوں گا(میں وفات پا جاؤں گا)اس لئے میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں خدائے عز و جل کی کتاب اور میری عترت اہل بیتؑ۔

کتاب خدا ایک ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔

لطیف و خبیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں بھی ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں پس تم غور کرو کہ میرے بعد ان کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو۔؟[3]

----

(۱) سنن ترمذی ج:۵،ص:۶۶۳،کتاب مناقب،باب اہل بیت نبیؐ

(۲)مستدرک علی الصحیحین،ج:۳،ص:۱۱۸،کتاب معرفت صحابہ میں مناقب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ

(۳)مسند احمد،ج:۲،ص:۱۸،مسند ابی سعد خدری میں،طبقات کبری،ج:۲،ص:۱۹۴،میں جس میں رسولؐ کی وفات کے قریب کی چیزیں ذکر ہوئی ہیں------ ھ:زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا!میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب((جو آسمان سےزمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے))اور دوسرے میری عترت،میرے اہل بیتؑ اور یہ دونوں بھی ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے لاقات کریں گے۔(۱)----و:ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ سرکارؐ نے فرمایا میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے ان میں ہر ایک،ایک دوسرے سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب((جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے))اور دوسرے میری عترت اہل بیتؑ اور سنو یہ دونوں بھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے لاقات کریں گے،(۲)یہ وہ قریب المعنی الفاظ ہیں جن میں یہ حدیث،بہت ساری مشہور و معروف کتابوں میں وارد ہوئی ہے۔(۳)

حدیث ثقلین دلات کرتی ہے کہ عترتؑ کی اطات واجب ہے

۲۔متن حدیث کے الفاظ میں کوئی گنجائش نہیں چھوڑی گئی ہے کہ حدیث کو محض ایک وصیت سمجھا جائے جس میں سرکارؐ اہل بیتؑ کی محبت،ان کا احترام،ان کی تعظیم،ان کی طرف توجہ اور ان کے حقوق کی رعایت کا حکم دےرہے ہیں بلکہ حدیث کے الفاظ پکار رہے ہیں کہ نبیؐ و اہل بیتؑ کی اطاعت اور ان

---

(۱)مسند احمد،ج:۵،ص:۱۸۱۔۱۸۹،حدیث زید بن ثابت میں جو نبیؐ سے نقل کی ہے(۲)مسند احمد،ج:۳،ص:۵۹،مسند ابی سعید خدری کے مسند میں

(۳)تفسیر ابن کثیرج:۴،ص:۱۱۴،مجمع ازوائدج:۹،ص:۱۶۲۔۱۶۵،کتاب مناقب اہل بیتؑ،سنن کبری نسائی،ج:۵،ص:۴۵،مصنف بن شیبہ،ج:۶،ص:۳۰۹،کتاب الفضائل باب ما اعطی اللہ محمد معجم الاوسط،ج:۳،ص:۳۷۴،معجم صغیر،ج:۱،ص:۲۲۶،مسند ابی یعلی ج:۲ص:۲۹۷،مسند ابی الجعدج:اص:۳۹۷،سنۃ ابن ابی عاصم ج:۲ص:۳۵۱،باب ما ذکر عن النبیؐ انہ و امر من تمسک بامرہ و رود حوضہ و نوادر الاصول فی احادیث الرسول،ج:اص:۲۵۸،الاصل الخمسون فی الاعتصام بالکتاب والعترۃ، سیرہ اعلام النبلاءج:۹ص:۳۶۵،حالات ہارون بن یزید میں

کے اتباع کا حکم دے رہے ہیں دیکھئے قابل الذکر معنی پر محمول کرنے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

الف:اکثر متون حدیث سے ظاہر ہے کہ جب سرکار کو اپنی وفات کے دن قریب ہونے کا احساس ہوا تو آپؐ نے یہ حدیث امت کے سامنے پیش فرمائی،اگر ان حدیثوں سے مقصد یہ تھا کہ امت اہل بیتؑ سے محبت کرے اور ان کا احترام کرے تو پھر اس کی ہدایت مخصوص وقت میں کیوں فرمائی،کیا حضورؐ کی زندگی میں اہل بیتؑ سے محبت اور ان حضرات کا احترام ضروری نہیں تھا ماننا پڑے گا کہ ان الفاظ سے محض اہل بیتؑ کی محبت مقصود نہیں تھی بلکہ حضورؐ کے انتقال کا وقت قریب تھا اور اپنی زندگی میں امت کے مرجع اور ان کے حیات کے ناظم تھے آپؐ کے اوپر امت کی قیادت کی ذمہ داریاں تھیں ظاہر ہے کہ وفات کے بعد امت آپؐ کی قیادت سے محروم ہورہی تھی،اس لئے حضورؐ نے ان حدیثوں میں ایک ایسے گروہ کا تعارف کرادیا جو امت کی قیادت اور مرجعیت کا ذمہ دار ہے اور اس سلسلے میں آپؐ کی جانشین کرسکتا ہے تاکہ امت کے اندر اس بات کا احساس نہ رہے کہ اب ہمارا کوئی قائد و سرپرست نہیں اور حضورؐ نے عترتؑ کی نشاندہی کردی کہ ان کی پیروی سے تم بھی گمراہ نہیں ہوگے۔

زید بن ارقم کی حدیث ملاحظہ فرمائیں اس میں کچھ زیادہ وضاحت کردی گئی ہے آپؐ نے فرمایا((میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں))حدیث کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس حدیث میں خلیفہ سےمراد جو حضرات بھی ہیں وہ سرکار دو عالمؐ کی غیر موجودگی میں سرکاری ذمہ داریوں کو ادا کرنےوالے ہیں اور آپؐ کے قائم مقام کی حیثیت رکھتے ہیں،جو لوگ ہیں جو قیادت کے وظیفہ کو ادا کریں گے اس لئے ان کی محبت اور اطاعت دونوں ہی واجب ہے۔

ب:آپ نے ہر حدیث میں عترتؑ کو قرآن مجید کے سیاق میں رکھا ہے تاکہ لوگوں کی سمجھ میں آجائے کہ آپ قرآن مجید کے لئے محض عزت و احترام کا مطالبہ نہیں کررہے ہیں کہ اس کو چوم لیا جائے اور اس کو بلند جگہ پر رکھا جائے بلکہ آپؐ کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کی پیروی کی جائے اور اس

کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔

تو جب عترتؑ کا تذکرہ و سیاق کتاب میں ہے تو پھر عترت کے لئے قرآن ہی کی طرح اطاعت و اتباع کا مطالبہ ہی سمجھا جائے گا۔

ج:ہر حدیث میں آپؐ نے فرمایا:((تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو،جب تک ثقلین سے متمسک رہوگے گمراہی سے محفوظ رہوگے))میں مانتا ہوں کہ عترتؑ طاہرہ کا احترام اگرچہ بنفسہ واجب ہے لیکن احترام کی حیثیت ویسے ہی ہے جیسے دوسرے افراد محترم کا احترام گمراہی سے تو نہیں بچاسکتا،گمراہی سے تو صرف معصوم افراد کی پیروی ہی بچاسکتی ہے اور ان کے طریقہ کو لازم سمجھ کر ہر امر میں ان کی طرف رجوع کرنا ہی گمراہی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

د:تمام حدیثوں میں اس بات کی طرف خاص طور سے متوجہ کیا گیا ہے کہ کتاب و عترت میں اختلاف نہیں ہوسکتا وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہ الفاظ کہ رہے ہیں کہ کتاب و عترتؑ کی محض تعظیم و احترام مقصود نہیں ہے تعظیم تو تمام انبیاءؑ کی واجب ہے جبکہ ان حضرات کی شریعتوں میں اختلاف ہے پھر کتاب و عترتؑ میں خوف اختلاف نہیں ہونے کی وجہ سے ان کی تعظیم کا وجوب کیا معنی رکھتا ہے؟

اسی لئے ماننا پڑے گا کہ عدم اختلاف پر زور دینے کی وجہ یہی ہے کہ نبیؐ کتاب و عترتؑ کی پیروی اور اطاعت کا حکم دے رہے ہیں اگر کتاب و عترتؑ میں کسی منزل پر اختلاف ہو یا تو پھر امت کے لئے سوال پیدا ہوگا کہ کس کی پیروی کرے کتاب کی یا عترتؑ کی۔

اس لئے سرکارؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں ایک دوسری سے جدا نہیں ہوں گے((یعنی ان میں اختلاف نہیں ہوگا کہ امت ان کے اختلاف کو عذر بنا کر پیروی سے باز رہنے کی گنجائش پیش کرے،حضورؐ کا کتاب و عترتؑ کے بارے میں بار بار عدم انتراق کا اعلان یہ بتا رہا ہے کہ دونوں بظاہر دو ہو کر بھی دو نہیں ہیں کتاب، عترتؑ کی پیروی کو مانع ہے نہ عترتؑ کتاب کی پیروی سے روکتی ہے مرجع دو ہیں لیکن تعلیمات اور ہدایتیں ایک ہیں۔(مثال کے طور پر جو خدا کہے گا وہی نبی کہے گا مطلب دونوں ایک رہے گا۔مترجم)

ھ:حدیث ثقلین جن مقامات پر وارد ہوئی ہے ان میں غدیر کا بھی ایک موقع ہے ان کے لئے جو زید بن ثابت کی حدیث پر غور کریں یہ حدیث مولائے کائناتؑ کی ولایت پر نص کرنے کے پہلے تمہیداً وارد ہوئی،چونکہ حضورؐ امیرالمومنینؑ کی ولایت اور اطاعت پر نص کرنے والے تھے،اس لئے مناسب سمجھا کہ حدیث ثقلین کو اعلان ولایت کا سیاق قرار دیں۔

و:سب سے اہم بات جو ان حدیثوں میں ہے اور جو حدیث ثقلین کے لئے متون ہیں ان سب میں جو مشترک بات ہے وہ ہے لفظ تمسک کا استعمال کہیں تمسک کا مطالبہ ہے کہیں اتباع کا اور کہیں اخذ کا،ظاہر ہے کہ تمسک،اتباع اور اخذ کسی کا بھی تحقق بغیر پیروی کے ممکن نہیں تمسک کا مطلب ہے پیروی اور ان اوامر و نواہی سے اتفاق جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور عترتؑ طاہرہ سے صادر ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ طبرانی نے جو حدیث ثقلین وارد کی ہے اس کا تتمہ لاحظہ فرمائیں:دیکھو ان دونوں سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اور ان دونوں کو چھوڑ دینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہلاک ہوجاؤگے انہیں تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔(۱)

یہ الفاظ صراحت سے اطاعت و اتباع پر دلالت کرتے ہیں اور اب کسی اشکال کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

عترتؑ کی اطاعت واجب ہونے کا مطلب ان کی امامت ہے

۳۔چونکہ عترتؑ طاہرہ اور اہل بیت اطہارؑ کی اطاعت واجب ہے اس لئے امامت بھی انہیں کی ثابت ہے اس لئے کہ امام تو اپنے ماموین کے لئے صرف نمونہ عمل ہوتا ہے اور ماموین پر واجب ہے کہ وہ امام کی اطاعت اور متابعت کریں یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ امت اطاعت کسی اور کی کرے اور امامت کسی

---

(۱) معجم کبیرج:۵ص:۱۶۶،جس میں ابو طفیل عامر بن واثلہ نے زید بن ارقم سے روایت کی،مجمع الزوائدج:۹ص:۱۶۳،کتاب مناقب،فضائل اہل بیت علیہم السلام کے باب میں

اور کی ہو ورنہ پھر حاکم محکوم ہوجائے گا اور سائس مسوس ہوجائے گا اور یہ بات بالکل غلط ہے جس کی ضرورت نہیں۔

۴۔جب یہ ثابت ہوچکا کہ امامت کی حقدار صرف عترتؑ ہے اور عترتؑ کی اطاعت واجب ہے تو عترتؑ کے سردار حضرت علیؑ ہیں اس قول سے کسی کو اختلاف نہیں ہے،جب حدیث ثقلین کی تفسیر آپ کے سامنے پیش کر دی گئی تو اس خاص موقع پر عترتؑ کا تعارف بھی کر ادینا مناسب ہے،دیکھئے حضور سرور کائناتؐ نے جب بھی اپنی عترتؑ پر کوئی نص فرمائی ہے تو عترتؑ سے مراد خاص طور سے یہی پانچ افراد رہے ہیں امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا،اور سبطین کریمین حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام۔

ثبوت کے لئے حضرت عائشہ کی حدیث لاحظہ فرمائیں،عائشہ کہتی ہیں:حضور سرور کائناتؐ ایک روز روشن میں باہر نکلے آپ کے جسم اقدس پر ایک اونی یا ریشمی چادر تھی اتنے میں حسنؑ بن علیؑ آئے آپؐ اسی چادر میں داخل ہوگئے پھر حسینؑ ابن علیؑ آئے اور اس چادر میں داخل ہوگئے پھر فاطمہ سلام اللہ علیہا آئیں آپ کو بھی اسی چادر میں لے لیا،پھر علیؑ آئے آپ نے علیؑ کو بھی اسی چادر میں لے لیا پھر فرمایا:

ترجمہ:اے اہل بیت!خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر برائی(رجس)کو دور رکھے اور ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔(۱)

ام سلمہ کہتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی،جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ نے علی و فاطمہ،حسن و حسین کو بلا بھیجا اور فرمایا:یہی ہمارے اہل بیتؑ ہیں۔(۲)

اس کے علاوہ بھی بہت ساری حدیثیں ہیں اس کثرت سے یہ حدیثیں پائی جاتی ہیں کہ

---

(۱) صحیح مسلم ج:۴ص:۱۸۸۳،کتاب فضائل صحابہ،فضائل اہل بیت نبیؐ کے باب میں تحفۃ الاحوذی ج:۹ص:۴۹

(۲)مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۵۸،کتاب معرفت الصحابہ،اہل رسول اللہ کے مناقب میں

جب اہل بیتؑ کی لفظ کا استعمال ہوتا ہے یہی حضرات سمجھے جاتے ہیں اور اگر اہل بیت کی لفظ میں عمومیت پیدا کرنا ہے تو پھر تصرف اور خاص توجہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

مذکورہ بالا صراحتوں میں نبیؐ کے بعد صرف امیرالمومنینؑ کو حق حاصل ہے اور خلافت کا تعین صرف آپ کی مقدس ذات کے لیئے ہے اسی سے عباس ابن عبدالمطلب نے آپ کی بیعت کرنی چاہی تھی اور آپ کے دونوں فرزندان امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ کے حکم کی پیروی کرتے تھے بنی ہاشم اور ان کے نقش قدم پر چلنےوالے آپ ہی کا نام پکار رہے تھے ابوبکر کے مقابلے میں صرف آپ ہی کی ایک ہستی تھی جو خلافت کی صلاحیت رکھتی تھی جبکہ انصار کا دعوی ختم ہوچکا تھا یہ تمام باتیں حدیث ثقلین سے آپ کی بیعت کو واجب قرار دیتی ہیں،مزید تاکید جب حاصل ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث ثقلین غدیر خم کا مقدمہ ہے،غدیر خم میں امیرالمومنین کو خلافت کے لئے منصوب کیا تھا اور غدیر سے پہلے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی۔

ہاں اگر اس حدیث کو غدیر سے الگ کر بھی دیا جائے تب بھی تنہا یہ حدیث اہل بیتؑ کی اطاعت اور متابعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ خلافت کے درمیان ہے اور ان سے خارج نہیں ہوسکتی البتہ یہ حدیث اہل بیتؑ میں کسی خاص شخص کو امام معین نہیں کرتی لیکن گزشتہ ضمیمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امامت کا تعین امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ کی ذات کے لئے ہے۔

سوال نمبر۔۷

واقعہ غدیر کے بارے میں شیعوں کا کہنا ہے کہ وہ متواتر ہے لیکن اہل سنت نے اپنی حدیث کی کتابوں میں اس کو نقل نہیں کیا ہے پھر وہ واقعہ متواتر کیسے ہو یا جبکہ اہل سنت نے کسی کمزور خبر احاد کے طور پر بھی اس کو نہیں لکھا ہے؟

جواب:میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ نے اتنی بڑی بات کیسے کہہ دی جبکہ شیعہ سنی دونوں ہی روایت غدیر پر متفق ہیں محدثین،مفسرین اور مورخین نے اس واقعہ کو اسی شان و شوکت سے لکھا ہے جس شان و شوکت سے دنیا کے بڑے اور مشہور واقعات لکھتے ہیں شعرا نے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں نظم کیا ہے اور علما نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں پیش کیا ہے۔

اب تک کسی مورخ نے اس واقعہ سے انکار نہیں کیا ہے اگر کہیں ایک دو آدمیوں نے انکار بھی کیا ہے تو اکثریت نے اس کی مخالفت کی ہے۔[1]

اس واقعہ کو موضوع بنا کر بہت سے لوگوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں،ان میں کتابوں میں ایک کتاب الغدیر بھی ہے اس کتاب کا پورا نام الغدیر فی الکتاب و السنہ و الادب ہے اس کی تالیف شیخ عبدالحسین امینی نے کی ہے۔

یہ کتاب گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے جو چھپ چکی ہے اور میرے علم میں ہے،جو مصادر شیعہ کے

---

(۱)الغدیر ج:۱ص:۲۹۴۔۳۲۲

ور پ پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی ےَں ۔ ر حدیث نریز اور ان کے واقع کو اہل بیت کی روایت سے ثابت کیا ہے۔

شیہ امینی نے واقعہ نریز کو ایک سو دس صحابہ اور چوراسی تابٔ ین کے حواے سے لکھا ہے تین سو ساٹھ علمائے اہل سنت نے مختہ-ف طبقوں میں اس کی روایت کی ہے اور شیہ امینی نے ہر عالم کی کتاب کا حوا ۔ دیا ہے ظاہر ہے کہ موضوع اتنا و-یع ہے کہ۔ اس مختص-ر کتاب میں اس کے تمام پہلوؤں کو سمیہ کے بیان کر دینانا ممکن ہے۔اگر تواتر سے آپ کی مراد یہ ہے کہ۔ اس واقعہ۔ کی تفص-یل اور خصوصیات میں تواتر چاہئیے تو شیعہ اس تواتر کا دعوی نہیں کرتا بلکہ شیعہ اجمالی تواتر کا دعوی کرتا ہے اگر چہ پھ کتابوں میں پ-ھ حہ-اد اور روایت کے چند طریتے تواتر کی حد تک نہیں کرتا بلکہ شیعہ اجمالی تواتر کا دعوی کرتا ہے اگر چہ پھ کتابوں میں پھ حاد اور روایت کے چند طریتے تواتر کی حد تک نہیں پہونچتے لیکن اس سے شیعوں کا دعوائے تواتر نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ تمام حادثات جن کے ت-واتر کا دعوی کیا جاتا ہے مقام روایت میں سب اسی طرح ہیں جیسے کہ کر مہ میں مسلمانوں کی جفا کشی حضور سرور کائناتؐ کی مدینہ۔ منہ-ورہ کی طرف ہجرت آپ کے دور کے غزوات یا واقعات اور حجۃ الوداع و نیرہ...میں سوچتا ہوں کہ نریز کے سلسلے میں ج-و اہ-م ب-اتیں ہ-یں انہیں زمانے کے تسلسل کے ساتھ یہاں بیان کر دینا بہتر ہوگا میں کو شش کر وں گا کہ عبارت اس طرح ہو کہ ان چند واقعات و حوادث کے مصادر کا تذکر ہ اور ان کے ثبوت کے طریتے پیش کر دئے جائیں۔

واقعہ غدیر کے موقع پر آیت کا نازل ہونا

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ[1]

ترجمہ:اے پیغمبر آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے اوپر جو پھ نازل ہوچکا ہے اسے پہونچادیں اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو گویا آپ نے رسالت کا کوئی کام نہیں کیا اور اللہ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

(ا)سورہ مائدہ آیت:٦٧

یہ آیت امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت کی تبلیغ کے بارے میں نازل ہوئی سرکار دو عالمؐ نےاسی آیت کی وجہ سے غدیر خم میں خطبہ دیا اور ولایت علیؑ کا اعلان کر دیا بہت بڑی جماعت نے اس حدیث کو اپنی کتابیں میں لکھا ہے۔

۱۔حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی کو وفات ۳۲۷ھ میں ہوئی یہ اپنی اسناد کے ساتھ ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں یہ آیت غدیر خم میں علی ابن طالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی حافظ عبدالرحمن کی کتاب کی بنیاد پر سیوطی[۱]اور شوکانی[۲]نے بھی یہ روایت کی ہے۔

۲۔حافظ ابوبکر احمد بن موسی بن مردویہ اصفہانی ان کی وفات ۴۱۶ھ میں ہوئی یہ اپنی اسناد کے ساتھ ابوسعید خدری سے سیوطی اور شوکانی کی روایت نقل کرتے ہیں۔

۳۔ابوالحسن ابن احمد بن علی بن متویہ واحدی نیشاپوری متوفی۴۶۸ھ غدیر کی روایت ابوسعید خدری سے نقل کرتے ہیں۔[۳]

۴۔عبیداللہ بن عبداللہ حاکم نیشاپوری جو ابن حداد حسکانی کے نام سے مشہور ہیں ان کی وفات پانچویں صدی ہجری کے آخر میں ہوئی اپنی سند کے ساتھ حدیث غدیر کی روایت ابن عباس اور جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کرتے ہیں۔[۴]

۵۔حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ شافعی جو ابن عساکر کے نام سے مشہور ہیں اور لقب ثقۃ الدین ہے اپنی اسناد کے ساتھ ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں اور سیوطی[۵]و شوکانی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔[۶]

---

(۱)الدر المنثور،ج:۲،ص:۲۹۸،آیت کی تفسیر میں (۲)فتح القدیر،ج:۲،ص:۶۰،آیت کی تفسیر میں

(۳)اسباب النزول واحدی،ص:۱۳۵،آیت کی تفسیر میں

(۴)شواہد التنزیل لقواعد التفصیل و التاویل،ج:۱،ص:۲۵۰۔۲۵۱،آیت کے نزول میں

(۵)در منثور،ج:۲،ص:۲۹۸،آیت کی تفسیر میں (۶)فتح القدیر،ج:۲،ص:۶۰،آیت کی تفسیر میں

شیخ امینی نے تو ان کتابوں اور راویوں کی تعداد تیس تک پہونچائی ہے[1] لیکن ان میں سے بعض حضرات کا خیال ہے کہ آیہ بلغ کا ایک رخ واقعہ غدیر بھی ہے۔اور بعض نے ایسے مصادر کا تذکرہ کیا ہے جو اب تک میری نظر سے نہیں گزرے ہیں شیعہ مصادر کا تذکرہ یہاں عمداً چھوڑ رہا ہوں اگرچہ ان مصادر کی صداقت کا قائل ہوں اس کے علاوہ بھی بہت سے مصادر ہیں جو حدیث غدیر سے بھرے پڑے ہیں جیسا کہ ثعلبی کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر میں محمد بن علی الباقر علیہ السلام اور ابن عباس سے بھی روایت کی ہے۔[2] آئندہ صفحات میں ہم امام رازی کے کلام پر بھی بات کریں گے جہاں انہوں نے اپنی تفسیر میں مبارک باد کا تذکرہ کیا ہےور اس کو ان دو بزرگواں امام محمد باقرؑ اور ابن عباسؓ کے علاوہ براء ابن عازب کی طرف بھی منسوب ہے۔

آیہ بلغ کا نزول غدیرخم میں

۲۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ اعلان ولایت کی حدیث کا واقعہ غدیر خم میں ہوا حدیث و تاریخ کی دنیا میں یہ بات اس حد تک ثابت اور مسلم ہے کہ یہ حدیث((حدیث غدیر))کے نام سے مشہور ہوگئی اس کے باوجود اہل سنت و الجماعت کے بہت سے لوگوں نے اس صراحت بھی کر دی ہے مثلاً:

۱۔ابوالمحاسن یوسف بن موسی حنفی۔[3]

۲۔حنبلی فرقہ کے امام احمد بن حنبل شیبانی متوفی۲۴۱ھ[4]

۳۔حافظ ابوسعید ہیثم بن کلیب شاشی متوفی۳۳۵ھ[5]

---

(۱)الغدیر ج:۱ص:۲۱۴۔۲۲۹ (۲)الغدیر ج:۱ص:۲۱۷

(۳)معتصر المختصر ج:۲ص:۳۰۷،کتاب النکاح فی کراہۃ التزویج علی فاطمۃ ج:۲ص:۳۰۱

(۴)مسند احمد ج:۱ص:۸۴۔۱۱۸۔۱۵۲،مسند بن ابی طالب ج:۴ص:۲۸۱،حدیث براء بن عازب ج:۱ص:۳۶۸۔۳۷۲،حدیث زید بن ارقم

(۵)مسند الشاشی ج:۲ص:۱۲۷،حارث بن مالک نے سعد سے روایت کی ہے،ص:۱۶۶،اس میں عامر بن سعد نے سعد سے روایت کی۔

۴۔حافظ ابوعمر یو ف بن عبداللہ محمد بن عبـر البرنمـری قر بـی متـوفی۴۳٦ھ[۱]۵۔حـافظ ابوعبـرا حـن احمـر بـن شـعیب نسـائی متوفی۳۰۳ھ[۲]٦۔حافظ ابوالحـن علی بن ابی بکـ بن سـیمان ہیثمی متوفی۸۰۷ھ[۳]۷۔ابوبکـ عبداللہ بن محمد ابوشیعہ کوفی متوفی۲۳۵ھ[۴]

۸۔حافظ ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد حنبلی مقدسی متوفی٦۴۳ھ[۵]

۹۔حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری(ابن بیع کے نام سے مشہور ہیں)متوفی۴۰۵ھ[٦]

۱۰۔حافظ ابوبکـ احمد بن عمرو بن ابوالعا م بن مخـر شیبانی متوفی۲۸۷ھ[۷]

۱۱۔حافظ ابویـلی احمد بن علی بن مثنی مو لی تمیمی متوفی۳۰۷ھ[۸]

۱۲۔حافظ ابوالقاسم سـیمان بن احمد بن ایوب طبرانی متوفی۳٦۰ھ[۹]

---

(۱)ا تیعاب ج:۳ص:۳٦،علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حالات میں

(۲) نن کبری نسائی ج:۵ص:۴۵،کتاب مناقب فضائل علی علیہ السلام،ص:۱۳۲،کتاب خصائص باب قول نبیؐ ص:۱۳۴،کتاب الخصائص،الترغیب ن مـولاۃ علیؑ،و ا یـب نـن معاداتہ،و رواہ اسی طرح کتاب خصائص علی ص:۹۳قول نبیؐ،ص:۱۰۰

(۳) مجمع ا زوائدج:۹،ص:۱۰۴،۱۰۵،۱۰٦،۱۰۷،کتاب مناقب علی،باب مناقب علی بن ابی طالبؑ

(۴)مصنف ابن ابی شیبۃج:٦،ص:۳۷۲،کتاب فضائل علی ابنی ابی طالبؑ

(۵)الحادیث الُختارۃ ج:۲،ص:۱۰۵،۱۰٦،روایت سعید بن و ب ہمدانی حضرت علیؑ سے

(٦)مستدرک علی صحیحین ج:۳،ص:۱۱۸،کتاب مـ رفت صحابہ،مناقب علی ابن ابی طالبؑ سے ص:۱۲٦،کتاب مـ رفت صحابہ،مناقب علی ابن ابی طالبؑ سے ص:٦۱۳۔

(۷)السنۃ لابن ابی عا م ج:۲،ص:٦۰۷،باب من کنت مولاہ فـ لی مولاہ

(۸)مسند ابی یـ لی ج:۱،ص:۴۲۹،مسند علی ابنی ابی طالبؑ میں

(۹) معجم الـ غیرج:۱،ص:۱۱۹، معجم الـبیرج:۴ص:۱٦،روایت(حبشی بن جنادہ سلولی)ج:۵،ص:۱۷۰روایت ابوضحٰی مسـم یح نے زید ابن ارقم سےص:۱۷۱روایت یحیٰی بن جعدہ زید بن ارقم سےص:۱۹۲،روایت ابواسحاق یمی نے زید سے،ص:۱۹۴،روایت ثوی بن ابی فاختہ نے زید بن ارقم سےص:۱۹۵روایت عطیہ العونی نے زید بن ارقم سے

۱۳۔عزالدین علی بن محمد المعروف ابن اثیر جزری متوفی۶۳۰ھ[1]

۱۴۔حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی۷۷۴ھ وغیرہ[2]

بہت زیادہ حدیثوں میں سے بعض حدیثوں کا ہم تذکرہ کرنے والے ہیں ان میں روایت ہے کہ یہ واقعہ مقام جحفہ میں پیش آیا ان حدیثوں کا ایک راوی دوسرے کا حوالہ دیتا ہے اس لئے کہ غدیر خم جحفہ کے پاس واقع ہ لسان عرب میں لکھا ہے کہ غدیر خم کہ اور مدینہ کے درمیان مقام جحفہ میں ہے ابن درید نے لکھا ہے کہ خم کی(خ) مضموم(پیش کے ساتھ)پڑھی جائےگی اور اس کا تذکرہ حدیثوں میں آیا ہے،ابن اثیر کہتے ہیں کہ غدیر خم کہ اور مدینہ کے درمیان ہے جہاں ایک چشمہ پایا جاتا ہے انہیں دونوں شہروں کے درمیان وہاں ایک منبر بھی ہے جو ہمارے سردار پیغمبر اسلامؐ کی منبر ہے ظاہر ہے کہ وہاں منبر واقعہ غدیر کی یادگار کے طور پر بنائی گئی ہے۔

غدیر میں نبیؐ کا نماز جماعت کے لئے پکارنا

۳۔تیسری بات یہ ہے کہ اس موقع پر سرکار دو عالمؐ نے نماز جماعت کا اعلان کر دیا تا کہ نماز جماعت میں جمع ہو کر مسلمان آپؐ کا خطبہ اور حدیث سنیں۔علما اہل سنت کی ایک بڑی جماعت نے اسے لکھا ہے لاحظہ ہو۔الف:حافظ ابوالحسن علی ابن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی[3]ب:ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابوشیعہ کوفی[4]ج:حنبلی فرقہ کے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی[5]

---

(۱)اسد الغابہ،ج:۳ص:۱۰۷،حالات عبدالرحمٰن بن عبد رب انصاری میں

(۲)البدایۃ و النھایۃج:۷ص:۳۴۹،ہجرت کے چالسویں سال،باب ذکر فضائل علی بن ابی طالبؑ

(۳) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۰۶،کتاب مناقب،مناقب علی ابن ابی طالبؑ کے باب میں،من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے ذیل میں

(۴)مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶ص:۳۷۲،کتاب فضائل،فضائل علی بن ابی طالبؑ

(۵)مسند احمدج:۴،ص:۲۸۱،حدیث براء بن عازب میں ص:۳۷۲،حدیث زید بن ارقم میں

۴۔چوتھی بات یہ ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے کم دیا کہ جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ واپس آجائیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کا انتظار کیا جائے تا کہ آپ کی تبلیغ کو عموم حاصل ہوجائے اور ہر آدمی تک بات پہونچ جائے اس بات کو بھی اہل سنت کے بہت سے علما نے لکھا ہے جیسے

الف:حافظ ابوعبدالرحمن شعیب نسائی[۱]ب:حافظ ضیاءالدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد حنبل مقدسی[۲]

غدیر کے دن حضور اکرمﷺ کا خطبہ

۵۔پانچویں اہم بات یہ ہے کہ اس دن سرکار دو عالم کا خطبہ ہے،بہت سی حدیثوں میں اگرچہ لوگوں نے اس خو خطبہ سے تعبیر نہیں کیا ہے لیکن اس کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے تو((قال))ضرور لکھا ہے یعنی ((خطب))نہیں لکھا ہے بلکہ((قال))لکھا ہے(یعنی حضورؐ نے فرمایا)گر بعض حضرات نے خطبہ سے بھی تعبیر کیا ہے جیسے مسند احمد[۳]اور نسائی کتاب سنن کبری[۴]میں خطبہ ہی لکھا ہوا ہے، سنن کبری میں لکھا ہے کہ آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

دوسری کتاب میں ہے کہ آپؐ نے حمد و ثنائے الٰہی کیا اور فرمایا:اور اسی طرح کے الفاظ دوسرے لوگوں نے بھی استعمال کئے ہیں اس لئے کہ پیغمبرؐ کے ساتھ اس وقت بہت سے لوگ تھے۔

مختصر یہ ہے کہ حدیث کے بہت سے طریقے ہیں اور مختلف طریقوں سے کلام نبیؐ کی نقل کی گئی ہے بعض نے اختصار سے کام لیا ہے اور بعض نے تفصیل سے پھر جس نے تفصیل سے کام لیا ہے

---

(۱) سنن کبری نسائی ج:۵ص:۱۳۵،کتاب الخصائص علیؑ سے محبت کی ترغیب اور ان سے دوری کے لئے پرہیز اور اسی طرح کتاب خصائص علیؑ میں بھی روایت کی ہےص:۱۰۱

(۲)احادیث المختارہ ج:۳ص:۲۱۳،عائشہ بنت سعد نے اپنے باپ سے اس کی روایت کی ہے

(۳)مسند احمدج:۴ص:۳۷۲،زید بن ارقم کی حدیث

(۴)مسند احمدج:۵،ص:۱۳۴،کتاب الخصائص ص:۱۰۰،علیؑ کی محبت کی ترغیب اور ان سے دوری سے پرہیز

ان میں کثرت و قلت کا اختلاف ہے ہم یہاں پھ متن پیش کر رہے ہیں۔

حذیفہ بن اسید سے روایت ہے کہ جب سرکارؐ حج آخر سے واپس آرہے تھے تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو ان درختوں کے پاس روکا جو ایک وادی میں تھے اور وہیں اترنے کا حکم دیا پھر آپؐ نے وہاں پھ لوگوں کو بھیج کر کانٹے و خیرہ کی صفائی کرائی تاکہ وہاں نماز پڑھ ی جائے پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! مجھے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ ہر نبیؑ اپنے سابق نبیؐ کی آدھی عمر کے برابر زندہ رہتا ہے میں سمجھ رہا ہوں کہ مجھے میرے رب کی طرف سے بلایا جائے گا تو میں داعی اجل کو لبیک کہوں گا، مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دوگے انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ کی، جہاد کیا اور ہماری خیرخواہی کی خدا آپ کو بہتر جزائے خیر دے۔

آپؐ نے فرمایا کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ خدا کے علاوہ اللہ نہیں محمد اس کا بندہ اور رسول ہے اور یہ کہ خدا کی جنت حق ہے جہنم حق ہے، موت حق ہے، موت کے بعد زندہ کیا جانا حق ہے قیامت آنےوالی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور خدا قبروں سے مردوں کو مبعوث کرے گا انہوں نے کہا ہاں! ہم اس بات کے گواہ ہیں۔ آپ نے فرمایا پالنےوالے گواہ رہنا پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! میرا مولا خدا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں، پس میں جس کا مولا ہوں یہ بھی اس کا مولا ہے آپ کی مراد علیؑ سے تھی پالنےوالے اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرےاور اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے پھر فرمایا اےلوگو! میں تم سے جدا ہوجاؤں گا اور تم لوگ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوگے حوض کوثر جو صنعاء اور بصرہ کے درمیان کی مسافت کے برابر پھیلا ہوا ہےاس میں چاندی کے پیالے، ستاروں کی تعداد کے برابر چمک رہے ہیں وہاں جب تم میرے پاس آؤگے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں پوچھوں گا تو سوچو کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو ثقل اکبر اللہ کی کتاب ہے یہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کا ایک کنارہ اللہ کے

ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے تم اس کو پکڑے رہو گمراہ مت ہونا بدل مت جانا(اور دوسرا ثقل)ہمارے اہل بیت ہماری عترت ہیں مجھے لطیف و خبیر نے خبری دی ہے کہ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔[1]

اس خطبہ کو دیکھئے بعض حدیثوں میں اس خطبہ میں کچھ اضافہ کے ساتھ وارد ہوئے ہیں بعض میں کچھ تقلیل کی گئی ہے لیکن جن طریقوں سے بھی حدیث وارد ہوئی ہے بہرحال ان تمام حدیثوں میں ایک جملہ اجماع کی حدوں کو چھوتا ہے اور وہ جملہ یہ ہے:جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے یا جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے یا اسی کے ہم معنی کوئی جملہ۔

ہاں بعض شاذ حدیثوں میں نبی کا اقتصار صرف حدیث ثقلین پر کر دیا گیا ہے جیسے یزید بن حیان کہتا ہے میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم صحابی کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے کہا اے زید آپ نے تو خیر کثیر حاصل کیا آپ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ نے حدیثیں سنیں اور آپ نے ان کے ساتھ غزوات میں جہاد کیا ور آپ نے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا زید آپ نے تو خیر کثیر حاصل کیا : ائے مہربانی ہمیں بھی کچھ حدیثیں سنایئے جو آپ نے پیغمبرؐ سے سنی ہیں زید کہنے لگے بھتیجے اب میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور پیغمبرؐ نے جو کچھ سنایا تھا اس میں سے کچھ بھول گیا ہوں اس لئے جو حدیث بیان کر رہا ہوں اسی پر اکتفا کرو اور مجھے زیادہ تکلیف مت دو پھر کہنے لگے کہ ایک دن سرکارؐ ایک چشمہ کے پاس جسے خم کہتے ہیں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے وہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے بہرحال آپؐ نے خدا کی حمد و ثنا اور ذکر و وعظ کرتے رہے پھر فرمایا((اما بعد:اے لوگو!میں ایک بشر ہوں اور قریب ہے کہ خدا کا پیغام مجھ تک پہونچے اور میں لبیک میں تمہارے درمیان دو

----

(۱) معجم کبیرج:۲ص:۱۸۰،حذیفہ بن اسید ابوسریحۃ الغفاری میں جس میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ نے حذیفہ بن اسید سے روایت کی ہے، مجمع الزوائدج:۹،ص:۱۶۳،کتاب المناقب باب فضائل اہل بیتؑ میں،تاریخ دمشق ج:۴۲،ص:۲۱۹،علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں

پیزیں چ وڑے جارہا ہوں اول کتاب خدا جس میں ہدایت اور نور ہے پس کتاب خدا کو پکڑے رہو اور اس سے تمسک ر کو پس کتاب خدا کے التزام پ ابھارا پھر فرمایا اور دوسرے میرے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد رکھنا،میرے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد رکھنا خدا کو یاد رکھنا،حصین نے پوچھا اہل بیتؑ کون ہیں؟

جب اس حدیث کے مختلف طریقوں پ غور کیا جاتا ہے تو پھر کوئی شبہ باقی نہیں ر تا ہے کہ حدیث میں کاٹ چھان ہوئی ہے یا خود زید بن ارقم نے اس میں سے پھ حصہ اڑا دیا یا رجال نے و اس حدیث کے سلسلے میں آئے ہیں اور یہ کاٹ چھان بھی یا تو عمداً کی ہے یا اس لئے کہ خطبہ میں مولائے کائناتؑ کی ولایت کا اعلان ہے اور یہ ان کے مزاج سے میل نہیں کھاتا ہے یا خوف کی وجہ سے کی ہے اس لئے کہ بنوامیہ کے دور کومت میں مولائے کائناتؑ سے کھلی د شمنی کی جاتی تھی،اس کی طرف یزید بن حیان کی حدیث اشارہ کر تی ہے۔

راوی اپنے تتمہ کلام میں کہتا ہے کہ یزید بن حیان نے مجھ سے کہا کہ زید بن ارقم نے بیان کیا ہے:ایک بار عبیداللہ بن زیاد نے مجھے بلایا میں اس کے پاس یا تو وہ بولا زید تو یسی حدیثیں رسول اللہ لی اللہ علیہ و آ و سم کی روایت کر تا ہے اور بیان کرتا ہے جن کو ہم کتاب خدا میں نہیں پاتے،تو کہتا ہے کہ جنت میں ایک حوض ہوگا زید نے کہا مجھے یہ بات پیغمبرؐ نے بتائی ہے اور مجھ سے اس حوض کا و رہ بھی کیا ہے۔عبیداللہ بولا تو جوٹا ہے بلکہ تو بوڑ ا ہو یا ہے اس لئے خ افات بک رہا ہے زید نے کہا میں نے ا پنے کانوں سے یہ بات پیغمبرؐ سے سنی ہے اور میرے دل میں یہ بات ا پی ہے۔(۱)

ظاہر ہے کہ جب کومت امویہ زید سے منقول حدیث حوض کا انکار کر سکتی ہے تو پھر ان حدیثوں کی کیا گت بنائی گئی ہوگی جن میں مولائے کائناتؑ کی ولایت کا اعلان ہے،بہرحال ایک بات طے ہے کہ طرق حدیث میں نبیؐ کے خطبہ کا پ ھ حصہ اڑا دی یا ہے خاص ور سے وہ حصہ جس

----

(۱)مسند احمدج:۴ص:۳۶۶،زید بن ارقم کی حدیث

میں ولایت والی بات ہے جیسا کہ بہت سے طرق حدیث میں اس کو شامل رکھا یا ہے۔

بلکہ نزیہ میں اعلان ولایت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اس لئے جب بھی مطلق نزیہ کہا جاتا ہے تو مرثین کا ہی نہیں بلکہ ء ام مسلمان کا ذ ن بھی حدیث ولایت کی طرف چلا جاتا ہے اور کانوں میں پیغمبر کا یہ قول گونجنے لگتا ہے((من کنت مولا فہ لی مولاہ)) جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں یا جس کا میں ولی ہوں اس کے علیؑ ولی ہین یا اس طرح کے جملے کو ایک بڑی جماعت نے صحیح قرار دیا ہے ان میں بُ کا حوا ہم ذیل میں عرض کر تے ہیں۔

۱۔ابوعیسی محمد بن عیسی الترمزی سلمی متوفی۲۷۹ھ(۱) ۲۔حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم الُنبی نیشاپوری۔(۲)

۳۔حافظ ابوالحسن علی ابن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی(۳) ۴۔ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافی متوفی۸۵۲ھ(۴)

۵۔حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ محمد عبدالبرنمری قرطبی(۵)

۶۔ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد الطبری متوفی۳۱۰ھ(۶)

۷۔ابوالحسن یوسف بن موسی الحنفی(۷)

----

(۱) سنن ترمذی ج:۵ص:۶۳۳،کتاب مناقب رسول اللہؐ،باب مناقب علی بن ابی طالبؑ

(۲)مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۱۹،۱۱۸،کتاب معرفت صحابہ،مناقب علی ابی طالبؑ ص:۶۱۳،کتاب معرفت صحابہ،حالات زید بن ارقم کی روایت میں

(۳) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۰۴۔۱۰۵۔۱۰۶۔۱۰۷۔۱۰۸،کتاب مناقب،باب مناقب علی بن ابی طالبؑ اور باب قول رسولؐ،من کنت مولاہ فہ لی مولاہ،

(۴)فتح الباری ج:۷ص:۷۴

(۵)الستیعاب ج:۳،ص:۳۶،حالات علی بن ابی طالبؑ میں

(۶)تھذیب التھذیب ج:۷ص:۲۹۷،حالات امام علی بن ابی طالبؑ میں

(۷)معتصر المختصرج:۲ص:۳۰۱،کتاب جامع ممالیس نی موطا،مناقب امام علیؑ میں

۸۔ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ثمان بن قائماز ذہبی متوفی۷۴۸ھ[۱]انہوں نےابن کثیر سے بھی روایت لی ہے۔[۲]

۹۔علی بن ؛ ہان الدین شافی الحلبی متوفی۱۰۴۴ھ[۳]

۱۰۔حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر شافی دمشقی متوفی۷۷۴ھ[۴]

۱۱۔حافظ عماد الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد حنبلی مقدسی۔[۵]

۱۲۔محمد ناصرالدین البانی اور ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ ہیں۔[۶]

بلکہ ایک جماعت نے صریحاً کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے،متواتر ہونے کی صراحت کرنےوالوں میں کچھ علماء کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ثمان قائماز ذہبی۔[۷]

۲۔حافظ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی۹۱۱ھ[۸]اور کتانی نے انہیں کے حوالے سے نقل کیا ہے۔[۹]

----

(۱)تذکرۃ الحفاظ ج:۳ص:۱۰۴۳،حالات حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری

(۲)البدایۃ و النھایۃ ج:۵ص:۲۰۹،فی ل ن ذ اد الحدیث الدال علی انہ علیہ السلام خطب بمکان بین ۃ و المدینۃ من حجۃ الوداع

(۳)السیرۃ الحلبیۃج:۳ص:۳۰۸،حجۃ الوداع میں

(۴)البدایۃ و النھایۃ ج:۵ص:۲۱۰،فی ل ن ذ اد الحدیث الدال علی انہ علیہ السلام خطب بمکان بین ۃ و المدینۃ من حجۃ الوداع

(۵)الاحادیث المختارۃج:۲ص:۱۰۵،روایت سعید بن و ب ہمدانی حضرت علیؑ سےج:۳ص:۱۳۹

(۶) صحیح سنن ابن ماجہ ج:۱ص:۲۶،باب فضائل اصحاب رسول اللہؐ

(۷) سیرہ اعلام النبلاءج:۸،ص:۳۳۵،فی آخر حالات المطلب بن زیاد

(۸)البیان و التعریف ج:۲،ص:۲۳۰،حدیث۱۵۷۷

(۹)نقلہ عن المناوی فی نظم المتناثر ص:۱۹۵

۳۔ابوعبداللہ محمد بن جعفر کتانی۔[۱]

جناب شیخ امینی نے اتنی بڑی جماعت کے کلمات نقل کئے ہیں کہ کسی طرح حد تواتر سے کم نہیں ہیں۔[۲]

اور بڑی جماعت نے اس حدیث کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں ان مؤلفین میں سے چند کے نام لاحظہ ہوں۔

۱۔ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری یہ صاحب تاریخ ہیں ان کے حوالہ سے ایک بڑی جماعت ناقل ہے جن میں ابن حجر[۳]اور ذہبی بھی ہیں۔تذکرہ حفاظ کے مولف لکھتے ہیں کہ میں نے ابن جریر کی ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث کے سلسلہ رواۃ کو دیکھ کر مجھے دہشت ہونےلگی۔[۴]اعلام النبلا کے مصنف کہتے ہیں کہ ابن جریر نے غدیر خم کے روایوں اور سلسلہ رواۃ کو چار جلدوں میں جمع کیا ہے میں نے کچھ حصوں کا مطالعہ کیا تو مجھے ان کی وسعت علم پر حیرت ہونےلگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ غدیر کا واقعہ بہرحال ہوا تھا[۵]ابن جریر کے معترفین میں ابن کثیر بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کی طرف ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے متوجہ کیا جو صاحب تاریخ و تفسیر ہیں،علامہ طبری نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھی ہیں،طرق اور الفاظ دونوں کتابوں میں وارد کئے ہیں اسی طرح ابوالقاسم بن عساکر نے اس خطبہ غدیر کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد کی ہیں ہم تو اس موضوع کی صرف نمایاں باتوں کو وارد کر رہے ہیں۔[۶]

----

(۱)نظم المتناثر ،ص:۱۹۴،عند ذکر الحدیث

(۲)الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب ج:۱،ص:۲۹۴۔۳۱۳

(۳)تھذیب التھذیب ج:۷،ص:۲۹۷،حالات امیرالمومنینؑ میں

(۴)تذکرہ الحفاظ ج:۲،ص:۷۱۳،حالات محمد بن جریر طبری

(۵) سیر اعلام النبلاءج:۱۴،ص:۲۷۷،حالات محمد بن جریر الطبری میں

(۶)البدایۃ و النھایۃ ج:۵،ص:۲۰۸،فصل فی ایراد الحدیث الدال علی انہ علیہ السلام خطب بمکان بین مکۃ و المدینۃ من حجۃ الوداع

۲۔ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید ہمدانی جو ابن عقدہ کے نام سے مشہور ہیں متوفی ۳۳۳ھ ان سے ایک جماعت نے ذکر کیا ہے جن میں ابن حجر بھی ہیں۔

ابن حجر اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں کہ ابوعباس بن عقدہ نے حدیث غدیر کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کے طریقوں کو جمع کیا ہے انہوں نے اسی حدیث غدیر کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کے طریقوں کو جمع کیا ہے،انہوں نے اسی حدیث کی روایت ستر اس سے زیادہ صحابیوں سے نقل کی ہے۔[۱]

فتح باری کے مولف لکھتے ہیں کہ جہاں تک حدیث((من كنت مولاه فهذا على مولاه))کا سوال ہے تو اس کو نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور بھی بہت سے طریقوں سے روایت کی ہے ابن عقدہ نے اس حدیث کے طریقوں کو ایک الگ کتاب میں جمع کیا ہے اس کی زیادہ تر اسناد یا تو صحیح ہیں یا حسن اور میں امام احمد سے روایت کرتا ہوں کہ جتنے فضائل مولائے کائنات کے ہم تک پہونچے ہیں کسی صحابی کے نہیں پہونچے۔[۲]

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی جیسا کہ انہوں نے حاکم نیشاپوری کے حالات میں لکھا ہے کہ حدیث طیر کے بہت سے راوی ہیں میں نے ایک کتاب میں الگ سے جمع کیا ہے اور راویوں کے اس مجموعہ کو دیکھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ حدیث طیر کی اصل ہے لیکن حدیث((من کنت مولاہ((تو اس کے بھی بہت سے راوی ہیں اور اس کے لئے بھی میں نے الگ کتاب لکھی ہے۔[۳]لیکن خطبہ کے باقی کے فقروں کے راوی مختلف ہیں اس خطبہ میں سرکار دو عالمؐ نے حدیث میں تقدیم کرنے کے لئے یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔کیا میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ صاحب اختیار نہیں ہوں؟یا یہ فرمایا تھا کہ:

----

(۱)تھذیب التھذیب ج:۷،ص:۲۹۷،حالات امیرالمومنینؑ

(۲)فتح الباری ج:۷ص:۷۳

(۳)تذکرۃ الحفاظ ج:۳ص:۱۰۴۲۔۱۰۴۳

میں مومنین کے نفسوں سے اولیٰ ہوں ان کے لئے؟))اس فقرہ کا بھی کثیر طریقوں سے ذکر کیا یا ہے یہاں تک کہ بات حد تـواتـ تک پہونچی ہے بلکہ پھ اس سے بھی زیادہ حدیث کی کتابوں میں یہ جملہ موجود ہے اور ایک جماعت نے اس کا ذکر کیا ہے ان میں۔

۱۔امام حنابلہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی ہیں(۱)۲۔حافظ ابوسعید ہیثم بن کلیب شاشی ہیں(۲)۳۔حافظ عبدا حٰن احمد بن شعیب نسـائی ہیں(۳)۴۔حافظ ابوالحـ ن علی بن ابوبکر بن سـیمان ہیثمی ہیں(۴)۵۔حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی ہیں(۵)۶۔ابـن اثیر جزری کے نام سے مشہور عزالدین علی بن محمد ہیں(۶)۷۔ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابوبکر شیبہ کوفی ہیں(۷)

۸۔ابوالحـ ن یو ف بن موسیٰ الحنفی(۸)۹۔حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ تمیمی بیشاپوری(۹)

---

(۱)مسند احمدج:۱ص:۱۱۹،مسند علی بن ابی طالبؑ ج:۴ص:۲۸۱،حدیث : اءبن عازب ص:۳۶۸۔۳۷۲،حدیث زید بن ارقم

(۲)مسند الشاشی ج:۲ص:۱۲۷،روایت حارث بن مالک نے سعید سے

(۳) نن کبریٰ نسائی ج:۵ص:۴۵،کتاب مناقب،فضائل علیؑ ص:۱۳۰۔۱۳۱،کتاب الخصائص،باب قول نبیؐ،ص:۱۳۴،کتاب خصائص:الترغیب نی موالاۃ علیؑ و التر یب نی معاداتـہ،اور اسی طرح روایت کی کتاب خصائص علیؑ میں ص:۱۰۱۔۱۰۰

(۴) مجمع ا زوائدج:۹ص:۱۰۴۔۱۰۵۔۱۰۷،کتاب مناقب،باب مناقب علی ابن ابی طالبؑ

(۵)البدایۃ و النھایۃج:۵ص:۲۰۹،حدیث: ریہ خم کے میدان میں جو فرمائی:ج:۷ص:۳۴۹

(۶)اسد الغابۃج:۴ص:۲۸،حالات علی بن ابی طالبؑ

(۷)مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶ص:۳۷۲،کتاب الفضائل،فضائل علی ابن ابی طالبؑ

(۸)معتصر المختصرج:۲ص:۳۰۱،کتاب جامع ممالیس نی الموطا:مناقب علیؑ

(۹)مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۱۸،کتاب م رفت صحابہ،مناقب امیرالمومنین علیؑ ص:۶۱۶

۱۰۔حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عمرو بن ابوعاصم الضحاک بن مخلد شیبانی[۱]

۱۱۔حافظ ابویعلی احمد بن علی بن مثنی مولی تمیمی[۲]

۱۲۔حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی[۳]

۱۳۔ابوالحسن علی بن عمر بن احمد دارقطنی متوفی۳۶۷ھ چھ لوگوں نے کہا ہے کہ:

من کنت مولاہ))کے بعد حضرت نے فرمایا:[۴]اللھم وآل من والاہ و عاد من عادہ(مالک تو اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس کو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے)اہل سنت کی ایک جماعت نے اس کا ذکر کیا کیا ہے اور بہت سے طریقوں سے وارد کیا ہے اہل سنت نے اس جملہ کو اپنی کتابوں میں شامل کیا ہے ان لوگوں کے چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ابوالحسن یوسف بن موسی حزنی[۵]۲۔امام حنابلہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی[۶]۳۔حافظ ابوسعید ہیثم بن کلیب شاشی[۷]

۴۔حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ محمد بن عبدالبرنمری قرطبی[۸]۵۔حافظ ابوعبدالرحمن بن شعیب نسائی[۹]

---

(۱)السنۃ لابن ابی عاصم ج:۲ص:۶۰۵،۶۰۶،باب من کنت مولاہ فعلی مولاہ

(۲)مسند ابی یعلی ج:۱ص:۴۲۹،مسند بن ابی طالبؑ

(۳) معجم الکبیرج:۵ص:۱۹۴،ص:۱۹۵،روایت عطیہ عوفی نے زید بن ارقم سے

(۴)جزء ابی طاہر ص:۵۰

(۵)معتصر المختصرج:۱ص:۳۰۷،کتاب النکاح:فی کراہۃ التزویج علی فاطمہ،اسی طرح،ج:۲ص:۳۰۱،کتاب جامع مماللیس فی الموطا

(۶)مسند احمدج:۱ص:۱۱۸۔۱۱۹،مسند علی بن ابی طالبؑ میں ج:۴ص:۲۸۱،حدیث براءبن عازبص:۳۷۲،حدیث زید بن ارقم،ج:۵ص:۳۷۰

(۷)مسند الشاشی ج:۲ص:۱۲۶

(۸)الاستیعاب ج:۳ص:۳۶،حالات علی بن ابی طالبؑ

(۹) سنن کبری نسائی ج:۵ص:۴۵،کتاب مناقب،فضائل علیؑ ص:۱۳۲،کتاب خصائص:باب قول نبیؐ اور اسی طرح روایت کتاب خصائص علی ص:۹۳،قول نبیؐ ص:۱۰۰،الترغیب فی مولاتہ و الترہیب عن معاداتہ

۶۔حافظ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی[1] ۷۔ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابوبکر شیبہ کوفی[2]

۸۔حافظ ضیاءالدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد حنبلی مقدسی[3] ۹۔حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم ضبی نیشاپوری[4]

۱۰۔حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی وغیرہ[6]

بہت سے لوگوں نے ((اللھم و آل من والاہ)) کی دعا کے ساتھ ((وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ)) (مالک تو اس کی مدد کرنا جو علی کی مدد کرے اور اس کو رسوا کر جو علی کو رسوا کرے) اس دعائیہ جملہ کی بھی روایت کی گئی ہے کہ سرکار نے حدیث من کنت مولاہ میں یہ بھی فرمایا تھا بہت طرق حدیث سے اس کی روایت کی گئی ہے اور ایک جماعت نے اس کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے:

۱۔ابوالمحاسن یوسف بن موسی حنفی[7] ۲۔حنبلی فرقہ کے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلی شیبانی[8]

---

(۱) مجمع الزوائد ج:۹ص:۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، کتاب مناقب، باب مناقب علیؑ

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶ص:۳۶۸۔۳۶۹۔۳۷۲، کتاب فضائل، فضائل علیؑ

(۳) الاحادیث المختارہ ج:۲ص:۱۰۵، ۱۰۶، فیما رواہ سعید بن وہب الھمدانی عن علیؑ

(۴) مستدرک علی الصحیحین ج:۳ص:۱۱۸، کتاب معرفت صحابہ، مناقب علیؑ ص:۱۲۶، کتاب معرفت صحابہ ص:۴۱۹، کتاب معرفت صحابہ، فی ذکر مناقب طلحۃ بن عبیداللہ التیمی

(۵) مسند ابی یعلی ج:۱ص:۴۲۹، مسند علی بن ابی طالبؑ ج:۱۱ص:۳۰۸

(۶) معجم الصغیر ج:۱ص:۱۱۹، باب من اسمہ احمد، معجم الکبیر ج:۴ص:۱۶، ص:۱۷۳، ج:۵ص:۱۷۰، ص:۱۷۱، ص:۱۷۵، ص:۱۹۲، ص:۱۹۳، ص:۱۹۴ص:۱۹۵، عطیہ عوفی نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے

(۷) معتصر المختصر ج:۱ص:۳۰۷، کتاب النکاح: کرامۃ التزویج علی فاطمہ

(۸) مسند احمد ج:۱ص:۱۱۹، مسند علی بن ابی طالب علیہما السلام میں

۳۔حافظ ابوالحـ ن علی بن ابوبکر سـ یمانی ہیثمی[۱]

۴۔علی بن بـ ہان الدین شافعی ی[۲]

ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ ہیں،یہ بھی بیان کیا یا ہے کہ سرکارؐ نے جس خطبہ زرین میں مولائے کائناتؑ کی ولایت پہ نـ ص فرمائی تھی اس خطبہ میں ترت و کتاب والی حدیث ثقلین بھی شامل ہے یا یہ کہ اسی خطبہ میں اعلان ولایت کے بعـ ر حـ ریث ثقلـ ـین عنایت فرمائی۔

ممکن ہے کہ اختلافات نقل کی جہت سے بھی ہوسکتے ہیں یعنی نقل بالمعنی یا بہت زمانہ زر جانے کی وجہ سے بھی ہوسکتے ہـ ـیں کہ ـ ر راوی نظم کلام یا تسلسل بـ ول یا یا یہ کہ خطبہ کے پھ فقرے بـ ول یا۔

بہرحال جو بھی وجہ ہو لیکن حدیث ثقلین بھی اس خطبہ میں ہے اس کی بـ طرق حدیث سے روایت کی گئی ہے اور ایک جماعت نے ذکر بھی کیا ہے لاحظہ ہو..

۱۔حافظ ابوعبدا حـ ن شعیب نسائی[۳]۲۔حافظ ابوالحـ ن علی بن ابوبکر بن سـ یمان ہیثمی[۴]۳۔حافظ ابوعبداللہ محمـ ر بـ ن عبداللہ حـ اکم ـ بی نیشاپوری[۵]۴۔حافظ ابوالقاسم سـ یمان بن احمد بن ایوب طبرانی[۶]۵۔ابوالحـ ن علی بن عمر بن حمددار قطنی[۷]

---

(۱) مجمع ا زوائدج:۹ص:۱۰۵،کتاب المناقب:باب مناقب علی بن ابی طالبؑ ن باب قو ـ((من کنت مولا فـ لی مولاہ))

(۲)الـ یرۃ الحـ بیۃج:۳ص:۳۰۸،حجۃ الوداع

(۳) ـ ن کبری نسائی ج:۵ص:۳۰۸،کتاب المناقب:فضائل علیؑ مین

(۴) مجمع ا زوائدج:۹ص:۱۶۴،کتاب المناقب:باب فضائل اہل بیت عـ ـ م السلام میں

(۵)مستدرک علی صحیحین ج:۳ص:۱۱۸،کتاب مـ رفۃ الصحابۃ:مناقب امیرالمومنینؑ میں

(۶) معجم الـ بیرج:۵ص:۱۷۱

(۷)جزءابی طاہر،ص:۵۰

٦۔حافظ عمادالدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی(۱)

۷۔علی بن برہان الدین شافعی حلبی و غیرہ(۲)

خطبہ غدیر میں اور بھی بہت سے فقرے ہیں جن کے بارے میں فی الحال ہم گفتگو کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

واقعہ غدیر میں اکمال کا نزول

٦۔غدیر خم میں جب سرکار دو عالمؐ نے علیؑ کی ولایت کی تبلیغ فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی:(الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا)(۳)

ترجمہ: آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کیں اور تمہارے لئے دین اسلام پر راضی ہوا۔

شیعہ امامیہ کا یہی مسلک ہے اور انھوں نے اس سلسلے میں آئمہ اہل بیت علیہ السلام کو اپنا مرجع بنایا ہے اور انہیں حضرات علیہم السلام سے روایتیں لی ہیں۔

اہل سنت میں ابوسعید خدری، ابوہریرہ، زید بن ارقم اور مجاہد نے مانا ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں اعلان ولایت کے بعد نازل ہوئی اور شیعہ نے اس آیت کے ذیل میں اہل سنت کے علما کے بہت سے نام پیش کئے ہیں۔(۴)

---

(۱)البدایۃ و النہایۃ ج:۵ص:۲۰۹،فصل فی ایراد الحدیث...من حجۃ الوداع،اسی طرح،ج:۷ص:۳۴۸،(سنۃ اربعین من الہجرۃ النبویہ)باب ذکر شئی من فضائل امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ میں

(۲)السیرہ الحلبیۃ ج:۳ص:۳۰۸،حجۃ الوداع میں

(۳)سورہ مائدہ آیت:۳

(۴)الغدیر فی کتاب و السنۃ و الادب ج:۱ص:۲۳۰،۲۳۸،

جو اس بات کے قائل ہیں کہ اس آیت کی شان نزول غدیر ہے ان علما میں ابونعیم اصفہانی ہیں آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام((ماانزل من القران فی علی))(یعنی قرآن میں جو علی کے بارے میں نازل ہوا)وہ اپنی اسناد سے ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ نے غدیر خم میں لوگوں کو علیؑ کی طرف بلایا ببول کے درختوں کے نیچے جو کانٹے وغیرہ تھے ڈال کر اٹھایا اور اتنا بلند کیا کہ لوگ پیغمبر کے بغل کی سفیدی دیکھنے لگے پھر لوگ ابھی متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیہ((اکملت))نازل ہوئی پس سرکار نے فرمایا کہ:دین کے کامل ہونے،نعمت کے تمام ہونے،پروردگار کی میری رسالت کے پسند کرنے،اور علی کی ولایت پر راضی ہونے پر خدا کی تکبیر کرتا ہوں،پھر فرمایا:جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں،پالنےوالے تو اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے،اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے اور اس کو رسوا کر جو علی کو رسوا کرے،پھر حسان بن ثابت کھڑے ہوئے اور پوچھا،کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ علیؑ کے سلسلہ میں چند شعر پڑھوں آپ سنیں گے آپ نے فرمایا:خدا کی برکت ہو،بسم اللہ،پڑھو،حسان کھڑے ہوئے اور بولے:

اے قریش کے سردارو!میں شہادت پیغمبرؐ کے ساتھ اس ولایت کا بھی قائل ہوں جو ابھی پیش کی گئی یعنی((اشھد ان محمداً رسول کے ساتھ علی ولی اللہ))بھی کہوں گا پھر آپ نے کچھ اشعار پڑھے جو پیش کئے جائیں گے۔[1]

یوم غدیر کے بارے میں ابوہریرہ کی حدیث بھی پیش کی جائےگی۔

لیکن ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن مردویہ نے ہاروں عبدی سے اور انہوں نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ آیہ((اکمال دین))غدیر خم میں نازل ہوئی جب حضورؐ نے علیؑ کے لئے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں پھر وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ زی الحجہ کی۱۸تاریخ

----

(۱)الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب،ج:۱ص:۲۳۲

تھی ابوہریرہ کی مراد یہ ہے کہ جب حضور حجۃ الوداع سے واپس ہورہے تھے اس وقت کا یہ واقعہ ہے لیکن صحیح تر جو ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی اس کی روایت عمر بن خطاب اور علی ابن ابی طالبؑ نے کی ہے اور اسلام کے پہلے بادشاہ معاویہ اور ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس اور ثمرہ بن جندب نے بھی یہی روایت کی ہے۔[۱]

سیوطی کہتے ہیں کہ ضعف سندوں کے ساتھ ابن مردویہ اور عساکر نے ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ:جب پیغمبرؐ نے علیؑ کو غدیر خم میں کھڑا کیا پس آپ نے علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا تو جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

اور ابن مردویہ،خطیب اور ابن عساکر نے ضعیف اسناد کے ساتھ ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ جب غدیر خم کا دن آیا(وہ اٹھارہ ذی الحجہ تھی)تو آپ نے فرمایا:جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں،پس خداوند کریم نے آیہ اکمال دین نازل فرمائی۔[2]

شیخ امینی نے ان دونوں راویوں کو بعد میں ذکر کر کے جواب بھی دیا ہے اور اہل سنت کے معیار جرح و تنقید پر اس حدیث کو صحیح ثابت کیا ہے۔[۳]

انشااللہ یہ گفتگو اس وقت پیش کی جائےگی جب یوم غدیر کے بارے میں خطیب بغدادی سے حدیث میں قوت کا رجحان حدیث ابوہریرہ میں پایا جاتا ہے۔

یہ باتیں پیش بھی نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اہل سنت کے یہاں واقعہ غدیر کا تذکرہ شہرت کیا گیا ہے اس بات کو میں آپ کے سامنے پیش کروں احادیث سے احتجاج میرا ہدف نہیں ہے۔

----

(۱)تفسیر ابن کثیر،ج:۲ص:۱۵،آیت کی تفسیر میں

(۲)الدر المنثورج:۲ص:۲۵۹،آیت کی تفسیر میں

(۳)الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب،ج:۱ص:۴۰۲

ہادی اعظم نے علیؑ کے سر پر عمامہ باندھا

۷۔اس موقع پر حضور کائناتؐ نے علیؑ کے سر پر عمامہ باند ا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سرور کائناتؐ نے ׁریر کے دن میرے سر پر عمامہ باندھ کر پیچھے کی طرف شملہ چ‌وڑ دیا پھر فرمایا:اللہ نے بدر و حنین کے دن جب فرشتوں سے میری مدد کی تھی وہ ی‌ں عمامہ باندے ہوئے تے فرمایا عمامہ۔ کفـر اور ایمان کے درمیان حد فاصل ہے۔[۱]

حاضرین نے غدیرخم میں علیؑ کو مبارک باد دی

۸۔حدیث،تار‌یخ اور تفـ‌یر کے بہت سے علما نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے ولایت علیؑ کی نص فرمائی تـو حاضـرین نے مـولائے کائناتؑ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا اس بات کو لکھنےوالوں میں۔

۱۔ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی بکر شیبہ کوفی ہیں وہ ب‌اء بن عازب سے نقل کرتے ہیں کہ ہم سفر میں پیغمبرؐ کے ساتھ تـو تـے پس جب ہم ׁریر خم میں اترے تو حضورؐ نے نماز جماعت کا اعلان کرایا سرکار دو عالمؐ کے لئے درختوں کےنیچے صفائی کـ دی گئی آپ نے وہاں ظہر کی نماز پڑ ائی اور علی کا ہاتھ تھام کر لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگ نہیں مانتے کہ میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں ا‌ُوں نے کہا ہاں پھر پوچھا کہ کیا تم نہیں مانتے کہ میں ہر مومن پر اس کے نفس سے زیـادہ حـق رکھتـا ہـوں لوگوں نے کہا ہاں،آپ نے علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں،پالنےوالے تو اسے دوست رکھ جو علـی کو دوست رکے اور اسے د‌شمن رکھ جو علی کو د‌شمن رکے۔

---

(۱) ‌ن کبری ‌بی‌ ‌ق‌ی ج:۱۰ص:۱۴،کتاب السبق و ا ‌مایۃ:باب التحری‌ض علی ا ‌می اور اسی طـرح مسـند الطیالسی ج:۲ص:۲۳،احادیـث علـی بـن ابـی طالـبؑ میں،اکامـل ‌نـی ا‌لـ‌ضعفاءج:۴ص:۱۷۳،حالات عبدالبشر بن الشامی میں،الاصابۃج:۴ص:۲۵،حالات عبدالبشر بن الشامی میں،تحفۃ الاحوذی،ج:۵ص:۳۳۶،ابواب اللباس:باب ‌فی سـدل العمامـۃ بـین الکتفین

: اء نے کہا اس وقت عمر اٴے اور علی کے پاس گئے اور کہنے ے علی آپ کو مبارک ہو آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے۔[(۱)] ۲۔امام حنابلہ،ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی ہیں،امام صاحب نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ : اء بن عاذب سے لیا اور انہوں نے ابن شیبہ سے لیا ہے۔لیکن ان کی حدیث میں((اللّٰم و آل..))والا دعائیہ جملہ نہیں ہے۔[(۲)]

۳۔ابوبکر احمد بن خطیب بغدادی متوفی۴۶۳ھ ہیں انہوں نے ابوہریرہ کے حوالے سے روایت کی ہے[(۳)]اور اس کا بیان یوم غدیر کے بارے میں گفتگو تو لکھا جائے گا۔

۴۔حافظ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی سعدی انصاری متوفی۹۷۴ھ ہیں کہتے ہیں کہ:یہ وہ معنی ہے جس کو ابوبکر اور عمر نے سمجھا اور آپ کو مبارک باد دی۔اور میں ان حدیث تمہارے سامنے رکھتا ہوں جب ان لوگوں نے پیغمبر سے((من کنت مولاہ))کا جملہ سنا تو دونوں نے مولائے کائنات سے کہا اے علی آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہوگئے اس حدیث کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔[(۴)]۵۔حافظ عمادالدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی[(۵)]

۶۔ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسن فخر الدین رازی شافعی متوفی۶۰۶ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت یا ایھا الرسول بلغ کے نزول کے ذیل میں جو اقوال آئے ہیں انہیں اقوال میں سے دسواں قول یہ ہے۔[(۶)]

----

(۱)مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶ص:۳۷۲،کتاب فضائل،فضائل علی بن ابی طالبؑ

(۲)مسند احمدج:۴ص:۲۸۱،حدیث : اء بن عاذب میں

(۳)تاریخ بغدادج:۸ص:۲۹۰،حبشون بن موسی بن ایوب کے حالات میں

(۴)الصواعق محرقہ ص:۴۲، بارہویں شبہ کے جواب میں تیسری وجہ میں

(۵)البدایۃ و النھایۃج:۵ص:۲۲۹،اسی حدیث کی ذیل میں جو دلالت کرتی ہے کہ آنحضرتؐ نے کہ اور مدینہ کے درمیان خطاب فرمایا حجۃ الوداع کے وقت ہے اور وادی جحفہ سے قریب ہے جیسے غدیر خم کہا جاتا ہے

(۶)سورہ مائدہ آیت:۶۷

آیہ اکمال علی ابن ابی طالبؑ کی فضیلت میں نازل ہوئی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارؐ نے علی بن ابی طالبؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں پالنےوالے جو ان سے دوستی رے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو ان سے دشمنی کرےتو بھی اس سے دشمنی رکھ،پس عمر نے حضرت علیؑ سے لاقات کی اور کہا اے ابوطالب کےبیٹے آپ کو مبارک ہو کہ آپ میرے اور ہر مومنین و مومنات کے مولا ہوگئے اور یہی قول ابن عباس اور براء بن عازب اور محمد بن علی کا بھی ہے۔[1]

شیخ امینی نے ساٹھ راویوں تک کا شمار کیا ہے لیکن مجھے اختصار اجازت نہیں دیتا کہ تفصیل میں جاؤں۔

واقعہ غدیر کے دن حسان بن ثابت کا معرکۃ ا آراء قصیدہ

۹۔حسان بن ثابت اس تاریخی واقعہ کے پس منظر میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

خم میں ان کا نبی انہیں آواز دے رہا تھا اور میں نبی کا اعلان سن رہا تھا میں نے بھی جواب دینے میں چشم پوشی نہیں کی اور کہا آپ کا خدا ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے ولی ہیں اور مقام ولا میں آپ ہمیں نافرمان نہیں پائیں گے۔

پس آپ نے فرمایا علی اٹھو،بیشک میں اپنے بعد تمہاری امامت اور رہبری پر راضی ہوں۔

پس جس کا میں مولا ہوں یہ بھی اس کا مولا ہے تم لوگ اس کے سچے ناصر اور چاہنےوالے بن جاؤ یہیں پہ سرکار دو عالمؐ نے دعا کی پالنےوالے تو اس محبت کر جو علی کا دوست ہے اور اسے دشمن رکھ جو علی کو دشمن رے۔

تمام اہل حدیث اور دوسروں نے اس قصیدے کو نقل کیا ہے اگر چہ اشعار کی تعداد میں اختلاف ہے،جب کہ بعض الفاظ میں اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف کچھ اہم نہیں ہے۔

---

(۱)تفسیر کبیر ج:۱۲،ص:۴۹،۵۰

۱۔حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ ھ ہجری،اپنی کتاب مانزل من القرآن فی علی میں اس حدیث کے ضمن میں لکھتا ہے کہ اکمال دین کی آیت غدیر میں نازل ہوئی۔

۲۔موفق بن احمد بن محمد مکی خوارزمی متوفی ۵۶۸ ھ غدیر کا واقعہ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت نے کہا کہ سرکار مجھے اجازت ہے کہ میں اشعار پڑھوں آپ نے فرمایا:خدا کی برکت ہے پڑھو،حسان کھڑے ہوئے اور کہا:اے قریش کے بزرگو!شہادت رسالت کے کلمہ کو سنو!پھر حسان نے مندرجہ بالا اشعار پڑھے۔[1] ۳۔جمال الدین بن یوسف بن حسن زرندی،حنفی متوفی ۷۵۰ ھ[2] ۴۔حافظ عبداللہ المرزبانی محمد بن عمران خراسانی اپنی کتاب مرقاۃ الشعر میں حسان کے یہ اشعار غدیر کے دن کے حوالے سے شیخ امینی کے بیان کے مطابق لکھے ہیں۔[3]

۵۔حافظ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی نے اپنے رسالہ((الازدھار فیما عقد الشعراء من الاشعار))میں یہ اشعار تحریر کرتے ہیں اور غدیر خم ان اشعار کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ شیخ امینی نے لکھا ہے۔[4] تو جناب عالی یہ ہے غدیر کے اہم واقعات اب کچھ اور باتیں رہ گئیں ہیں جن کا تعلق غدیر سے ہے۔

غدیر کا روزہ

۱۔شیعوں کے یہاں غدیر کا روزہ آئمہ اہل بیت کی ہدایتوں کی بنیاد پر مستحب ہے[5]

اہل سنت کے یہاں بھی ابوہریرہ کے حوالہ سے غدیر کے روزے کے بارے میں روایت ملتی ہے

---

(۱)مناقب خوارزمی ص:۱۳۶،حدیث۱۵۲(۲)نظم دررالسمطین ص:۱۱۲،۱۱۳(۳)الغدیر ج:۲ص:۳۴

(۴)الغدیر ج:۲ص:۳۶

(۵)وسائل الشیعہ:ج:۷ص:۳۲۲،کتاب الصوم،باب ۱۴،مستحب روزوں کے ابواب میں سے اور بہت حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ روزہ ساٹھ ماہ کے روزوں کے برابر ہے،حدیث ۲،۱۰

ابوہریرہ نے آیہ اکمال کا تذکرہ کرتے ہوئے غدیر کے روزے کی صراحت کی ہے ابوہریرہ سے جن لوگوں نے صوم غدیر والی روایت نقل کی ہے ان میں خطیب بغدادی ہیں وہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ابوہریرہ نے کہا کہ اٹھارہ ذی الحجہ کا روزہ ساٹھ مہینوں کے روزوں کے برابر ہے جو غدیر کا روزہ رکھے اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

غدیر کا دن وہی دن ہے جب حضورؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر مسلمانوں سے پوچھا تھا کہ کیا میں مومنین کا ولی نہیں ہوں لوگوں نے کہا ہاں اے خدا کے رسول آپ نے فرمایا:جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں پس عمر نے کہا اے ابوطالب کے بیٹے آپ کو مبارک ہو مبارک ہو آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ہوگئے پس یہ آیت نازل ہوئی:(الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا)[1]

اور جو۲۷/رجب کا روزہ رکھے گا اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

۲۷/رجب وہ پہلا دن ہے جب محمدؐ پر جبرئیل رسالت کا پہلا پیغام لائے تھے۔

پھر خطیب لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حبشون کی روایتوں میں مشہور ہے اور وہ اس کا تنہا راوی ہے اس حدیث میں احمد بن عبداللہ بن نیری نے اس کی متابعت کی ہے اس روایت کو اس نے علی بن سعید سے بیان کیا ہے اس کی خبر مجھے ازہری نے دی ہے، مجھ سے محمد بن عبداللہ بن ابی سمیی نے اس کو لکھوایا یا احمد بن عبداللہ بن احمد بن عباس بن سالم نے اس کو مہران سے جو ابن نیری کے نام سے مشہور ہیں اس سے علی ابن سعید شامی نے س سے ضمرہ بن ربیعہ نے اس سے ابن شوذم نے،اس سے مطر نے،اس سے شہر ابن شامی نے،اس سے ابوہریرہ نے کہ جو اٹھارہ ذی الحجہ کا روزہ رکھے اس کو ساٹھ مہینوں روزے کا ثواب ملے گا۔

---

(۱)سورہ مائدہ آیت:۳

اکمال دین والی آیت پر جب گفتگو ہورہی تھی تو میں نے اشارتاً عرض کیا تھا کہ اس صوم غدیر والی حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

حارث بن نعمان فہری کا واقعہ((سئل سائل بعذاب واقع))

۲-(سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ-لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ-مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ)(۱)

ترجمہ:ایک سائل نے کافروں پر واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا جو بلندیوں والے خدا کی طرف سے آتا ہے اور اس کو رو کنے والا کوئی نہیں۔اس آیت کی شان نزول ملاحظہ ہو جب غدیر خم کا واقعہ اور اس دن مولا علی کے سلسلہ میں سرکار نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بات شہروں میں پھیل گئی تو یہ بات حارث بن نعمان فہری تک بھی پہونچی پس وہ حضور کی خدمت میں ایک ناقہ پر سوار ہو کر آیا اور ایک نالے میں اپنے ناقہ سے اترا اور اسے بٹھادیا،پھر حضور سے کہنے لگا ،محمدؐ آپ نے ہمیں کلمہ شہادتین کا حکم دیا تو ہم نے گواہی دی آپ نے ہمیں نماز پنجگانہ کا حکم دیا تو ہم نے قبول کر لیا پھر آپ نے ہمیں زکات نکالنے کا حکم دیا تو ہم نے قبول کر لیا آپ نے ہمیں ایک مہینہ روزہ رکھنے کا حکم دیا تو ہم نے قبول کر لیا آپ نے ہمیں حج کا حکم دیا تو ہم نے قبول کر لیا پھر آپ نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے چچازاد بھائی کو بلند کر کے ہم سب پر اس کو افضل قرار دیا اور کہا:((میں جس کا مولا ہوں علیؑ اس کا مولا ہے))سچ بتایئے گا کہ یہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہے یا خدا کی طرف سے۔

سرکارؐ نے فرمایا:اس کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے کہا ہے یہ سن کر حارث بن نعمان اپنی سواری کی طرف یہ کہتا ہوا مڑا:پالنے والے اگر محمدؐ حق کہہ رہے ہیں تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہمیں دردناک عذاب دیدے ابھی وہ اپنی سواری تک پہونچا نہیں تھا کہ اللہ نے اس پر ایک پتھر مارا جو اس کے سر پر گرا اور سر کو پھاڑتا ہوانیچے سے نکل گیا اور خدا نےیہ آیت نازل فرمائی((سأل سائل..))

---

(۱)سورہ معارج:آیت:۱،۲،۳

مذکورہ بالا حدیث کی علماء اہل سنت کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے جن کے نام ذیل میں دیئے جارہے ہیں۔

ا۔جمال الدین محمد بن یوسف بن حسن بن محمد زرندی حنفی مدنی(۱)۲۔سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی متوفی ۱۲۹۴ھ(۲)

۳۔محمد بن عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۳۳۱ھ(۳)۴۔علی بن برہان الدین شافعی حلبی۔(۴)

۵۔حافظ کبیر عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد جو حاکم حسکانی کے نام سے مشہور ہیں۔(۵)۶۔خطیب شربینی(۶)

۷۔ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر قرطبی متوفی ۶۸۱ھ(۷)لیکن انہوں نے آیت کی وجہ بیان کرتے وقت کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ-اس پر سائل نے کہا..۸۔قاضی القضاۃ امام ابوسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۵۹۱ھ(۸)انہوں نے اس روایت کے ذکر کے ساتھ اس کی تضعیف کی ہے جیسا قرطبی وغیرہ کا قول ذکر چکا ہے۔

حدیث غدیر مقام احتجاج میں

۳۔حدیث غدیر کو دلیل بنا کر امیرالمومنینؑ،اہل بیت اطہارؑ اور شیعوں نے خلافت بلافصل پر احتجاج کیا ہے اس سلسلہ میں بہت سی باتیں ہیں اس لئے حدیث غدیر بذات خود بہت سے واقعات کی جامع

---

(۱)نظم دررالسمطین ص:۹۳

(۲)ینابیع المودۃ ج:۲ص:۳۶۹،۳۹۸

(۳)فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج:۶ص:۲۸۲،من کنت مولا...کی شرح میں

(۴) سیرہ حلبیہ ج:۳ص:۳۰۸،۳۰۹،حجۃ الوداع میں

(۵)شواہد التنزیل ج:۲ص:۲۸۶،۲۸۹، آیت سال سائل کے ذیل میں

(۶)سراج المنیر ج:۴ص:۳۶۴،آیت کی تفسیر میں

(۷)تفسیر قرطبی ج:۱۸ص:۲۷۸،۲۷۹آیت سال سائل کے ذیل میں

(۸)تفسیر ابی مسعود ج:۹ص:۲۹،آیت کی تفسیر میں

ہے،شیخ امینی نےاس پر بھرپور اور کمل بحث کی ہے،میں تو صرف اس واقعہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو کوفہ میں مقام رحبہ میں پیش آیا۔

رحبہ(کوفہ)میں امیرالمومنینؑ کا حدیث غدیر کےحوالہ سے مناظرہ اور مناشدہ

احمد بن حنبل نے حسین بن محمد اور ابونعیم معنی سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا:ہم سے فطر نے کہا ہے اس نے ابو طفیل سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے امیرالمومنینؑ نے رحبہ میں ہم لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:میں ہر اس مسلمان کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے پیغمبر کو غدیر خم میں سنا تھا وہ بتائے کہ کیا سنا تھا؟پس تیس آدمی کھڑے ہوگئے۔

ابونعیم کہتا ہے کہ بہت سے آدمی کھڑےہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب پیغمبر نے علی کا ہاتھ پکڑ کر تمام لوگوں سے کہا تھا((کیا میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ حق نہیں رکھتا انہوں نے کہا تھا:ہاں اے خدا کے رسولؐ،آپ نے فرمایا:جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے پالنےوالے جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو علی کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ،وہ کہتا ہے کہ پس میں اس مجلس سے اٹھا اس حال میں کہ میرے دل میں پھانسی تھی کہ زید بن ارقم صحابی سے مل گئے میں نے علی سے جو کچھ سنا تھا انہیں بتایا اور کہا علی ایسے ایسے کہہ رہے تھے زید نے کہا پھر تمہیں انکار کی جرات کیسے ہوئی؟میں نے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علی کے لئے یہ باتیں کہتے سنا تھا۔[1]

ہیثمی اس حدیث کے تذکرہ کے بعد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں سوائے فطر بن خلیفہ کے حالانکہ وہ ثقہ ہے۔[2]

---

(۱)مسند احمدج:۴ص:۳۷۰،حدیث زید بن ارقم میں

(۲) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۰۴،کتاب المناقب،مناقب علی بن ابی طالبؑ کے باب میں،من کنت مولا کے ضمن میں

مولائے کائنات کا یہ منا شدہ مشہور ہے اور متعدد طریقوں سے اس کی روایت کی گئی ہے اگر چہ اس کی خصوصیات میں اختلاف ہے جس طرح ہر تفصیلی واقعہ میں ہوتا ہے۔اہل سنت و الجماعت کی ایک کثیر تعداد نے اس کا ذکر کیا ہے ان میں سے بُ کے نام حاضر ہیں۔

۱۔حافظ ابوعبدا حٰن بن احمد بن شعیب نسائی۔(۱)۲۔حافظ ابوالحٰن علی بن ابی بکر سیمان ہیثمی۔(۲)

۳۔ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی۔(۳)۴۔ابوالحاسن یوسف بن موسی حنفی۔(۴)

۵۔حافظ ضیاءالدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد حنبلی مقدسی(۵)۶۔حافظ ابوبکر احمد بن عمر بن ابی عاصم ضحاک مخلد شیبانی(۶)

۷۔حافظ ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی تمیمی(۷)

۸۔امام حنابلہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی(۸)

---

(۱) سنن کبری ج:۵ص:۱۳۱،کتاب الخصائص نبیؐ کے قول،من کنت مولاہ،ص:۱۳۴،کتاب الخصائص ترغیب محبت علی بن ابی طالبؑ اور راوت سے پرہیز،اور کتاب خصائص ص:۹۵،۹۶،قول نبیؐ کی روایت ہوئی ہےص:۱۰۰،اور دعائے نبیؐ ص:۱۰۳،۱۰۴،پر جس میں علیؑ کے اور چاہنے والوں کے دعا کی ہے،اور دشمنوں کے لئے بددعا کی ہے

(۲) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۰۴،۱۰۵،۱۰۶،۱۰۷،۱۰۸،کتاب،مناقب،مناقب علی بن ابی طالب،قول من کنت مولاہ کے ضمن میں

(۳)مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶ص:۳۶۸،کتاب الفضائل،فضائل علی بن ابی طالب میں

(۴)معتصر المختصرج:۲ص:۳۰۱،کتاب جامع مما لیس فی الموطا،مناقب علیؑ

(۵)الاحادیث المختارۃج:۲ص:۱۰۵،۱۰۶،سعید بن وہب ہمدانی کے علی سے اس کی روایت کی ہے

(۶)السنۃ ابن ابی عاصم ج:۲ص:۶۰۷،من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے باب میں

(۷)مسند ابی یعلی ج:۱ص:۴۲۹،علی بن ابی طالب کے مسند میں

(۸)مسند احمدج:۱ص:۸۴،۱۱۸،علی بن ابی طالبؑ کے مسند میں

۹۔حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی[1]

۱۰۔علی ابن محمد حمیری متوفی۳۲۳ھ[2]

۱۱۔حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی۴۳۰ھ[3]

۱۲۔علی بن برہان الدین شافعی حلبی[4]

یہاں ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جسے ایک جماعت نے دوسری ہی شکل میں پیش کیا ہے اور شاید یہ مذکورہ بالا مناشدہ کی مدافعت بھی کر رہا ہے،یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل ہی الگ ہو۔

زیر نظر واقعہ کی جو صورتیں کی گئی ہیں ان میں ایک صورت واقعہ یہ ہے کہ احمد اپنی سند سے ریاح بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ مولائے کائنات کے پاس ایک گروہ مقام رحبہ میں آیا اور بولا آپ پر سلام ہو میرے مولا،علیؑ نے فرمایا:میں تمہارا مولا کیسے ہو گیا؟

تم تو عرب ہو،انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے غدیر خم میں سرکار دو عالمؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:میں جس کا مولا ہوں یہ(علی)اس کا مولا ہے۔

ریاح کہتے ہیں کہ:جب وہ لوگ جانے لگے تو میں بھی ان کے پیچھے چلا اور میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟مجھے بتایا گیا کہ یہ انصار کا ایک گروہ ہے ان میں ابوایوب انصاری بھی ہیں۔[5]

ایک اور واقعہ اس طرح ہے کہ ابن کثیر نے ابن عقدہ کی کتاب((الموالات))کے حوالے سے

----

(۱) معجم الصغیرج:۱ص:۱۱۹،باب الا نومن اسمہ احمد، معجم کبیرج:۵ص:۱۷۱جس میں زید بن وہب نے ارقم سے روایت کی ہے

(۲)جزءالحمیری ص:۳۳(۳) لیۃ الاولیاءج:۵ص:۲۶،طلحہ بن مصرف کے حالات میں(۴) یرۃ الحلبیہ،ج:۳ص:۳۰۸،حجۃ الوداع میں

(۵)مسند احمدج:۵ص:۴۱۹،ابوایوب انصاری کی حدیث میں، مجمع ازواندج:۹ص:۱۰۳،۱۰۴،کتاب مناقب،باب مناقب علیؑ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے قول کے ضمن میں، معجم کبیرج:۴ص:۱۷۳،ریاح بن حارث نے ابوایوب سے جو روایت کی ہے

لکھا ہے کہ ابن عقدہ نے اپنی اسناد سے روایت کی ہے ابومریم زربن حبیش سے کہ وہ کہتے ہیں کہ مولائے کائنات قصر سے باہر نکلے تو تلواروں کو آویزاں کئے ہوئے چھ سواروں نے آپ کا استقبال کیا اور کہا اے امیرالمومنین آپ پر سلام ہو،آپ پر سلام ہو اے ہمارے مولا،مولائے کائنات نے فرمایا:یہاں پر نبی کے اصحاب کون لوگ ہیں؟وہاں بارہ آدمی کھڑے ہوئے ان میں قیس بن ثابت بن مشاس ہاشم بن عتبہ،حبیت بن بدیل بن ورقاء تے انہوں نے شہادت دی کہ انہوں نے نبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ:میں جس کا مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔(۱)

جس نے غدیر کی گواہی دینے سے منع کیا اس لئے امیرالمومنین حضرت علیؑ کی بددعا

ان مناشدوں یا دونوں مناشدوں کے ذیل عرض ہے کہ بعض صحابہ نے جو غدیر میں حاضر تے لیکن نبی سے حدیث((من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ))سننے کے باوجود غدیر کی گواہی دینے سے انکار کیا۔

مولائے کائنات نے انکار کرنےوالوں پر بددعا کی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا،لاحظہ ہو..

احمد بن حنبل نے احمد بن عمرو کیعی سے،انہوں نے ابن حباب سے،انہوں نے ولید بن عقبہ بن نزاد عبسی سے،انہوں نے سماک بن عبید بن ولید عبسی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے مقام درحبہ میں علی کے بارے میں شہادت دی تھی،علی نے اس دن فرمایا میں ہر اس آدمی کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے غدیر خم میں رسول اکرمؐ سے حدیث سنی تھی کھڑا ہوجائے اور وہ کھڑا نہ ہو جس نے پیغمبر کو نہیں دیکھا تھا،یہ سنتے ہی بارہ آدمی کھڑے ہوگئے اور انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے غدیر خم میں سنا بھی تھا اور دیکھا بھی تھا کہ سرکار نے علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا((پالنےوالے اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے،اس سے محبت

---

(۱)اسدالغابۃج:۱ص:۳۶۸،۳۶۹،حبیب بن بدیل بن ورقاء کے حالات میں

کر جو علی سے محبت کرے اور اسے دشمن رکھ جو علی سے دشمنی رکھے اور اس کو رسوا کر دے جو علی کو رسوا کرے،پس سب لوگ گواہی دینے کو کھڑے ہوگئے سوائے تین آدمیوں کے تو مولائے کائنات ؑ نے انہیں بددعا دی اور آپ کی بددعا فوراً قبول ہو گئی۔[۱]

احمد بن حنبل کے علاوہ سنی علماء کی ایک بڑی جماعت نے لکھا ہے۔

کہ مولائے کائنات نے ان پر بددعا کی تھی جنہوں نے گواہی نہیں دی تھی اور آپ کی بددعا کا اثر بھی ہوا تھا،ان لوگوں میں:

۱۔حافظ ابوالحسن علی بن ابی بکر سلیمان ہیثمی ہیں۔[۲] ۲۔حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی ہیں۔[۳]

۳۔حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی ہیں۔[۴] ۴۔علی بن برہان الدین شافعی حلبی ہیں۔[۵]

حدیث غدیر کی شہرت اور اشاعت پر اس مناشدہ کا اثر

ظاہر ہے کہ مناشدہ کا یا اس طرح کے مناشدوں کا خصوصاً مولائے کائنات کی دعا کے قبول ہونے کی شہرت کا حدیث غدیر کے ظہور اور اس کی شیاع نیز اس کو باقی رکھنے پر اچھا خاصا اثر پڑا اس لئے کہ عام مسلمان اس حدیث کو بلکہ فضائل اہل بیت ؑ میں وارد بہت سی حدیثوں سے ناواقف تھے اس لئے کہ حکومت وقت کی طرف سے اسی سنت نبوی پر جمود طاری کر دیا تھا اور حکومت کو اپنے مطابق گھمارہے تھے۔

---

(۱)مسنداحمدج:اص:۱۱۹،مسند علی بن ابی طالب ؑ

(۲) مجمع الزوائدج:۹ص:۱۰۶،کتاب مناقب،مناقب علی ؑ من کنت مولا کے قول کے ضمن میں

(۳) معجم کبیرج:۵ص:۱۷۱،زید بن وجب نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے

(۴) حلیۃ الاولیاءج:۵ص:۲۷،طلحہ بن مصرف کے حالات میں

(۵) سیرۃ الحلبیہ ج:۳ص:۳۰۸،حجۃ الوداع میں

سنت نبوی کو جامد کرنے اور اس کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کے شواہد

کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت نبوی کا اخفا اور اس کو ضائع کرنے کی کوشش حیات پیغمبرؐ میں ہی شروع ہوگئی تھی جب کہ واضح طور پر یہ دعا یا کرتا ہاً بہت سے لوگ مسلمان ہونےوالوں نے دیکھا کہ نبی ان کی ذاتی مصلحتوں اور ان کی انانیت کی طرف متوجہ نہیں ہیں تو خاص طور سے علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ اور اصحاب خاص کے لئے ان کے دلوں میں کینہ اور دشمنی بھری ہوئی تھی جو اہل بیت کی اطاعت کو معیار حب و بغض نبوی کو قرار دیتے تھے۔

نمونہ کے طور پر ایک حدیث ملاحظہ ہو،عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم سے جو کچھ سنا کرتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا تا کہ حفظ کر سکوں تو قریش نے اس کام سے منع کیا انہوں نے کہا تم تو ہر چیز جو نبی سے سنتے ہو لکھے جارہے ہو پیغمبر تو ایک بشر ہیں کبھی غصہ میں بولتے ہیں کبھی خوش ہو کر بولتے ہیں عبداللہ بن عمر نے کہا پھر میں نے لکھنا چھوڑ دیا لیکن نبی سے اس کا تذکرہ کر دیا حضورؐ نے فرمایا:تم لکھا کرو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔[1]

(تاریخ گواہ ہے کہ سرکار کائناتؐ نے اس بات کا احساس کر لیا تھا آپ کی سنت اور حدیثوں کے خلاف سازشیں شروع ہوگئی ہیں)(مترجم)اس لئے حضورؐ نے ان کوشش پر اعتراض کیا تھا،حضرت فرماتے ہیں کہ میں نہیں چاہتا ایسا آدمی جو اپنے تخت پر مسند عیش سے تکیہ لگائے بیٹھا رہے اور اس کے سامنے اوامر و نواہی آئیں تو یہ کہہ کر ٹال دے کہ میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا حکم ہے اس لئے کہ کتاب خدا میں اس کے بارے میں کچھ

---

(۱)مسنداحمدج:۲ص:۱۶۲،مسندعبداللہ بن عمرو بن العاص،اور اسی طرح ص:۱۹۲،مسند عبداللہ بن عمر بن العاص، سنن ابی داؤدج:۳ص:۳۱۸،اول کتاب العلم:باب کتاب العلم، سنن درامی ج:۱ص:۱۳۶،باب من رخص فی کتابۃ العلم،مستدرک علی الصحیحین ج:۱ص:۱۸۷،کتاب العلم،تحفۃ الاحوذی ج:۷ص:۳۵۷،فیض شرح احادیث باب ماجاء فی الرخصۃ،المدخل السنن الکبری ج:۲ص:۴۱۵،باب من رخص فی کتابۃ العلم،الجامع الاخلاق الراوی و آداب السامع ج:۲ص:۳۶،الکتابۃ عن الحرث فی المذاکرۃ

نہیں پاتا کہ اس کی پیروی کر سکوں۔(۱)

آثار پیغمبرؐ کو نقصان پہونچانے کی کوششیں اس وقت اور تیز ہوگئی جب سرکار دو عالمؐ پر مرض کی حالت طاری ہوئی اور قریش کے لوگوں کی حرکتوں میں تیزی آگئی انہوں نے حضور سرور کائنات کو وہ تحریر دینے سے روک دیا جس میں وہ اپنی امت کو گمراہی سے بچانا چاہتے تھے اس سلسلے میں آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں عمر کا قول گزرچکا ہے کہ انہوں نے یہ کہہ کر پیغمبرؐ کی بات رد کر دی کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب قریش کے لوگ حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو آثار نبوی کو مٹانے کی کوشش کو کھل کر عملی شکل دیدی اس لئے کہ حضور سرور کائناتؐ اب اس دنیا میں موجود نہیں تھے چنانچہ ابوبکر نے پانچ سو حدیثوں میں جنہیں انہوں نے خود لکھا تھا آگ لگا دی(۲)اور خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ کوئی نبیؐ سے حدیث کو بیان نہ کرے،کہتے ہیں:تم لوگ نبی سے مختلف حدیثیں بیان کرتے ہو جس کی وجہ سے تمہارے درمیان اختلاف ہوجاتا ہے اور تمہارے بعد آنےوالوں میں زیادہ اختلاف ہوگا،اس لئے تم نبی سے حدیثیں بیان مت کرو تم سے اگر کوئی پوچھے بھی تو کہہ دو کہ ہمارے درمیان کتاب خدا موجود ہے کتاب خدا میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو حرام ہے اسے حرام سمجھو۔(۳)

---

(۱)السنن الکبری للبیہقی ج:۷ص:۷۶،کتاب النکاح:جماع ابواب ماخص بہ رسول اللہؐ، سنن ابی داؤودج:۴ص:۲۰۰،کتاب السنۃ:باب فی لزوم السنۃ، سنن ابن ماجہ ج:۱ص:۶، سنن ترمذی ج:۵ص:۳۷،کتاب العلم عن رسول اللہؐ باب ما نہی عنہ ان یقال عند حدیث النبیؐ مستدرک علی الصحیحین ج:۱ص:۱۹۰،کتاب العلم، صحیح ابن حبان ج:۱ص:۱۹۱،ذکر الخبر المصرح..اور اسی طرح تذکرۃ الحفاظ ج:۳ص:۱۱۹۰،حالات ابی اسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری

(۲)تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۵،حالات ابی بکر میں،ا ریاض النضرۃج:۲ص:۱۴۴،ابوبکر کے ذکر میں،کنزالعمال ج:۱۰ص:۲۸۵،باب فی اداب العلم و العلماء:فصل فی روایۃ الحدیث

(۳)تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۲۔۳،طبقہ اولی،حالات ابی بکر میں

عمر نے اصحاب کو حکم دیا کہ انہوں نے سرکار دو عالم کی حدیثیں لکھی ہیں وہ ان کے پاس لائیں بےچارے اصحاب سمجھے کہ عمر حدیث نبی کو جمع کر کے کتابی شکل دینا چاہتے ہیں ایک مہینہ تک عمر کے پاس لوگ وہ توبات جمع کرتے رہے اس کے بعد عمر نے اس میں آگ لگا دی[1] قرظہ اور ان کے ساتھی جب عراق کے لئے جارہے تھے تو عمران کی مشایعت میں نکلے اور ان سے کہنے لگے تمہیں معلوم ہے میں تمہارے ساتھ کیوں چل رہا ہوں ان لوگوں نے کہا ہاں اس لئے کہ ہم اصحاب پیغمبر ہیں اس لئے تم ہماری مشایعت کر رہے ہو، عمر نے کہا (نہیں بلکہ میں اس لئے چل رہاہوں کہ راستے میں میں تم سے کچھ و یتیں کر سکوں) (مترجم)

تم اپنے شہر میں جارہے ہو جہاں قرآن مجید کی تلاوت کی آواز گونج رہی ہے (اس لئے کہ وہاں قرآن کے لئے ماحول سازگار ہے) اب تم وہاں حدیثیں مت پیش کرنا کہ وہ قرآن کو چھوڑ کر حدیثوں میں مشغول ہوجائیں قرآن کو حدیثوں سے الگ رکھو اور پیغمبر سے حدیثیں کم سے کم بیان کرو اس کام کو جاری رکھو میں تمہارا شریک ہوں اب جو قرظہ عراق میں پہونچے (تو مجمع سمجھا یہ اصحاب پیغمبر ہیں ہم سے کچھ محبوب و دیار محبوب کی باتیں کریں گے) تو لوگوں نے کہا پیغمبر کی حدیثیں سنایئے انہوں نے کہا کہ عمر نے ہمیں سختی سے منع کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قرظہ نے کہا ہم پیغمبر کی کوئی حدیث نہیں سناتے۔[2]

کچھ اصحاب کو تو صرف اس لئے قید کر دیا گیا کہ وہ کثرت سے احادیث پیغمبرؐ بیان کرتے تھے جیسے عبداللہ بن مسعود، ابوذر و غیرہ۔[3]

عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ عمر اس وقت تک زندہ رہے کہ انھوں نے چاروں طرف

---

(۱) الطبقات الکبری ج:۵ص:۱۸۸، سیرہ اعلام النبلاء ج:۵ص:۵۹، حالات ابوالقاسم بن محمد بن ابی بکر میں

(۲) معتصر المختصر ج:۲ص:۳۸۱، کتاب جامع ممالیس فی الموطا.. تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۷، عمر بن خطاب کے حالات میں، مستدرک علی الصحیحین ج:۱ص:۱۸۳، کتاب العلم

(۳) تذکرۃ الحفاظ ج:۱ص:۷، عمر بن خطاب کے حالات میں، معتصر المختصر، ج:۲ص:۳۸۰، کتاب جامع ممالیس فی الموطا

سے اصحاب پیغمبرؐ کو بلا بھیجا،جیسے عبداللہ،حذیفہ،ابودرداء،ابوذر اور عقبہ بن عامر جب یہ لوگ جمع ہوگئے تو عمر نے ان سے کہا تم لوگ پیغمبرؐ کی کون سی حدیثیں دنیا بھر میں پھیلا رہے ہو اصحاب نے کہا تم ہمیں حدیث پیغمبرؐ کی نشر و اشاعت سے رو کتے ہو،عمر بولے نہیں،لیکن اب تم لوگ میرے پاس ہی رہو خدا کی قسم میں تمہیں اپنے سے جدا نہیں کروں گا جب تک زندہ رہوں گا(اس لئے کہ عوام کو حدیثیں لینے کا سلیقہ نہیں ہے)ہم جانتے ہیں کہ کون سی حدیثیں تم سے لینی چاہئے اور کون سی حدیثیں نہیں لینی چاہئے۔[1]

اس کے علاوہ بھی بہت سے تفصیلی شواہد ہیں جن کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سوچئے جب حدیث پیغمبرؐ کو اس طرح چھپانے کی کوششیں کی جارہی تھیں تو حدیث(پیغمبرؐ)غدیر تو حکومت کے خلاف متوجہ کرنےوالی حدیث ہے قریشیوں کے اقتدار کو الٹ دینےوالی حدیث ہے ظاہر ہے کہ اس حدیث کو کم سے کم بیان کیا گیا ہوگا تو اس کی توضیح و تفصیل چھپاکر بالکل سرسری طور پر بیان کیا گیا ہوگا اس سلسلے میں مولائے کائنات کا مناشدہ بھی قابل غور ہے جس میں آپ نے حدیث غدیر کی طرف متوجہ کیا ہے اور ان کے سامنے حدیث غدیر کی اہمیت پیش کی ہے،ابھی آپ نے ابو طفیل کی حدیث میں یہ دیکھا کہ بعض سامعین کو حدیث غدیر سے کتنا صدمہ ہو اور اجنبیت کا احساس ہوا اور آپ نے یہ بھی لاحظہ فرمایا کہ وہ طریقے جو حدیث مناشدہ پر منتہی ہوتے ہیں ان کا نشر حدیث ظہور حدیث اور ان کی شہرت پر خاطر خواہ اثر پڑتا ہے اس لئے کہ یہاں بات حدیث سے نکل کر تاریخ کے دائرے میں داخل ہوجاتی ہے اور یہ نقطہ تاریخ کا مرکز بن جاتا ہے خاص طور سے جب حکومت نے حدیث غدیر کی مخالفت کی تو اس کے راویوں کے لئے خودبخود التزام کا ایک ماحول بن گیا،یعنی محبان اہل بیتؑ کے لئے حدیث غدیر کے ساتھ ان حدیثوں کو بھی عام کیا جائے جس میں سرکار نے اہل بیتؑ کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں نتیجہ میں اہل بیتؑ کے چاہنےوالوں نے

----

(۱)تاریخ دمشق ج:۴۰ص:۵۰۰،۵۰۱،حالات عقبة بن عامر عبس بن عمرو،اور اسی طرح کنزل العمال ج:۱ص:۳۹۳،حدیث۲۹۴۷۹

ان حدیثوں کی نشر و اشاعت کا ذمہ اپنے سرے لیا ان کے مدرسوں میں اس طرح کی حدیثیں پڑ ائی جانے لگیں،مقام استدلال میں ایسی حدیثوں کو پیش کیا جاتا رہا اور آثار اہل بیتؑ شیرازہ کی ترتیب انہیں حدیثوں کی بنا پر ہوئی ظاہر ہے کہ جب کسی واقعہ کا شدت سے انکار کیا جائے اور اس سے زیادہ دوسری طرف سے اعلان و اشتہار کی کوشش کی جائے تو وہ واقعہ دائرہ تاریخ کا مرکز بن جاتا ہے اور کوشش و اجتہاد کا ایک ماحول خودبخود اسے اپنے احاطہ میں لے لیتا ہے۔

اس سلسلے میں طرفہ کی وہ روایت ہے جس کو شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب امالی میں نقل کیا ہے شیخ مفید لکھتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر محمد بن عمر جعابی نے بیان کیا پھر راویوں کا ایک سلسلہ ہے ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید یعنی ابن عقدہ،ان سے علی بن حسین ہاشمی نے نقل کیا انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد ماجد کی کتاب میں یہ تحریر دیکھی..

محمد بن مسلم اشجعی سے محمد بن نوفل عائذ صیرفی نے بیان کیا کہ ہم لوگ ہیثم بن حبیب صیرفی کے پاس تھے اتنے میں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت داخل ہوئے تو مولائے کائنات کا تذکرہ ہونے اور غدیر خم کے بارے میں ہمارے درمیان بات ہونے لگی،ابوحنیفہ نے کہا:ہم نے تو اپنے صحابہ کو یہ ہدایت کر دی ہے کہ حدیث غدیر مت پڑھا کرو ورنہ تمہارے درمیان جھگڑا ہوجائے گا،یہ سن کے ہیثم ابن حبیب صیرفی کے چہرے کا رنگ بدل گیا وہ بولے وہ کیوں نہ حدیث غدیر پڑھیں نعمان کیا تمہارے پاس وہ حدیث نہیں ہے؟نعمان نے کہا ہمارے پاس وہ حدیث ہے اور ہم نے اس کی روایت بھی کی ہے ہیثم نے کہا تو پھر اس حدیث کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟اور مجھ سے حبیب ابن ابی ثابت نے بیان کیا ان سے ابو طفیل نے ان سے زید ابن ارقم نے کہ مولائے کائنات نے مقام رحبہ میں ان لوگوں سے ایک حلف اٹھوایا تھا انہوں نے یہ حدیث نبی اکرمؐ سے سنی تھی،ابوحنیفہ کہنے لگے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ حدیث اتنی زیادہ اختلافی ہوگئی کہ لوگوں سے اس کے لئے حلف اٹھوایا جانے لگا،ابو ہیثم نے کہا کہ ٹھیک ہے لیکن کیا ہم علیؑ کی تکذیب کرسکتے ہیں یا انہیں رد کرنے کی ہمت کرسکتے ہیں

لیکن تم جانتے ہو(کہ اس حدیث کی بناپر)بہت سے لوگ غالی ہوگئے ہیں،ہیثم نے کہا پیغمبرؐ خود اس حدیث کے قائل ہیں آپ نے خطبہ میں یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے پھر ہم کون ہوتے ہیں کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں کسی غالی کو غلو سے ڈریں یا کسی قائل کے قول کی پرواہ کریں۔[1]

صورت حال مزید واضح ہوجاتی ہے جب ہم بخاری شریف کو پڑھتے ہیں ابوحنیفہ کے ذیل میں کہا تھا بخاری کی تحریر سے واضح ہو یا اس لئے کہ بخاری نے اپنی صحیح میں سرے سے حدیث غدیر کی روایت ہی نہیں کی یعنی حدیث غدیر کو مہمل قرار دیا اور مسلم نے اپنی صحیح میں یہ لکھ دیا کہ یہ حدیث شاذ طریقہ سے آئی ہے میں نے گزشتہ نشستوں میں خطبۂ نبیؐ پر گفتگو کرتے وقت مسلم کی طرف آپ کو متوجہ کیا مسلم نے خطبہ غدیر میں جو کاٹ چھانٹ کی ہے اور صرف حدیث ثقلین پر اکتفا کیا ہے وہ بھی قابل توجہ ہے انہوں نے ان تمام طرق حدیث کو مہمل قرار دیا جن میں اعلان ولایت کیا گیا ہے حالانکہ خطبۂ غدیر میں مرکزی کردار اعلان ولایت کو حاصل ہے۔

میرا تو خیال ہے کہ مولائے کائناتؑ نے جو مناشدہ کیا اسی کی وجہ سے لوگ حدیث نبیؐ کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیثوں کے جمع کرنے،اس کے اہتمام کرنے اور حدیثوں کو درس تبلیغ کی بنیاد بنانے کا ایک دروازہ کھل گیا۔اسی کے بعد لوگ حدیثوں کو ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور حدیثوں کے معانی و مفاہیم کا احاطہ کرنے کی کوشش اور حدیثوں کو ظاہر کرنے کی کوشش دونوں میں ماحول کے اعتبار سے اتار چڑھاؤ ہوتا رہا اس لئے کہ حکومتیں بدلتی رہیں اور حکومتوں کا نظریہ بدلتا رہا۔

کبھی شدت، کبھی نرمی، کبھی فتح، کبھی شکست کا ماحول بنا رہا۔

واقعہ غدیر کے سلسلے میں میں نے آپ سے بہت طویل گفتگو کی اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے سوال میں یہ لکھا ہے کہ اہل سنت واقعہ غدیر کی روایت نہیں کرتے ان کے یہاں احاد اور ضعیف

---

(۱)امالی شیخ مفیدص:۲۳،۲۴،تیسری مجلس

نبروں میں بھی واقعہ نریۃ کا تذکرہ نہیں پایا جاتا آپ نے دیکھا کہ اہل سنت حضرات نے س شدت سے ہر دور میں واقعہ نریۃ کو موضوع بحہ بنایا ہے،میں نے تو وقت کی تنگی کا لحاظ کرتے ہوئے بہت سی باتیں چوڑ دی ہیں،اس لئے کہ گنجائش بھی نہیں تھس اور جو میں ثابت کرنا چاتا تھا وہ اسی تحریۃ سے ثابت ہوجاتا ہے۔

میں اللہ سے توفیق اور خدمت کرنے کی دعا کرتا ہوں۔

سوال نمبر۔۸

کیا آپ کے علم میں ابن تیمیہ کی کتاب((منھاج السنۃ))کی رد کسی شیعہ عالم نے پیش کی ہے،منھاج السنۃ علامہ حلیؒ کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے حالانکہ اہل سنت نے ابن تیمیہ کی اس کتاب کی رد لکھی ہے اس کا جواب لکھنےوالوں میں شیخ ابوحامد بن مرزوق بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب((براءۃ الاشعریین))میں ابن تیمیہ کا جواب دیا ہے۔

جواب:جہاں تک میں جانتا ہوں ان دو کتابوں کے علاوہ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے

۱۔منھاج الشریعہ سید مہدی بن سید صالح قزوینی نے یہ کتاب ابن تیمیہ کی رد میں۱۳۱۵ھ میں لکھی اور ۱۳۱۸ھ میں منظر عام پر آئی۔

۲۔اکمال المنۃ فی نقض منھاج السنۃ:یہ کتاب سید سراج الدین حسن بن عیسیٰ یمانی لکھنوی نے تحریر لکھی ہے اس کتاب کا تذکرہ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ کے مصنف نے کیا ہے۔(۱)

(تو مستقل کتابوں کا جہاں تک سوال ہے بس یہ دو ہی کتابیں ہیں)لیکن بعض کتابوں میں ضمنی طور پر ابن تیمیہ کے جواب میں عبارتیں پائی جاتی ہیں جیسے شیخ حسن مظفر کی تالف دلائل الصدق جو ابطال باطل کے رد میں لکھی گئی ہے ابطال باطل علامہ حلی کی کتاب نہج الحق کے جواب میں لکھی گئی تھی،ابطال باطل کے مصنف روز بہان میں پھر شیخ عبدالحسین امینی کی کتاب((الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب))میں بھی ابن تیمیہ کی رد لکھی گئی ہے۔(۲)

---

(۱)الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ج:۲ص:۲۸۳،

(۲)الغدیر ج:۳ص:۱۴۸،۲۱۷

اس کتاب کا تذکرہ میں آپ کے پہلے سوال کے جواب میں کر چکا ہوں جہاں میں نے مصادر شیعہ کے بارے میں عرض کیا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ کی کتاب منھاج السنۃ جواب کی مستحق نہیں ہے ابن تیمیہ نے اپنی اس کتاب کو گالیوں سے بھر دیا ہے جھوٹ اور زبردستی کی حد کر دی ہے بہت ہی شاذ عقائد پیش کئے ہیں جو حدیثیں انہیں اچھی لگی ہیں ان کو صحیح قرار دیا ہے اور جو ان کے خلاف ہیں انہیں ہٹ دھرمی سے رد کر دیا ہے۔یہاں تک کہ ابن سبکی جو منھاج الکرامۃ کے مصنف ہیں ان کو آداب علم کے خلاف گالیاں دیتے ہیں اور بن تیمیہ سے بہت خوش ہیں کہ انہوں نے منھاج الکرامہ کا کیا خوب جواب دیا ہے منھاج السنۃ میں ابن تیمیہ کے جواب سبکی کو بہت اچھے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ابن تیمیہ کی غلطیوں کو محسوس کرتے ہوئے ان کو مندرجہ ذیل ازامات میں ماخوذ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں،ابن تیمیہ نے حق و بطال کو خلط و لط کر دیا ہے،بغیر کسی امتیاز کے ہر دلیل پر کچھ نہ کچھ حاشیہ چڑھا دیا ہے، صفات خدا کے بارے میں ہماری طرف سے ایسے عقاید پیش کئے ہیں جو بالکل ہی شاذ یہ تمام باتیں سبکی نے ان اشعار میں نظم کی ہیں جن کے نقل کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔[1]

ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے ابن تیمیہ کی منھاج السنۃ پڑھی جیسا کہ سبکی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب بھر پور جواب ہے لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ ابن مطہر کی طرف سے وارد شدہ حدیثوں کو رد کرنے میں ابن تیمیہ نے زبردستی اور ہٹ دھرمی سے کام لیا ہے ابن مطہر کی زیادہ تر حدیثیں تو بیشک وا یات و خرافات ہیں لیکن ان کو رد کرنے کے جوش میں ابن تیمیہ نے بہت سی عمدہ حدیثوں کو بھی رد کر دیا ہے ،ایسی حدیثیں جو مصنف کے گمان میں حاضر نہیں تھیں اسے مصنف نے اگرچہ بہت سی حدیثوں کو یاد کیا ہے لیکن انہیں حدیثوں پر بھروسہ کیا ہے جو اس وقت ان کے حافظے میں موجود تھیں اور انسان جان بوجھ کر کتنے بھول جاتا ہے پھر لکھتے ہیں کہ رافضی کے کلام کو ہلکا کرنے کے لئے ابن تیمیہ نے اس قدر

---

(۱)طبقات الشافعیۃ الکبری،ج:۶ص:۱۵۹۔۱۶۰،حالات علی بن عبدالکافی،السبکی،الوافی بالوفیات ج:۲۱،ص:۲۶۲،کتاب ابن تیمیہ سے نقل ہے ص:۲۱۶

مبالغہ سے کام لیا کہ غلطی سے مولا علی کی تنقیص کر ڈالی۔[۱]

یہ تو ابن تیمیہ کے ہم مذہب افراد ہیں جن کے خیالات آپ کے سامنے پیش کئے گئے لیکن خود علامہ حلیؒ کی بات بھی قابل غور ہے صاحب منھاج الکرامۃ علامہ حلی کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں ابن مطہر ایک مشہور آدمی ہیں اور خوش اخلاق بھی ہیں جب ان کے سامنے ابن تیمیہ کی کتاب پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا اگر یہ شخص میری بات سمجھتا ہوتا تو میں اس کا جواب بھی دیتا۔[۲]

شیخ محمد حسن مظفر اپنی کتاب دلائل الصدق کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے کتاب کو زیادہ فائدہ مند بنانے کے لئے ابن تیمیہ کی کتاب سے بھی کچھ کلمات پیش کر دیئے ہیں جو ابن تیمیہ نے منھاج الکرامۃ کی رد میں لکھے ہیں اگر ابن تیمیہ کی کتاب میں سفلہ پن، قلم کی زبان میں گستاخی اور فحش گوئی نہیں ہوتی،اس نے عبارتوں کو طول نہ دیا ہوتا اور اس کی عبارتوں سے نبی امین اور؟آپ کی آل طاہرینؑ کی عداوت کا اظہار نہ ہوتا تو میں اس سے بحث کرنے کو حق سمجھتا اس لئے کہ میں نے ابھی تک اپنے مس عالم کو اس کا جواب لکھتے ہوئے نہیں پایا لیکن میں نے اپنے قلم کو اس کا جواب دینے سے پاک رکھا جیسا کہ ہمارے علما نے اپنے قلم کو اس کی فحشی گوئی کے جواب سے آلودہ نہیں کیا ہے اور میں نے اس لئے بھی اس کا جواب نہیں دیا کہ میں نے ایک طرح سے اپنے مقدمہ میں اس کا جواب دےدیا ہے۔

میں نے اس مقدمہ میں امامت کے سلسلے میں اور فضائل اہل بیتؑ کے سلسلے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں اس پر بحث کی ہے اور ان کی اسناد پر بھی بحث کی ہے وہ بحث ہی ابن تیمیہ کے سوالوں کا بہترین جواب ہے اگرچہ اجمالی ہے۔[۳]

اور مجھے۲۵سال قبل کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے جب میں نجف اشرف میں تھا اور محرم کے

----

(۱)لسان المیزان ج:۲ص:۳۱۹،حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کے والد حسن کے حالات میں

(۲)لسان المیزان ج:۲ص:۳۱۷،حسن بن یوسف بن مطہر کے حالات میں

(۳)دلائل الصدق ج:۱ص:۳

زمانے میں اپنے گھر پر ایک مجلس حسینؑ برپا کی تھی اس مجلس میں کچھ علما بھی تھے ان میں سے ایک عالم نے مجھ سے کہا کہ((ھل اتی))کی ابتدائی آیتوں کا اہل بیت اطہارؑ کے حق میں ہونے پر ابن تیمیہ کو اعتراض ہے اور وہ کہتا ہے کہ((سورہ ھل اتی))مکی ہے آپ کے پاس کا کیا جواب ہے؟

میں نے کہا تھا کہ کیا ابن تیمیہ کی باتیں بھی قابل شمار ہیں؟انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے اس جملے سے اس کا جواب ہو گیا؟میں نے کہا تھا ٹھیک ہے ہم غور کریں گے پھر میرے سامنے علامہ امینی کی((الغدیر))کی تیسری جلد لائی گئی میں نے اس کے صفحہ۱۶۹کی عبارت پڑھی جس میں ابن تیمیہ کی حدیث اور علامہ حلیؒ کی گفتگو کا خلاصہ تھا ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ علامہ نے اپنے جھوٹ کا ذکر کیا ہے جو اپنے بولنےوالے کی جہالت پر خود دلیل ہے جیسے ان کا یہ کہنا کہ اہل بیتؑ کے حق میں سورہ ہل اتی نازل ہوا،اس لئے کہ ہل اتی مکی سورہ ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا عقد مدینہ میں ہوا اور حسنین علیہما السلام وہیں پیدا ہوئے یہ بات ہجرت کے بعد کی ہے تو اب علامہ حلی کا یہ کہنا کہ ہل اتی اہل بیتؑ کی فضیلت میں نازل ہوئی ایسا جملہ ہے جس کا جھوٹ(اس پر جو نزول قرآن اور حسنین علیہما السلام جیسے بڑے سرداروں کے حال سے واقف ہو)اس پر بالکل پوشیدہ نہیں پھر شیخ امینی ابن تیمیہ کے اس سوال کا کئی رخ سے جواب دیتے ہیں۔

جن میں منہ توڑ جواب یہ ہے کہ علما جمہور ابن تیمیہ کے قول مخالف ہیں ان کے نزدیک((ہل اتی))مدنی سورہ ہے اور علامہ امینی نے ایک بڑی جماعت کے اقوال اپنے اس دعوے کی شہادت میں پیش کئے ہیں پھر اس جواب کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے آج کے دور میں مسلمانوں کے درمیان جو قرآن مجید کے نسخے رائج ہیں ان سب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ صحیفوں میں ھل اتی کو مدنی لکھا گیا ہے حالانکہ بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ سورہ مکہ ہے لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اطعام مسکین و یتیم و اسیر والی آیت اس سورہ میں مدنی ہے۔

آپ خود سوچیں ایک ایسا انسان جو شہرت کے خلاف علماء کے اتفاق کا دعوی کرنے میں ذرا نہیں جھجتا جبکہ دعوائے اتفاق کے بھروسے پر ہی مسلمان عمل کرتا ہے اور ایسا شخص جو اپنے مخالف کو

جاہل کہتا ہے اسی بات کو سے قابل شمار سمجھا جائے؟اس کی گفتگو سے لائق بحث سمجھی جائے؟خاص طور سے جب کہ وہ آدمی بدگوئی اور کج فہمی میں مشہور ہے.کسی ایک مختصر جماعت کی طرف سے اگر اس کو عالم مجتہد اور شیخ الاسلام بھی کہا جاتا ہے تو کسی ایک جماعت کے تعریف کر دینے سے اس کی شان بلند تو نہیں ہوجائےگی نہ قیمت بڑھےگی نہ شیعوں کو یا علامہ حلیؒ کو اس شخص کی دشمنی کوئی نقصان پہنچائےگی اور نہ اس کی زبردستی اور گالی گلوج سے علامہ کی شان میں کوئی کمی آئےگی بلکہ ان کی شان میں اضافہ ہی ہوگا اور اسی طرح ابن تیمیہ کی شان میں کمی آجائےگی اور اس کی جماعت کی توہین بھی ہوگی اس لئے کہ انسان اپنے دوست اور دشمن سے پہچانا جاتا ہے اور((کند ہم جنس با ہم جنس پرواز))کا قول بھی بہت بڑی حد تک صحیح ہے ابن تیمیہ کے اردگرد کا ماحول یا کسی بھی آدمی کا ماحول اس کی حقیقت کی عکاسی اور سیرت کا آئینہ ہوتا ہے اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الحدید معتزلی جو مذہب اہل سنت سے ہیں ان کا یہ قول پیش کر دیا جائے،وہ اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ کے مقدمہ میں مولائے کائنات کی سیرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کی وسعت اخلاق،خندہ پیشانی اور زندہ دلی اور تبسم ضرب المثل تھا یہاں تک کہ آپ کے دشمن آپ کی خوش مزاجی کو عیب کہہ کر پیش کرتے تھے۔

عمرو ابن عاص نے اہل شام کو یہ سمجھایا تھا کہ حضرت علی بہت مذاق باز ہیں لیکن مولائے کائنات کی یہ خوش مزاجی آپ کے چاہنےوالوں اور آپ سے محبت کرنےوالوں میں میراث کی طرح منتقل ہوتی رہی جیسے ظلم،بداخلاق اور بدروئی آپ کے دشمنوں میں منتقل ہوتی رہی جواب بھی ہے جس کے پاس اخلاقیات کا تھوڑا سا بھی علم ہوگا وہ اس بات کو اچھی طرح جان لے گا۔[1]

البتہ اہل سنت کے لئے لازم ہے کہ وہ ابن تیمیہ کا جواب دیں اور اس کے اقوال سے اظہار برائت کریں اس لئے کہ وہ ان کے درمیان بہت محترم ہے اسے سنی کہا بھی جاتا ہے،کثرت سے اس کا تذکرہ بھی ہوتا ہے اور سنیوں کے دعوے کی مدافعت کرتا ہے اس کی کتابوں کو پڑھنےوالا یقین سمجھے گا

----

(۱)شرح نہج البلاغہ ج:۱ص:۲۵،۲۶

کہ اس تحریۃ سنی نظریوں کا عکس پایا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ وہ نیوں ہی کی کشتی میں سوار ہے تو اس پۃ جو بھی مصیبت آئےگی وہ تمام اہل کشتی پۃ آئےگی اور اس کی وجہ سے نیوں کے دامن پۃ جودھبے پڑھتے ہیں بغیر اس کی تۃدید کے اور اس کے قول سے اظہار بۃائت کے وہ دلنےواے بھی نہیں یۃی وجہۃ ہے کہ ہم اس جیسے آدمیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ابھی بات ۃتم نہیں ہوئی انشاءاللہ دسویں سوال کے جواب میں بھی پۃھ نفۃع بخش باتیں عرض کی جائیں گی۔

سوال نمبر۔۹

کیا آپ کی رائے کے مطابق ممکن ہے کہ شیعہ،سنی آپس میں متحد ہوجائیں اس لئے کہ مجھے معلوم ہے سنیوں میں اشعری اور ماتریدی فرقے شیعوں کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ شیعوں کی رائے اور ان کے عقیدوں کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور ان پر بحث بھی کرتے ہیں اگر چہ بعض غالی اہل سنت کو بھی گمراہ مانتے ہیں۔

جواب: آپ کے اس سوال کے جواب میں چند امور پیش کئے جارہے ہیں.اسلام کی خدمت کے لئے سنی،شیعہ اتحاد کو خوش آمدید کہتا ہوں آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں عرض کیا جاچکا ہے کہ شیعوں کے نزدیک اسلام کیا کیا مطلب ہے،شیعہ اس آدمی کو مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں جو کلمہ کا قائل ہے اور بالاعلان ان امور کی طرف دعوت بھی دیتا ہے اسی بنیاد پر شیعہ اور سنی متحد ہیں اور مسلمانوں کو یہ دین عظیم اسی بنیاد پر جمع کرتا ہے وہ دین جو کائنات کا سب سے بلند دین ہے اور خاتم الادیان ہے اور اسی دن کی بنیاد پر مسلمان کی جان اور مال محترم ہے دین کے مشترک اہداف سب کے نزدیک اہم ہیں اور وہ یہ اہداف ہیں،دین کے لئے دعوت دینا،اس کے کلمے کو بلند کرنا،دشمنوں کی سازشوں کی تردید کرنا،مسلمانوں کو چاہئیے کہ ان مقاصد کے لئے متحد ہوجائیں لیکن اس کے ساتھ ہی غیر مسلموں کے ساتھ اس اخلاق حسنہ کا بھی سلوک رکھیں جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب اسلام غیر مسلموں کے ساتھ اخلاق کا حکم دیتا ہے تو پھر مسلمانوں کے ساتھ بدرجہ اولی اخلاق سے

پیش آنا چاہئے اور آپ کے دوسرے سوال کے جواب کے سلسلے میں اس بات کی طرف توجہ دلائی جاچں ہے اسی وسعت نظر اور وسعت قلب کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان اسلام کی مصلحتوں کے لئے عمل اتحاد ہوسکتا ہے جب کہ وہ اسلام کے بارے میں اصول و عقائد کی حفاظت کے ساتھ اور ا ن طریقہ سے اس کی طرف دعوت دیتے رہنے کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان اتحاد ممکن ہے،البتہ انہیں چاہئے کہ اپنے عقائد کی طرف دعوت دیں تو عملی طریقوں سے اور با مقدر : اہلبن کے ساتھ جس سے نیروں کی رہنمائی ہوے،اس سلسلے میں زب و بہتان سے پرہیز کرنا پڑے گا اور گالی لوج اور ن و تشنیع سے بھی پرہیز کرنا ہوگا اس لئے کہ:

پہلی بات تو یہ ہے کہ سب و شتم اور ن و تشنیع کرنے سے حقیقت ثابت نہیں ہوسکتی اور نہ قیامت کے دن خدا کے سامنے حجت پیش کی جاسکتی ہے قیامت کا وہ دن ہوگا جب لوگ خدا کے سامنے ہوں گے،ارشاد ہوتا ہے:(يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ)(۱)

ترجمہ:اور اس دن کو یاد کرو جس دن ہر شخص اپنی ذات کے بارے میں لڑنے کے لئے موجود ہوگا اور ہر نفس کو جو کچھ بھی اس نے کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہتان تراشی اور جھوٹ سے کینہ پروری کو بڑھاوا ملتا ہے امت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے لوگ ایک دوسرے کے خلاف مشغول ہوجاتے ہیں اور اہداف مشترکہ بدل جاتے ہیں اور آپس میں پھوٹ پڑجاتی ہے یہی وہ مقدر ہے جس کے لئے دشمنان اسلام صدیوں سے کوشاں ہیں تاکہ وہ اپنے ندےمقاصد،اسلام میں پھوٹ ڈال کر حاصل کر سکیں،اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ مسلمان ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور دوسرے فرقے کو نقصان

---

(۱)سورہ نحل آیت:۱۱۱

پہچاننے کے لئے اسلام دشمن عناصر سے ہاتھ لانے سے بھی نہیں چوکتے۔

جب ہدف مشترک ہو تو انسان کبھی کبھی اپنے دشمن سے ہاتھ لانے سے بھی نہیں چوکتا ہے اس کی مثال ماضی قریب میں ملتی ہے جب کفر و الحاد کے خلاف مسلمانوں نے عیسائیوں سے مل کے جنگ کی تھی اس وقت وہ اپنے مذہبی اختلافات بھول گئے تھے اور مادی مصلحتوں کو طاق نسیاں میں رکھ دیایا تھا محض اس لئے کہ ہدف مشترک تھا اور دشمن مشترک تھا تو جب مسلمان مشترک ہدف کو حاصل کرنے کی لئے غیر مسلموں سے ہاتھ لاسکتا ہے تو پھر بین اسلامی فرقوں میں آپسی تعاون کا جذبہ کیوں نہیں پیدا ہوتا۔

((علامہ اقبال کے جواب شکوا کا ایک بند میرے جذبات کی ترجماتی کرتا ہے))

ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک — حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک

فائدہ ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں (مترجم)

اسلامی فرقوں کو دین واحد ایک نقطہ پر جمع کرتا ہے،ان کے اصول مشترکہ ہیں پھر کیا بات ہے کہ اسلام دشمن قوموں کی طاقتیں جیسے جیسے بڑھتی جارہی ہیں مسلمانوں کے درمیان اختلاف بھی ویسے ہی ویسے بڑھتا جارہا ہے اور ایک دوسرے پر لعن و طعن گالی گلوج اور بہتان تراشی میں ترقی جاری ہے۔

اسلام کی خدمت کے لئے مشترکہ کوشش کرنا ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیم ہے

ائمہ اہل بیتؑ نے بےحد مشترک بہترین مثالیں قائم کی ہیں لاحظہ ہو:

یہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں کہ جب آپ نے دیکھا کہ حق خلافت غصب کرلیا گیا تو اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیئے ان دونوں حضرات سے کنارہ کشی اختیار کرلی لیکن جب آپ نے

محسوس کیا کہ ان کے دور خلافت میں اسلام اور اہل اسلام کو خطرہ ہوسکتا ہے اور اسلام کو عموماً نقصان پہونچ سکتا ہے تو آپ نے فوراً ان کے امور میں مداخلت شروع کر دی اور ان کا ساتھ دینا شروع کر دیا تا کہ اسلام کی عموماً حفاظت ہوے اس صورت حال کو آپ نے اپنے ایک خطبہ میں بہت وضاحت سے پیش کر دیا ہے،فرماتے ہیں:میں نے اپنے ہاتھ روک لئے اور یہ دیکھتا رہا کہ لوگوں کا رجحان کیا ہے؟لوگ دین سے منہ موڑچکے تے اور دین محمدؐ کو مٹانے کی دعوت دےرہے تے تو میں ڈرا کہ اگر میں نے اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہیں کی تو دین اسلام میں ایسا شگاف پڑجائےگا یا دین کا ایسا ستون گر جائےگا جس کے نتیجے میں لےنےوالی مصیبت تمہاری حکومت کے میرے ہاتھوں سے نکل جانے سے بڑی ہوگی حکومت تو ایک ایسی پونجی ہے جس کی مدت بہت قلیل ہے اور سراب کی طرح زائل ہوجانےوالی ہے یابوں گزرجانےوالی ہے جیسے بادل،لیکن دین ایک پائیدار چیز ہے اس لئے میں ان حادثوں کا مقابلہ کرنے لئے کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ باطل مر گیا اور زائل ہو گیا اور دین مطمئن ہوکے بےفکر ہو گیا اور گنگنانے لگا۔(۱)

تاریخ بتاتی ہے کہ آپؑ مسلمان حکومتوں کو مسلسل اپنی تدبیروں اور اپنے مشوروں سے نوازتے رہتے یہاں تک کہ اسلام کی عظمت بڑھی اور اس کا پرچم بلند ہو گیا اور اس کی دعوت عام ہو گئی۔

دوسری مثال اموی دور حکومت میں ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام نے قائم کی،سب جانتے ہیں کہ بنوامیہ کا دور آئمہ اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کیلئے تاریک ترین دور تھا لیکن اس کے باوجود امام نے اپنی معتمد رائے دینے میں بخالت نہیں کی،جب آپ نے محسوس کیا کہ اس وقت اموی حکومت کو مضبوط کرنے سے اسلام کو تقویت ملےگی تو آپ نے اپنی مضبوط رائے سے اسلام کی مدد کی یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب اموی بادشاہ کو درہم و دینار کے معاملے میں شاہ روم کی طرف سے دھمکایا

---

(۱)نہج البلاغہ:ص:۵۴۷،مالک اشتر کے نام اپنے ایک خط میں

یا تھا اس وقت امامؑ نے ہدایت فرمائی کہ اسلامی طرز پر سے ڈ اے جائیں تاکہ شاہ روم جو مسلمانوں سے اپنی شرطیں منوایا چا ہتا اس کا راستہ بند ہوجائے۔[1]امام محمد باقر علیہ اسلام کے بزرگوں نے ایسے وقت میں جب سلطان جائ کے حکم سے قتال حرام تھا تاکید کی کہ اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد مشروع ہے حاکم جور کے بھی دور میں اگر اسلام کو خطرہ در پیش ہو تو جہاد کی جاسکتا ہے چنانچہ امام صادق علیہ السلام سے حدیث ہے کہ:اپنے نفس کے لئے مدافعت کرے اور حکم خدا و رسول کے تحت قتال کرے لیکن حاکم جور کے حکم سے قتال ان کے طریقہ پر ہو تو یہ حلال نہیں ہے۔[2]

دوسری حدیث میں امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ((مسلمان کو چاہئے کہ ڈرے لیکن قتل نہ کرے اور اس بات کا خوف ہو کہ اسلام کو نقصان پہنچے گا تو قتال بھی کرے اس لئے کہ اس کا قتال اب اپنے نفس کے لئے ہوگا نہ کہ سلطان جائر کے لئے اس لئے کہ اسلام کے دروس میں محمدؐ کے ذکر کا درس بھی شامل ہے۔[3]

اسی طرح آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنے شیعوں کو تاکید کی دوسروں سے حسن معاشرت رکھیں میل جول بڑھائیں ان کے حقوق کی رعایت کریں ان کی طرف محبت اور دوستی کا ہاتھ بڑھائیں آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں،میں اس سلسلے میں چند حدیثیں بھی پیش کر چکا ہوں۔

خدمت اسلام کے لئے متحدہ جد و جہد کے بارے میں شیعہ اور ان کے علما کا نظریہ

تاریخ شاہد ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے شیعہ ہر موڑ پر کفر کے خلاف عام مسلمانوں کے ساتھ رہے اور ان سے گھل مل کر ایک ایسے سماج کی تخلیق کرتے رہے جو ملت اسلام کی حفاظت کرتا رہے،

---

(۱)حیاۃ الحیوان دمیری ج:۱ص:۱۱۴

(۲)وسائل الشیعہ ج:۱۱ص:۲۰،۲۱چھٹا باب،دشمن سے جہاد،حدیث ۳

(۳)وسائل الشیعہ ج:۱۱ص:۱۹،۲۰چھٹا باب،دشمن سے جہاد،حدیث ۲

یہاں تک کہ ما ن قریب کی تاریخ بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔

بیسویں صدی کے شروع میں اسلام پر برا وقت پڑا تھا جب برطانوی فوجوں نےعراق پر چڑ ائی کی تھی ان کی جنگ ثمانیوں سے تھی اور سب جانتے ہیں کہ ترکستان کی عثمانی خلافت میں شیعہ س سختی کے دور سے گزر رہے تے شیعہ علماء کے ساتھ قساوت کا مظاہرہ کیا جاتا تھا ظلم اور تشدد کا ایک سلسلہ جاری تھا شیعوں سے تجاہل برتا جاتا تھا حد تو یہ ہے کہ ان کی فقہ کو بھی حکومت فقہ ماننے پر تیار نہیں تھی شیعوں کے دینی طلبہ کو فوجی خدمات اس وقت تک نہیں دی جاتی جب تک ان کا فقہ حنفی میں امتحان نہیں لیا اس لئے کہ مذہب حنفی حکومت کا مذہب تھا لیکن شیعہ علما نے ان تمام باتوں سے چشم پوشی برتی،جب انھوں نے دیکھا کہ بات لات اسلام پر آرہی ہے تو ثمانیوں کی مدد کی اور ان کے ساتھ جہاد کا فتویٰ دےدیا،خود علماء کرام میدان جہاد میں نکل پڑے اور شبیہ اور رکوت میں بنفس نفیس جہاد کیا ار جہاد کے سلسلے میں جو بھی مصیبتیں آئیں وہ جھیل گئے محض اس لئے کہ بیضہ اسلام کی حفاظت ہوا وردین کے دشمنوں سے دین کو بچایا جاے اسی طرح فلسطین کے معاملے میں بھی شیعہ علما نے مختلف مر لوں میں یہی موقف اختیار کیا اور فلسطین کے معاملے کو اسلام کا معالہ قرار دیا تا کہ اسلام کی سرزمین سے دشمن اسلام کو دفع کیا جاے۔

بیسویں صدی کے آخر میں بھی عراق میں یہی سب کچھ دیکھنے میں آیا جب شیعہ علما نے دیکھا کہ عراق پر کمیونزم قبضہ کر رہا ہے تو ان لوگوں نے مرجعیت کے دروازے کھول دیئے اور آقائے حکیم طاب ثراہ کی قیادت میں سنیوں سے ہاتھ ملا لیا اور انہیں خوش آمدید کہا تا کہ کلمہ توحید کی حفاظت ہوے اور اس موقف کا سب بھی وہی تھا یعنی عالم اسلام کی حفاظت اور بس۔

یہ تمام باتیں اس لئے ہوئیں کہ شیعوں کی نظر میں اسلام کی حفاظت اور فلاح مذہبی اختلافات سے بالاتر ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی بات میں متحد رہیں اور جب یہ محسوس کریں کہ دشمن طاقتوں نے اسلام کو برباد کرنا اپنا ہدف بنایا ہے تو اپنے اختلافات کو بھول جائیں تا کہ یہ نظریہ ہمیں

برت دے ے اور مسلمان عملی ور پ ایک ہو کے دشمنان اسلام کو دفع کر سکیں اور ان دشمنوں کے راستے بند کر سکیں جو اسلام پر مصیبتیں آنے کے انتظار میں ہیں اور اسلام کی کمزوریاں تلاش کرتے رہتے ہیں۔

حقیقت تک پہونچنے کے لئے میں عملی گفتگو کو خوش آمدید کہتا ہوں

جس طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ مسلم فرقوں کے درمیان عملی مناظرہ ہوتا رہے اور ایسی گفتگو جاری رہے جو مقدر آفرین ہو، لیکن عناد اور تعصب سے پاک، لڑائی فساد سے دور ہوتا کہ ہر ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھے اور علمی طریقوں سے دوسرے سے گفتگو کرے، تاکہ کوئی بھی کسی پر اپنے مسائل اور عقائد کو لادنے کی کوشش نہ کرے۔ گفتگو اور مناظرہ کا مقصد صرف حقیقت تک پہونچنا اور سامنے والے کی دلیلوں کو سمجھ کے کوئی فیصلہ کرنا ہو، اس کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔دین کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط ہونا، بصیرت کا کامل ہونا، یہ عقلی اور شرعی اعتبار سے بہت ضروری ہے۔

۲۔ایک دوسرے سے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور آپسی محبت کو برقرار رکھنا، ان تمام چیزوں کو جن سے رکاوٹ اور وحشت پیدا ہوتی ہے جن کی وجہ سے آپسی تعلقات منقطع ہوجاتے ہیں دور رکھنا، اس لئے کہ ایسی باتوں کا نتیجہ دلوں میں شک پیدا کرتا ہے اور آپسی اختلافات سے دشمن فائدہ اٹھاتا ہے۔

۳۔ہر دو فریق پر واجب ہے کہ وہ سامنے والے کے عقیدے سے واقف ہو اور اس کی طرف سے دی ہوئی دلیلوں کے نتائج پر نظر رکھتا ہو۔ جھوٹ، بہتان تراشی، مبالغہ، بدگوئی اور بے کار گفتگو سے پرہیز کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

۴۔ہر دو فریق پر واجب ہے کہ جب سامنے والے کی دلیل اور حجتوں میں وزن کا احساس کرے اور یہ سمجھے کہ اس کے پاس کسی بھی عقیدے کو ماننے کے لئے ٹھوس دلیلیں موجود ہیں تو اس کو چھوڑ دینے پر اصرار نہ کرے اور دشمنی اور تعصب سے کام نہ لے۔

۵۔ہم دلیلوں کی بنیاد پر عقیدوں میں اتفاق پیدا کر سکتے ہیں.ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی دلیلوں کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور موضوع کے اوپر غائرانہ نظر کی جائے،ان تمام باتوں کے باوجود اگر دوسرے کا عقیدہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو ہمیں اپنے عقیدے کی حفاظت بھی کرنا چاہئے اور دوسرے کا احترام بھی کرنا چاہئے۔

شیعہ اور اہل سنت کے درمیان عقیدے کے اعتبار سے اتحاد نہیں پیدا ہوسکتا

تیسری بات اگر آپ شیعہ،سنی اتحاد کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ایک ہوجائے یعنی شیعہ بھی سنی عقائد کے قائل ہوجائیں اور سنی بھی شیعہ عقائد کے۔اور ہر ایک اپنی ان دلیلوں سے تجاہل برتے جن پر وہ شروع سے اعتماد کرتا آیا ہے تو یہ دعوت غیر عملی دعوت ہوگی یعنی عملی طور پر اس دعوت اتحاد پر عمل نہیں ہوپائے گا۔

اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

۱۔اس لئے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف میں اضافہ ہوگا ظاہر ہے کہ اس نظریہ کو سب لوگ تو مانیں گے نہیں،نہ ہر سنی مانے گا اور نہ ہر شیعہ مانے گا اور جب کچھ شیعہ مانیں گے تو ایک فرقہ سنیوں کی طرف سے عالم وجود میں آئے گا اور ایک شیعوں کی طرف سے،نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم فرقوں کو ملانے کی کوشش میں دو فرقے اور پیدا کر دیں گے.یعنی اب تک سنی،شیعہ دو فرقے تھے اب چار فرقے ہوجائیں گے۔

شیعہ،سنی اتحاد کے چکر میں عقیدوں کی ایک عجیب سی شکل سامنے آئے گی حالانکہ عقیدہ ہی ایک ایسی چیز ہے ہر ایک مسلمان کو سب سے عزیز ہے.

اگر ہم دعوت اتحاد دینے کے لئے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیں کہ وہ اپنے عقیدوں کو چھوڑ دیں تو اس سے خود دعوت بدنام ہوجائے گی،بہت سے سوالات پیدا ہوں گے.اور لوگ اس دعوت کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے کہ وہ جاننا چاہیں گے کہ نئی شریعت کا سبب کیا ہے اور آیا یہ مشروع

ہے بھی یا نہیں؟اس لئے کہ یہ شریعت بہت سے لوگوں کی نظر میں بالکل نئی ہوگی ان اسباب کی وجہ سے یا تو دعوت اتحاد مشکل ہوگی یا معطل ہوجائے گی۔

میرا خیال ہے کہ ہر دو فریق یہ سوچنے پر مجبور ہوجائیں گے کہ ان کی یہ دعوت اسی وقت کممل ہوگی جب وہ عالم اسلامی سماج سے ہٹ جائیں اور اس کی وجہ سے اختلاف کی خلیج بڑھ اور وسیع ہوجائے گی،یعنی دعوت کا الٹا اثر ہوگا مسلمانوں کا شیرازہ وحدت پارہ پارہ ہوجائے گی ان کی بات میں پھوٹ پڑجائے گی اور ان کے مسائل میں اضافہ ہوجائے گی ہماری یہ بات دعوت کے متضاد ہوگی جس میں ہم نے محض کلمہ اسلام کی رفعت کے لئے اور اہداف مشترکہ کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے درمیان عملی اتحاد کی دعوت دی تھی میں نے عرض کیا تھا کہ یا تو ہر فرقہ اپنے عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہے،یا بہتر طریقے سے اپنے عقیدے کی طرف دوسروں کو دعوت دے،میری اس گزارش کا مقصد تمام مسلمانوں کو عملی اعتبار سے ایک پلیٹ فارم پر لانا تھا اور حقیقت تک پہونچنے کے لئے دلیلوں کی چھان بین کرنی تھی۔

میں نے دو باتوں کی طرف توجہ دلائی تھی اور دونوں ہی باتوں کا مقصد بہت بلند ہے اور نتیجہ بہت اطمینان بخش ہے ان کو چھوڑنے کی وجہ نہیں دکھائی دیتی بلکہ ہر مسلمان پر (جس کے اندر ذرا بھی غیرت اسلام پائی جاتی ہے)واجب ہے کہ اس دعوت کو قبول کرے اور اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک یہ شبہ نہ ہو کہ اس سے اسلام کو نقصان پہونچ سکتا ہے لیکن شیعہ سنی کے درمیان عقیدے کے اعتبار سے اتحاد کی دعوت کو قبول کرنے سے اسلام کو بھی نقصان پہنچے گا اور اس نقصان کی اصلاح بھی ناممکن ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی دعوت کو مہمل قرار دیا جائے اوراس سے تجاہل برتا جائے۔

ارشاد باری تعالی ہوتا ہے کہ:(يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ)[1]

----

(۱)سورہ توبہ:آیت:۴۷

ترجمہ آیت:اگر یہ لوگ تم میں نکلتے بھی تو بس تم میں فساد ہی برپا کر دیتے اور تمہارے حق میں فتنہ انگیزی کی غرض سے تمہارے درمیان اِدھر اُدھر گھوڑے دوڑاتے پھرتے اور تم میں سےان کے جاسوس بھی ہیں جو تمہاری باتیں ان سے بیان کرتے ہیں اور اللہ شریروں سے خوب واقف ہے۔اور اللہ ان لوگوں سے بےنیاز ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:(إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ)(۱)

ترجمہ:بےشک اللہ بےنیاز اور قابل تعریف ہے۔

۲۔دوسری بات دینی حقائق کا اعتقاد اسی وقت واجب ہے جب اس پر ٹھوس دلیلیں قائم ہوں اور حجت تمام ہوچکی ہو لیکن وہ امور جو سنیوں کے لئے ہوں یا شیعوں کے لئے بغیر دلیل اگر عقیدے کی شکل میں اختیار کر گئے ہیں تو ان کا ماننا حرام ہے،چاہے دونوں فرقےاس پر متفق ہوں یا مختلف،ہاں اگر ان میں سے ایک فرقہ کسی بات پر خاموش ہو اور اس پر مستحکم دلیلیں حاصل ہوچکی ہوں تو ایسی صوررت میں اس کا اعتقاد واجب ہے پھر آپ سوچیں(غور کریں)کہ محض اتحاد کے لئے کوئی اپنے واجب شرعی کو کیسے چھوڑسکتا ہے۔

۳۔اگر کوئی(چاہے وہ سنی ہو یا شیعہ)آپ کے اتحاد کے لئے اپنے مدلل عقیدے کو چھوڑ دیتا ہے تو یہ حقیقت پر ظلم ہی ہوگا۔بلکہ شریعت اور وجدان اس بات کو ہرگز قبول نہیں کریں گے کہ ایک مسلمان چاہے وہ سنی ہو یا شیعہ ایسے عقیدے کو چھوڑ دے جس کو ماننا اللہ نے اس پر فرض کیا ہے اور جس کے حق میں حجت تمام ہوچکی بلکہ جس عقیدے کے لئے اس کے دوستوں نے اللہ کے چاہنےوالوں نے اور اس کے نیک بندوں نے امر الٰہی کو تسلیم کرتے ہوئے اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہوئے عظیم قربانیاں دی ہیں اور خدا کے ظالم دشمنوں سے،اسلام میں تفرقہ پیدا کرنےوالوں سے علوم اسلامی کو ضائع کرنےوالے دشمنوں سے،اسلام میں تفرقہ پیدا کرنےوالوں سے علوم اسلامی کو ضائع

---

(۱)سورہ لقمان:آیت۲۶

کرنےوالوں سے لڑتے رہے۔یہاں تک کہ اس کی وجہ سے امت فرقوں میں تقسیم ہوگئی اور مسلمانوں میں ایک پائیدار اختلاف پیدا ہو گیا۔

ایسے مدلل عقیدے کو محض اتحاد کے لئے چھوڑ دینا حقیقت پر ظلم ہی نہیں بلکہ اللہ کے اس امر کی تردید کرنا ہے جو اس نے ہم پر فرض کیا ہے.اللہ کی باتوں کو ہلکا سمجھنا ہے اور اس کے اولیاء کرام کی کوششوں اور قربانیوں کو(جو انہوں نے عقیدے کی حفاظت کے لئے دی ہیں)ضائع کرنا ہے صرف یہی نہیں بلکہ اس سے خدا کے ظالم دشمنوں کے ہدف کو حق ثابت کرنا اور انہیں ان کی کوششوں میں کامیاب کرنا بھی لازم آتا ہے۔

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں،آپ کو اور تمام مسلمانوں کو دینی حقیقتوں کی تحقیق کی توفیق عنایت فرمائے،مسلمانوں کے درمیان الفت و محبت کو محکم کرے اور ان کے فرقوں میں اتحاد پیدا کرے ان کی بات کو یکجا کرے بیشک وہ سب سے بڑا رحم کرنےوالا ہے۔

غالیوں کے بارے میں شیعوں کا نظریہ

سنیوں کی طرح شیعہ بھی غالیوں کو گمراہ سمجھتے ہیں بلکہ انہیں کافر سمجھتے ہیں لیکن اس وقت جب ان کا غلو توحید کو نقصان پہنچاتا ہو یا مقام نبوت سے آگے بڑھتا ہو چاہے نبوت کا دعوی حضور سرور کائنات ؐ کے بعد کوئی کرتا ہو یا کسی ایسے ضروری حکم کا انکار کرتا ہو،جس کی وجہ سے اللہ کے نازل کردہ احکام کی تردید ہوتی ہو یا اس کے حضورؐ میں تسلیم سے روکتا ہو اگر غلو کی وجہ سے مندرجہ بالا باتیں نہیں پیدا ہوتیں تو پھر نہ وہ کافر ہے نہ گمراہ مثلاً بعض اولیا کے کرامات یا خدا کے نزدیک ان کے مقام بلندی مقرر یہ ہے کہ کسی کو بھی کافر کہنے سے پہلے اس کے کفر کو ٹھوس دلیلوں سے ثابت کرنا بہت ضروری ہے اس کے لئے وافی معقول دلیل چاہئیے ورنہ بہتر ہے کہ خاموش رہے جیسا کہ خداوند عالم نے حکم دیا ہے:

(وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌإِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا)(۱)

ترجمہ:اور جس چیز کا یقین نہ ہو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہ پڑا کرو کیوں کہ کان آنکھ اور دل ان سب کی قیامت کے دن یقیناً بازپرس ہوگی۔

خداوند عالم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:(سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ)(۲)

ترجمہ:ابھی ان کی شہادت قلم بند کر لی جاتی ہے اور قیامت میں ان سے پوچھا جائے گا۔

---

(۱)سورہ اسراء آیت:۳٦

(۲)سورہ زخرف آیت:۱۹

سوال نمبر۔۱۰

امید کرتا ہوں کہ طالب علم کو آپ اس کتاب کا جواب لکھنے پر آمادہ کریں گے جس کا نام(تی لاننخدع عبداللہ الموصلی)جس میں اس نے یہ دعوی کیا ہے کہ شیعہ اور ان کے علماء اہل سنت کو کافر کہتے ہیں اور ان کے جان و مال مباح سمجھتے ہیں میں جانتا ہوں کہ آپ کے پاس وقت کم ہے اور آپ بہت مصروف ہیں اسی لئے میں نے آپ کو یہ مشورہ دیا ہے،حالانکہ آپ زیادہ جاننےوالے ہیں۔

یہ کتاب مصر میں چھپی ہے اور اس کتاب کے چھاپنےوالے ادارہ کا نام(دارالسلامۃ النشر و التوزیع) سنی فرقہ کے بہت سے لوگ اس کتاب کو پھیلا رہے ہیں اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔

جواب:اس سلسلے میں آپ کو مندرجہ ذیل امور کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

ا۔آپ کے دوسرے سوال کے جواب میں عرض کیا گیا تھا کہ شیعوں کے نزدیک مسلمان وہ ہے جو کلمہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو،عالم اسلامی فرائض سے انکار نہ کرتا ہو اور اسلام کی طرف اعلانیہ دعوت دیتا ہو اس اسلام کو جو ماننےوالا ہے شیعوں کی نظر میں اس کا خون اور مال(دونوں ہی)محترم ہے۔

میں نے یہ عرض کیا تھا کہ صحابہ اور غیر صحابہ سبھی اس اصول کے تحت آتے ہیں اور شیعوں کی کتابیں اس فتوے سے بھری پڑی ہیں،میں نے بڑے علما کے کلمات بھی مقام مثال میں پیش کئے تھے میرا خیال ہے کہ یہی عبارتیں(حق لانخدع)کی تردید کرتی ہیں اور شیعوں کو اس الزام سے بری کرتی ہیں۔

حق لانخدع جیسی کتابوں کے بارے میں ہمارا نظریہ

اب تک تو مجھے اس کتاب کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی ہے لیکن آپ کی گفتگو سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ آج کل شیعوں کے خلاف بہت سی کتابیں نکل رہی ہیں جن کا اہم ترین مقصد شیعوں کو بدنام کرنا،ان کے بارے میں جھوٹی سچی باتیں پھیلانا اور ان پر الزام تراشی کرنا ہے تاکہ دوسرے لوگوں کے جذبات ان کے خلاف ہوجائیں۔

میرا خیال ہے کہ یہ کتاب انہیں کتابوں میں سے ایک ہے.اس طرح کی کتابوں کی تردید اگر اس لئے کی جائے کہ جواب پڑھ کے اظہار حقیقت کے بعد اپنے نظریوں کو بدل دیں گے تو یہ ناممکن ہے اس لئے کہ وہ لوگ جاہل نہیں ہیں اور اگر جاہل ہیں بھی تو حقیقت تک پہونچنا نہیں چاہتے تاکہ اشکال حل ہوجائے اور وہ اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوں.بلکہ ان کا ایک خاص مقصد ہے جس کو پانے کے لئے ان کی کوشش جاری ہیں اور وہ اس مقصد کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے۔

اس کے پہلے بھی میں اس طرح کے تجربوں سے گزرچکا ہوں اور میں نے بہت کچھ سیکھا ہے میں نے یہ معلوم کر لیا کہ ایسے لوگوں سے بحث کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

اگر آپ مذکورہ کتاب کا جواب دینا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کتاب کے مرقومات کو پڑھ کر نیک نیت مسلمانوں کے فریب کھا جانے کا امکان ہے،تو یہ امکان اس زمانے میں تھا جب شیعہ کتابیں پوشیدہ تھیں اور لوگ مصادرہ کا مطالبہ نہیں کرتے تھے.ان کی کمیابی یا نایابی کی بنیاد پر آج کا دور تو ایسا ہے کہ شیعہ مصادر عام ہیں اور ان کی کتابیں بہرحال ہر آدمی کے لئے ممکن الحصول ہیں

غیر شیعہ

ان سے جاہل نہیں ہے.اور شیعہ ان کتابوں کی تحریر سے انکار نہیں کر سکتا پھر دھوکا اور فریب کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟

یہ تو انصاف نہیں ہے کہ شیعہ کتابوں کو بغیر پڑھے ہوئے اور ان کے حالات سے بغیر مطلع ہوئے شیعوں کے دشمنوں کی اور شیعوں پر الزام رکھنےوالوں کی تصدیق کر دی جائے۔

خصوصاً اس کتاب میں جو تہمتیں شیعوں پر لگائی گئی ہیں ان کی تکذیب تو شیعوں کے طرز زندگی کا مطالعہ کرنے سے ہوجاتی ہے اس لئے کہ شیعہ کسی خاص علاقے میں یا کسی کونے میں تو نہیں رہتے کہ ان کی طرز زندگی اور ان کی سماجی زندگی بالکل لوگوں سے پوشیدہ ہے اور وہ چھپ کے اپنے مذہبی مراسم انجام دیتے ہیں،بلکہ شیعہ تو کھلم کھلا تمام مسلمانوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور ان کے ساتھ رہتے سہتے ہیں موسم حج میں جب تمام عالم اسلام کعبہ میں مرتکز ہوتا ہے تو شیعہ بھی اسلام کی شان بڑھانے کے لئے ان میں شامل ہوتے ہیں میرے کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شیعہ اتنے امانت دار ہوتے ہیں کہ انہیں ان کی امانت داری اور تقوی کی وجہ سے پہچانا جاسکتا ہے اور وہ مسلمانوں کے جان مال کا احترام دوسروں سے زیادہ کرتے ہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ان کے اندر دوسروں سے زیادہ خیانت نہیں پائی جاتی اور وہ مسلمانوں کے جان و مال کا دوسروں سے کم احترام نہیں کرتے خصوصاً وہ شیعہ جو متدین سمجھا جاتا ہے اور دین کا پابند سمجھا جاتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب یہ دوسروں سے ملتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ معاشرت کرتے ہیں تو ان کے کردار سے شیعہ مذہب جھلکتا ہے اور دوسرے لوگ ان کو شیعوں کی پہچان مانتے ہیں۔

سب سے زیادہ قابل توجہ بات یہ ہےکہ آخر شیعہ تہمت اور بہتان تراشی کے جال میں کب تک پھنسے رہیں گے اور صفائیاں پیش کرتے رہیں گے اور لوگ ان تہمتوں کو شیعوں کے بارے میں اس وقت تک سچ مانتے رہیں گے جب تک شیعہ اپنی صفائی نہ پیش کریں جب اصول انصاف یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی جاتی ہے وہ اس وقت تک صاف سمجھا جاتا ہے جب تک جرم ثابت نہ ہوجائے شیعوں کی کتابیں موجود ہیں ان کتابوں میں ان تہمتوں کو دفع کیا گیا ہے۔جو تمام لاتعداد طرح سے شیعوں پر تہمتیں لگائی گئی ہیں کوئی بھی آدمی شیعوں کی کتابوں کو پڑھ کے آسانی سے حقیقت معلوم کر سکتا ہے اور

اگر شیعہ کتابوں کو پڑھنے کے بعد بھی کوئی ان لاشرع کی تحریروں کو صحیح سمجھتا ہے اور آپ ہم سے اس کتاب کا جواب لکھنے کو کہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر شیعہ مصادر ان ازامات سے آپ کی نظر میں شیعوں کو بری نہیں کر سکتی تو پھر میرے بس سے باہر ہے کہ میں شیعوں کی منشور اور وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی کتابوں کے باوجود اس کتاب کا جواب لکھنے بیٹھ جاؤں۔

آج کے دور میں شیعوں پر حملے

اس دور میں شیعہ ازام تراشی کسی ایک یا دو کتاب میں مردود نہیں ہے بلکہ مختلف سمتوں سے شیعوں پر حملوں کی بھرمار ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس طرح کے حملے شیعوں پر بڑھتے ہی جارہے ہیں مثلاً مصر میں آج سے تقریباً چالیس سال پہلے مذاہب اسلامیہ کو قریب لانے کی ایک کوشش کی گئی تھی جامع ازہر کے شیخ الجامع شیخ محمود شلتوت نے اپنے مشہور فتوی میں یہ فرمایا تھا کہ فقہ جعفری کے اصولوں پر عبادت کی جاسکتی ہے اور فقہ جعفری کو تعبد شرعی حاصل ہے لیکن آج مصر ہی میں شیعوں کی شدید مخالفت کی جارہی ہے۔

شیعوں کے ساتھ یہ زیادتی کوئی نئی بات نہیں ہے،صرف یہ دور اس سے مخصوص ہے اور اس زیادتی کا مقصد بھی نہیں ہے کہ شیعوں کی کوئی کمزوری جواب تک پوشیدہ تھی عام مسلمانوں پر ظاہر کر دی جائے بلکہ یہ زیادتی ان تبدیلیوں کا نتیجہ ہے جو مصر میں ظاہر ہوئی ہیں اور اس میں شیعہ بھی قصور وار ہیں اس لئے کہ انہوں نے عالم اسلام میں اپنی فعالیت تیز کر دی ہے جو لوگ ان حملوں کا حقیقی سبب جانتے ہیں وہی اس سے فائدہ بھی اٹھارہے ہیں ان حملوں کے پیچھے ایک بہت بڑی قوت ہے جس کو صاحبان معرفت خوب پہچانتے ہیں۔اگر میں اس طرح کی تہمتوں کا جواب لکھنے بیٹھ جاؤں اور ان کی تردید میں خود کو الجھا لوں یا اس طرح کی لاحاصل باتوں کے خلاف کتاب لکھنا شروع کر دوں تو اس سے ہماری طاقت مردود ہوجائے گی اور محنت ضائع ہوجائے گی اور ایک بےفائدہ کام میں وقت برباد ہوگا اس لئے کہ جھوٹ اور گالی کی زبان بہت لمبی ہوتی ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ ہم ان کو مہمل قرار دیں اور انہوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے

وہ خود ان کی حقیقت کا انکشاف کر رہا ہے۔

اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس لئے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے،جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:(كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُوَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ)(١)

ترجمہ:جیسے ایک چٹیل میدان کا چمکتا ہوا بالو کہ پیاسا اس کو دور سے دیکھے تو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا(اور پیاس سے تڑپ کر مر گیا)اور خدا کو اپنے پاس موجود پایا تو اس نے اس کا حساب کتاب پورا پورا چکا دیا۔

شیعوں کو اپنے خلاف حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

اس دور میں شیعوں پر واجب ہے کہ وہ ان حالات میں صبر کریں،ایک دوسرے کو تلقین صبر کریں،آپس میں اتحاد رکھیں،اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ سے مضبوط تعلق قائم کریں اور اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے حق اور حقیقت کو اپنے افعال اور طرز عمل سے ثابت کریں اور دنیا کو واقعیت کا یقین دلائیں،دنیا کو بتائیں کہ تاریخ ان کی مظلومیت کی شاہد ہے پھر اپنے حق پر دلیلیں دیں اور اپنی اعلی ثقافت کی اس دور کے مطابق مناسب طریقہ سے نشر و اشاعت کریں اور لوگوں کے لئے اپنی حقانیت پر حجت قائم کریں،اس میں کوئی شک نہیں کہ حق کی بہرحال فتح ہوگی جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:(فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءًوَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِكَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ)(٢)

ترجمہ:پس جھاگ(جھاگ)تو خشک ہو کر غائب ہوجاتا ہے اور جس سے لوگوں کو نفع پہونچتا ہے

---

(١)سورہ نور آیت:٣٩

(٢)سورہ رعد:آیت:١٧

(پانی)حوض میں ٹھہرا رہتا ہے یوں خدا لوگوں کو سمجھانے کے واسطہ مثالیں بیان فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ:

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ[1]

ترجمہ:تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ایسا نہ ہو کہ جو لوگ تمہاری تصدیق نہیں کرتے تمہیں ہلکا اور خفیف کر دیں۔

میرا خیال ہے کہ طعن و تشنیع کے مقابلے میں یہ طریق کار،ایک پائیدار کوشش ہوگی اور دلیلوں کی مزید وضاحت کرے گی اس لئے کہ جب حقائق منکشف ہوجائیں گے اور کذب و افترا کی حقیقت اور حملہ کرنےوالے دلیلوں کے اعتبار سے اتنے مفلس ہیں کہ انہوں نے مجبور ہو کے کذب و بہتان کا سہارا لیا ہے اور طعن و تشنیع پر اتر آئے ہیں اس کے ساتھ ہی حملہ آوروں کی بدنیتی بھی سامنے آجائےگی.اور دنیا ان کے گندے مقاصد کو سمجھ جائےگی.میرے خیال میں شیعیت کی خدمت کے لئے یہی کافی ہے اور شیعوں کے فخر کے لئے یہی کافی ہے اور اس حقیقت کے لئے بھی جو مسلسل حملوں کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔

ماضی کے تجربے میری عبرت کے لئے کافی ہیں اور میری بات کی شہادت دیتے ہیں شیعہ قوم شروع ہی سے اپنے عقائد و مسلمات کے لئے جنگ کرتی آئی ہے اور شیعیت ابتدا ہی سے سب و شتم اور کذب و بہتان کا نشانہ بنتی رہی ہے شیعوں کے بارے میں آج کے سلفیوں کے خیالات کل کے امویوں عباسیوں اور عثمانیوں سے کسی طرح بھلے نہیں ہیں اور وہ بھی جو ان کی مدافعت کرتے ہیں۔

لیکن شیعیت ہر دور میں اپنے حق و حقیقت پر ثابت قدم رہی ہے زلزلوں نے اور وقت کی آندھیوں نے اس کی قوت،ثابت قدمی اور نشر و اشاعت میں اضافہ ہی کیا ہے،سچ فرمایا ہے خداوند عالم نے:

----

(۱)سورہ روم آیت:۶۰

(أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ-تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَاوَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ-وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ-يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِوَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَوَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ)(۱)

ترجمہ:(اے رسول)کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اچھی بات مثلاً کلمہ توحید کی کیسی اچھی مثال بیان کی ہے کہ(اچھی بات)گویا ایک پاکیزہ درخت ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اسکی ٹہنیاں آسمان میں لگی ہوئی ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ وقت پر پھلا کرتا ہے اور خدا لوگوں کے واسطے(اس لئے)مثال بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ نصیحت(وعبرت)حاصل کریں اور گندی بات جیسے(کلمہ شرک)کی مثال گویا ایک گندے درخت کی سی ہے(جس کی جڑ ایسی کمزور ہے)کہ زمین کے اوپر ہی اکھاڑ پھینکا جائے کیوں کہ اس کو کچھ ٹھہراؤ تو ہے نہیں جو لوگ پکی بات کلمہ توحید پر صدق دل سے ایمان لاچکے ان کو خدا دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا اور انہیں سوال و جواب میں کوئی دقت نہیں ہوگی اور سرکشوں کو خدا گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور خدا جو چاہتا کرتا ہے۔

سلفیوں کے واقعات اور ان کے مقاصد

جہاں تک سلفیوں کا سوال ہے جو آج کل شیعوں پر مسلسل حملے کر رہے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ یہ شیعوں کے خلاف بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی پہلی شرارت نہیں ہے بلکہ دو صدی یا اس سے کچھ پہلے جب مسلمانوں میں کمزوری آگئی اور مسلم حکومتیں کمزور ہو ئیں تو مغربی کفار،مسلمان

----

(۱)سورہ ابراہیم آیت:۲۴۔۲۷

شہروں کو لالچ بھری نظروں سے دیکھنے ے اور مسلمان کومتوں کو کمزور کرنے کے لئے بلکہ انہیں برباد کرنے کے لیئے انہوں نے سلفیوں کو بھیجا اور یہ سمجھا کر بھیجا کہ وہ توحید اور شرک کی انحراف شدہ تفسیریں کر کے مسلمانوں کو گمراہ کریں اور پھر ایسا کریں کہ عام مسلمانوں پر کفر کی کومت قائم ہوجائے مسلمانوں کی جان و مال حلال ہوجائے اور ان کی حرمت برباد ہوجائے مغربی کومتوں نے ایسے گروہ تیار کئے جو مسلمان لکوں میں جاکے رہیں اور ان کی کومت کو کمزور کریں ان کا بہت خاص ہدف عثمانی کومت تھی جو مسلمانوں کی سب سے مضبوط کومت تھی مسلمانوں کی اکثریت اس کومت سے اس لیئے عقیدت رکھتی تھی کہ عثمانیوں نے اپنی کومت کو خلافت کا عنوان دیا تھا سلفیوں نے اس کومت کو دو طرف سے نقصان پہنچایا۔

انہوں نے کعبہ محترم پر کئی بار حملے کر کے حاجیوں کو قتل کر کے اور ان کا مال لوٹ کے اور مسلمانوں کے مقدس مقامات کی توہین کر کے بہت فساد پھیلایا یہاں تک کہ کئی سال تک لوگ حج سے محروم رہے اس طرح انہوں نے شیعوں پر بھی حملہ کیا اور مشاہد مقدسہ کی توہین کی کئی بار مدینہ اور کربلائے معلی پر بھی حملہ کیا وہ کربلا جو راہ خدا میں قربانی اور شہادت کی ایک علامت ہے اور جہاں نبیؐ کے اہل بیتؑ کا پاک خون بہایا یا انہوں نے اپنے کچھ حملوں میں تک حرمت کی انتہا کر دی کربلا کے بہت سے رہنے والوں کو قتل کر دیا سبط نبی سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام کی قبر کو منہدم کر دیا اور روضہ مطہر میں جتنی نفیس چیزیں تھیں سب کو لوٹ کے لے گئے انہوں نے نجف اشرف پر بھی متعدد حملے کئے لیکن چونکہ علماء نے زبردست مدافعت کی اس لئے وہ حضرت علی علیہ السلام کی قبر تک نہیں پہنچ سکے ان کا فساد بلاد اسلامیہ میں بڑھتا چلا یا یہاں تک کہ مغربی لکوں کا مقصد حاصل ہو یا اور کومت و خلافت عثمانی اپنے انجام کو پہنچ گئی،مغربی لکوں نے عثمانی کومت کے شہروں کو آپس میں تقسیم کر لیا اور مسلمانوں کے مشرقی ممالک بھی پہلی جنگ عظیم کے بعد ان کے قبضے میں چلے گئے پھر سلفیوں نے حرمین کی آئمہ اور صالحین کی قبروں کو نشانہ بنایا اور کوشش کی نبیؐ اور اہل بیتؑ کے آثار کو بالکل ہی مٹادیں پھر کچھ دنوں کے لئے ان کی شرارتیں بند ہو گئیں اور طویل مدت تک ان کی تحریکیں معطل رہیں اس لئے کہ اب ان

کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی یہاں تک کہ پھر مسلمانوں کا نشر ہوا اور وہ دین کی طرف متوجہ ہوئے مشرق لکوں میں کفار مغرب کو اپنی مصلحتیں خطرہ میں پڑتی ہوئی دکھائی دیں اور انہوں نے پھر سفیوں کو جدید ہتھیار سے لیس کر کے بیجا وہ مسلمانوں میں نئے موضوع، تحریف شدہ تکفیر اور مغربی لکوں کے عطا کردہ مادی وسائل لیئے پھر پہنچ گئے تا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں ان کے شیرازہ وحدت کو منتشر کر دیں ان کے درمیان عداوت اور کینوں کی کاشت کریں تا کہ ان کی طاقت آپس میں لڑنے ہی میں زائل ہوجائے اور وہ دشمن اور دشمن کے ارادوں کی طرف متوجہ نہ ہوسکیں۔

اس بار انہوں نے نیا چولہ بدلا ہے وہ مسلمانوں کے ہمدرد بن کے آئے ہیں اور سمجھا رہے ہیں کہ وہ شیعوں سے دور رہیں اس لئے کہ شیعہ انہیں کافر کہتے ہیں ان کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں مسلمانوں کو ان سے بچ کے رہنا چاہئیے اور دھوکا نہیں کھانا چاہئیے وہ خود مسلمانوں کو اپنے تحریف شدہ نظریات سے غافل رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں جبکہ وہ خود مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں ان کو شریک سے منسوب کرتے ہیں ان کی حرمت کو ساقط کرتے ہیں ان کا خون بہاتے ہیں اور مال لوٹتے ہیں وہ اپنی ساری کارستانیاں بھول گئے ہیں،وہ بھول گئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا تھا مسلمانوں کے مشاہد مقدسہ کی کتنی توہین کی تھی میں نے تو ابھی ابھی ان کی تاریخ بیان کی ہے،(مثل مشہور ہے کہ اپنی بیماری کا الزام وہ مجھ پر لگاتے ہیں)(انا اللہ و انا الیہ راجعون)ہر حال میں خدا کی حمد ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔آخر کلام میں عرض ہے کہ میں نے بات کو بہت طول دیا معاف فرمائیں گے.اور اگر کوئی بےادبی ہوگئی ہو تو در گزر کریں گے.میں اللہ سے آپ کے لئے توفیقات کا امیدوار ہوں اور یہ کہ آپ دین اور مسلمانوں کی خدمت کرتے رہیں جو خدا کو محبوب ہے اور اس کا پسندیدہ کام ہے۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۱۹۹۹/۱۲/۲

اردن عمان

میں نے آپ سے جو بھی کہا ہے اس کے آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہماری گفتگو مقدر اور اس لمبی بحث کا ہدف صرف حقیقتوں کو بیان کرنا ہے وہ حقائق جن کے گرد یہ گفتگو گھومتی رہی،میں امید کرتا ہوں کہ ہماری نیت اور ہمارا ارادہ صرف حقیقت تک پہونچنے کا ہے اور آئینہ حقیقت پر جو گرد و غبار چڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوگئے ہیں اس کو صاف کرنے کا ہے،اس لئے گرد آلود حقیقت کو دیکھ کر شرپسند طاقتوں کی ہمت بڑھ جاتی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ حقیقت کو برباد کر دیا جائے۔

جو آدمی حقیقت پر بحث کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ایک اہم نصیحت

بات ختم ہوگئی لیکن ابھی کچھ عرض کرنا ضروری ہے وہ دینی حقائق جن کو اللہ نے اپنے ثواب و عقاب کا معیار قرار دیا ہے انہیں یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ ان کے لئے ٹھوس دلیلیں اور واضح حجتیں قرار دی ہیں:(لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ)[۱]

ترجمہ:تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندگی پائے وہ دلیل کے ساتھ زندگی پائے۔

اگر صاحب ادراک ان حقیقتوں کو ثابت نہیں کر پاتا تو صرف اس لئے کہ اس کی تلاش و جستجو میں کمی ہے اس نے حق تک پہونچنے کی کوشش ہی نہیں کی یا تو اس لئے کہ وہ ان باتوں کو بہت ہلکا سمجھتا

----

(۱)سورہ انفال: آیت:۴۲

ہے یا اس لئے کہ وہ انہیں نظرانداز کر رہا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں مثلاً آباء و اجداد کی تقلید،تعصب کی خواہشیں اور موروثی مسلمات یا خود اس کے اپنے جذبات یہ تمام باتیں بہت سی خرابیاں پیدا کرتی ہیں ان کی وجہ سے بحث و مباحثہ اور نیز منفی جنگ و جدال کے دروازے کھلتے ہیں اور آپسی کشمکش کا ایک ایسا ماحول پیدا ہوجاتا ہے جس کو طبیعی طور پر انسان پسند نہیں کرتا.انسان کو قدرت نے جو قوت مدرکہ دی ہے اپنے ماحول میں وہ مات کھا جاتی ہے جبکہ تعصب و تقلید کو چھوڑ دیا جائے تو انسان فوراً حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے۔

مذکورہ بالا خرابیاں خدا کے سامنے حجت نہیں بن سکتیں اور تعصب و تقلید کا ذکر کر کے انسان خدا کے سامنے بری نہیں ہوسکتا اس لئے کہ خداوند عالم بندوں پر جو حقیقت فرض کی ہے اس کے لئے دلائل اور روشن حجت کا قیام پہلے کر دیا ہے۔

پس صاحب عقل اور سمجھدار آدمی کو چاہئیے کہ اپنے نفس کے لئے احتیاط برتے اس لئے کہ اس کی جان اس کے لئے تمام چیزوں سے عزیز ہے وہ اپنی جان کو دائمی ہلاکت میں نہ ڈالے اور ہمیشہ کے عذاب سے بچائے اور یہ جب وہ حقیقت کو جذبات اور تقلید کی عینک سے نہ دیکھے بلکہ اس عقل و وجدان کا استعمال کرے جو خدا نے اس کے لئے حجت قرار دیا ہے حقیقت تک پہونچنے کی بہرحال کوشش کرے چاہے وہ جہاں بھی ہو اور جیسے بھی ہو نیت امر الٰہی کی تسلیم اور اسکے حکم کی پیروی ہونی چاہئیے تا کہ وہ اپنے نظریوں کو بصیرت کی بنیاد پر حاصل کرے اور اپنے پروردگار کے سامنے ذکر پیش کرے اور خدا سے دعا کرے کہ وہ اس کو مضبوطی عنایت فرمائے اور گمراہی سے بچائے اور صراط مستقیم کی ہدایت کرے اس لئے کہ اسی کے ہاتھ میں توفیق کے اسباب بھی ہیں اور خذلان کے بھی۔

(وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌوَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ)(۱)

---

(۱)سورہ نحل آیت:۹

ترجمہ:اور سیدھی راہ ہدایت تو خدا ہی کے ذمہ ہے اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں اگر خدا چاہتا تو تم سب کو منزل مقصود تک پہونچا دیتا.

خداوند عالم مخلص افراد کے لئے اور دعا کرنےوالوں کے لئے اپنی توفیقات میں بخالت نہیں کرتا،وہ اپنی رضا تک پہونچنے کے لئے وسیع عنایتیں پیش کرتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:(وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَاوَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ)(1)

ترجمہ:اور جن لوگوں نے ہماری راہ خدا میں جہاد کیا انہیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے اور اس میں شک نہیں کہ خدا نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔

اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت و لطف و کرم سے ہماری دعائیں قبول کرے ہمیں اپنے راستے کا مجاہد بنائے ہمارے لئے ایسے اسباب توفیق پیدا کرے کہ ہم اس کےنور و ہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اس شریعت پر چلتے رہیں جو اس کی بنائی ہوئی ہے اس دین حق کو اپنا شعار بنائیں جس سے وہ راضی ہے بےشک وہ سب سے زیادہ رحم کرنےوالا اور مومنین کا سرپرست ہے،بیشک وہ سب سے بہتر وکیل،بہترین سرپرست اور بہترین مددگار ہے،ہم صرف اللہ سے توفیق چاہتے ہیں اسی پر توکل کرتے ہیں اور اسی سے امید رکھتے ہیں،آخر میں ہماری یہ آواز ہے کہ ساری تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ تفصیلی جواب سے عزت بخشیں گے ایسا جواب جس کی توثیق مراجع نے کی ہو۔

شکریہ

----

(1)سورہ عنکبوت آیت:69

میں نے بھرپور کوشش کی ہے کہ آپ کے سوالوں کا اور آپ کی طلب کا جواب دے سکوں،اگرچہ اس سلسلے میں میں نے ایک طویل وقت اور بڑی محنت کی ہے میری محنت ضائع نہیں ہوگی(انشاءاللہ)مجھے اس بات کا احساس ہے کہ بحث کا پورا حق تو ادا نہیں ہوسکا لیکن یہ کہ جو میسر ہے اس کو چھوڑ کر جو مشکل ہے اس کے لئے کوشش نہیں کی جاتی میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ایسی گفتگو کا دروازہ کھولا ہے جو بہت نتیجہ خیز ہے اللہ کی توفیق اور اس کی رعایت سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے.

والسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ